



Handwritten text in a cursive script, likely in Arabic or Persian, arranged in several lines. The text is written in a fluid, cursive style, likely in Arabic or Persian, and is arranged in several lines around the central diagram.

Handwritten text in a cursive script, likely in Arabic or Persian, arranged in several lines. The text is written in a fluid, cursive style, likely in Arabic or Persian, and is arranged in several lines around the central diagram.

فہرست

مضامین بہارِ ششم بقیدِ تصنیف

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۹	مقدمہ		دیساجہ	
"	نظم کی تعریف اور اقسام میں		زبانِ اردو کے آغاز و انجام	۱
۱۱	پہلی فصل		اور اسکی خوبی و خوش سلوکی	
"	مصرعوں میں		اور اس کتاب کی ضرورت	
"	مصرع کی تعریف	۱	اور تالیف کی صورت اور	
۱۳	یادِ الہی	۲	بعض اور عالی جناب نقاب	
"	خدا مہربان اور مددگار ہے	۳	مصلیٰ القباب ہزارہ سیرِ مہم جو	
"	خدا کی خدائی اور کیسائی	۴	بہادر دم اقبالہم کے سی	
۱۴	شکراۃ الہی	۵	ایس آئی انٹنٹ گورنمنٹ	
"	ہر حال میں خوش	۶	مغربی و شمالی پکیش کرے	
"	وقت کی قدر	۷		
"	محنت کا بھل	۸		

فہرست

مضامین بہارِ ششم بقید صفحات

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۹	مقدمہ		دیساجہ
"	نظم کی تعریف اور اقسام میں	۱	زبان اردو کے آغاز و انجام
"	پہلی فصل		اور اسکی خوبی و خوش سلوکی
"	مصرعون میں		اور اس کتاب کی ضرورت
"	مصرع کی تعریف		اور تالیف کی صورت اور
۱۳	یادِ الہی		بمحضور عالی جناب نواب
"	خدا مہربان اور مددگار ہے		معلیٰ انقباب نیر انور سید میر محمد حسن
"	خدا کی خدائی اور یکتائی		بہادر دام اقبالہم کے سہی
۱۳	شکوائۃ الہی		ایس آئی انصنت گورنر ملک
"	ہر حال میں خوش		مغربی ہستالی پیش کرنے کی
"	وقت کی قدر		
"	محنت کا بھل		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۸	آدمی کی ادبی	۳۳	تذہیب	۹
"	فرد	۱۵	آدمیت اور اہلیت	۱۰
"	خسٹم	"	سخاوت	۱۱
"	برے کام کا انجام	"	خاکساری	۱۲
۱۹	جیسے کو قیسا	"	صبر	۱۳
"	جھوٹ کا پھل	۱۶	رحم	۱۳
"	قیمتہ	"	دل کی صفائی اور روشنی	۱۵
"	آدمی کا حال اسکے کام ٹھٹھکی	"	غفلت بچا ہیے	۱۶
"	دوست اور دوستی	"	منکر عقبی	۱۷
"	زمانہ کے انقلاب	"	انفالے وعدہ	۱۸
۲۰	دنیا آرام کی جگہ نہیں	۱۷	نیک کام	۱۹
"	دنیا اور اہل دنیا سی فانی ہیں	"	نیکرد	۲۰
۲۱	خزان	"	عیب پوشی	۲۱
"	باغ و بہار	"	قناعت	۲۲
"	متفرق مضمون	"	خاموشی	۲۳
		۱۸	رعیت خوانی	۲۳

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۳۵	برے لوگ	۱۵	دوسری فصل	
"	نیک و بد	۱۶	بیٹوں میں	
۳۶	جیسی کرنی تیسری بھرنی	۱۷	۱ بیت کی تعریف اور اقسام	
"	عاجزی اور خاکساری	۱۸	۲ خدا کی ذات و صفات	
۳۹	غرور	۱۹	۳ یاد الہی	
۳۱	ظلم اور ستم کے انجام	۲۰	۴ شکر خدا	
۳۳	بغض اور کینہ	۲۱	۵ خدا دوست	
"	دل شکنی	۲۲	۶ رضی برضا	
"	دل داری	۲۳	۷ غفلت اور بیداری	
"	ریشک اور حسد	۲۴	۸ مال اندیشی	
۳۴	مصیبت کے وقت صبر	۲۵	۹ سفر عاقبت کی تیاری	
"	لالہ اور حرص	۲۶	۱۰ حال کا وقت غنیمت ہے	
۳۶	توکل	۲۷	۱۱ خلق اور تواضع	
"	سخاوت	۲۸	۱۲ پخلقی اور تند خوئی	
۳۷	دنیا کی محبت	۲۹	۱۳ نیک و	
"	دولت کی محبت	۳۰	۱۴ سچا بہادر کون ہے	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۵۸	آدمی کے حالات	۴۸	جسم اور روح	۳۱
۵۹	نفسِ نامرہ کی برائیاں	۴۷	عالی ہمت	۳۲
۶۰	کچ فہمی و کج نغادی	۴۸	قناعت	۳۳
"	آدمیت	۴۹	عیبِ جوئی	۳۴
"	اپنے عیب دیکھو اور دوسروں کے	۵۰	آدابِ کلام اور خاموشی	۳۵
"	ہمز اور کسی کو حق پرست سمجھو	۵۱	سیدھی چال	۳۶
۶۱	علم و ہنر	۵۱	سج بولنا	۳۷
"	شعور و سخن	۵۲	دل کی صفائی اور روشنی	۳۸
۶۲	مکر و فریب	۵۳	ظاہر و باطن	۳۹
"	دوستی	۵۴	بے فیض	۴۰
۶۳	ایمان و وعدہ	۵۵	نیک نام	۴۱
۶۴	خزاں	۵۶	جوانی و پیری	۴۲
"	باغ و بہار	۵۷	دس جہان کی ناپایداری	۴۳
۶۵	صحبت	۵۸	دنیا آرام اور خوشی کی جگہ نہیں	۴۴
۶۶	قدرِ نعمت و یقین و امان	۵۹	رنج کے بعد راحت اور غم	۴۵
"	زمانہ کے انقلاب	۶۰	کے بعد خوشی ہو	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۷۸	۸	۷۸	۱	۷۸
۷۹	۹	۷۹	۲	۷۹
۸۰	۱۰	۸۰	۳	۸۰
۸۱	۱۱	۸۱	۴	۸۱
۸۲	۱۲	۸۲	۵	۸۲
۸۳	۱۳	۸۳	۶	۸۳
۸۴	۱۴	۸۴	۷	۸۴
۸۵	۱۵	۸۵	۸	۸۵
۸۶	۱۶	۸۶	۹	۸۶
۸۷	۱۷	۸۷	۱۰	۸۷
۸۸	۱۸	۸۸	۱۱	۸۸
۸۹	۱۹	۸۹	۱۲	۸۹
۹۰	۲۰	۹۰	۱۳	۹۰
۹۱	۲۱	۹۱	۱۴	۹۱
۹۲	۲۲	۹۲	۱۵	۹۲
۹۳	۲۳	۹۳	۱۶	۹۳
۹۴	۲۴	۹۴	۱۷	۹۴
۹۵	۲۵	۹۵	۱۸	۹۵
۹۶	۲۶	۹۶	۱۹	۹۶
۹۷	۲۷	۹۷	۲۰	۹۷
۹۸	۲۸	۹۸	۲۱	۹۸
۹۹	۲۹	۹۹	۲۲	۹۹
۱۰۰	۳۰	۱۰۰	۲۳	۱۰۰
۱۰۱	۳۱	۱۰۱	۲۴	۱۰۱
۱۰۲	۳۲	۱۰۲	۲۵	۱۰۲
۱۰۳	۳۳	۱۰۳	۲۶	۱۰۳
۱۰۴	۳۴	۱۰۴	۲۷	۱۰۴
۱۰۵	۳۵	۱۰۵	۲۸	۱۰۵
۱۰۶	۳۶	۱۰۶	۲۹	۱۰۶
۱۰۷	۳۷	۱۰۷	۳۰	۱۰۷
۱۰۸	۳۸	۱۰۸	۳۱	۱۰۸
۱۰۹	۳۹	۱۰۹	۳۲	۱۰۹
۱۱۰	۴۰	۱۱۰	۳۳	۱۱۰
۱۱۱	۴۱	۱۱۱	۳۴	۱۱۱
۱۱۲	۴۲	۱۱۲	۳۵	۱۱۲
۱۱۳	۴۳	۱۱۳	۳۶	۱۱۳
۱۱۴	۴۴	۱۱۴	۳۷	۱۱۴
۱۱۵	۴۵	۱۱۵	۳۸	۱۱۵
۱۱۶	۴۶	۱۱۶	۳۹	۱۱۶
۱۱۷	۴۷	۱۱۷	۴۰	۱۱۷
۱۱۸	۴۸	۱۱۸	۴۱	۱۱۸
۱۱۹	۴۹	۱۱۹	۴۲	۱۱۹
۱۲۰	۵۰	۱۲۰	۴۳	۱۲۰
۱۲۱	۵۱	۱۲۱	۴۴	۱۲۱
۱۲۲	۵۲	۱۲۲	۴۵	۱۲۲
۱۲۳	۵۳	۱۲۳	۴۶	۱۲۳
۱۲۴	۵۴	۱۲۴	۴۷	۱۲۴
۱۲۵	۵۵	۱۲۵	۴۸	۱۲۵
۱۲۶	۵۶	۱۲۶	۴۹	۱۲۶
۱۲۷	۵۷	۱۲۷	۵۰	۱۲۷
۱۲۸	۵۸	۱۲۸	۵۱	۱۲۸
۱۲۹	۵۹	۱۲۹	۵۲	۱۲۹
۱۳۰	۶۰	۱۳۰	۵۳	۱۳۰
۱۳۱	۶۱	۱۳۱	۵۴	۱۳۱
۱۳۲	۶۲	۱۳۲	۵۵	۱۳۲
۱۳۳	۶۳	۱۳۳	۵۶	۱۳۳
۱۳۴	۶۴	۱۳۴	۵۷	۱۳۴
۱۳۵	۶۵	۱۳۵	۵۸	۱۳۵
۱۳۶	۶۶	۱۳۶	۵۹	۱۳۶
۱۳۷	۶۷	۱۳۷	۶۰	۱۳۷
۱۳۸	۶۸	۱۳۸	۶۱	۱۳۸
۱۳۹	۶۹	۱۳۹	۶۲	۱۳۹
۱۴۰	۷۰	۱۴۰	۶۳	۱۴۰
۱۴۱	۷۱	۱۴۱	۶۴	۱۴۱
۱۴۲	۷۲	۱۴۲	۶۵	۱۴۲
۱۴۳	۷۳	۱۴۳	۶۶	۱۴۳
۱۴۴	۷۴	۱۴۴	۶۷	۱۴۴
۱۴۵	۷۵	۱۴۵	۶۸	۱۴۵
۱۴۶	۷۶	۱۴۶	۶۹	۱۴۶
۱۴۷	۷۷	۱۴۷	۷۰	۱۴۷
۱۴۸	۷۸	۱۴۸	۷۱	۱۴۸
۱۴۹	۷۹	۱۴۹	۷۲	۱۴۹
۱۵۰	۸۰	۱۵۰	۷۳	۱۵۰
۱۵۱	۸۱	۱۵۱	۷۴	۱۵۱
۱۵۲	۸۲	۱۵۲	۷۵	۱۵۲
۱۵۳	۸۳	۱۵۳	۷۶	۱۵۳
۱۵۴	۸۴	۱۵۴	۷۷	۱۵۴
۱۵۵	۸۵	۱۵۵	۷۸	۱۵۵
۱۵۶	۸۶	۱۵۶	۷۹	۱۵۶
۱۵۷	۸۷	۱۵۷	۸۰	۱۵۷
۱۵۸	۸۸	۱۵۸	۸۱	۱۵۸
۱۵۹	۸۹	۱۵۹	۸۲	۱۵۹
۱۶۰	۹۰	۱۶۰	۸۳	۱۶۰
۱۶۱	۹۱	۱۶۱	۸۴	۱۶۱
۱۶۲	۹۲	۱۶۲	۸۵	۱۶۲
۱۶۳	۹۳	۱۶۳	۸۶	۱۶۳
۱۶۴	۹۴	۱۶۴	۸۷	۱۶۴
۱۶۵	۹۵	۱۶۵	۸۸	۱۶۵
۱۶۶	۹۶	۱۶۶	۸۹	۱۶۶
۱۶۷	۹۷	۱۶۷	۹۰	۱۶۷
۱۶۸	۹۸	۱۶۸	۹۱	۱۶۸
۱۶۹	۹۹	۱۶۹	۹۲	۱۶۹
۱۷۰	۱۰۰	۱۷۰	۹۳	۱۷۰
۱۷۱	۱۰۱	۱۷۱	۹۴	۱۷۱
۱۷۲	۱۰۲	۱۷۲	۹۵	۱۷۲
۱۷۳	۱۰۳	۱۷۳	۹۶	۱۷۳
۱۷۴	۱۰۴	۱۷۴	۹۷	۱۷۴
۱۷۵	۱۰۵	۱۷۵	۹۸	۱۷۵
۱۷۶	۱۰۶	۱۷۶	۹۹	۱۷۶
۱۷۷	۱۰۷	۱۷۷	۱۰۰	۱۷۷
۱۷۸	۱۰۸	۱۷۸	۱۰۱	۱۷۸
۱۷۹	۱۰۹	۱۷۹	۱۰۲	۱۷۹
۱۸۰	۱۱۰	۱۸۰	۱۰۳	۱۸۰
۱۸۱	۱۱۱	۱۸۱	۱۰۴	۱۸۱
۱۸۲	۱۱۲	۱۸۲	۱۰۵	۱۸۲
۱۸۳	۱۱۳	۱۸۳	۱۰۶	۱۸۳
۱۸۴	۱۱۴	۱۸۴	۱۰۷	۱۸۴
۱۸۵	۱۱۵	۱۸۵	۱۰۸	۱۸۵
۱۸۶	۱۱۶	۱۸۶	۱۰۹	۱۸۶
۱۸۷	۱۱۷	۱۸۷	۱۱۰	۱۸۷
۱۸۸	۱۱۸	۱۸۸	۱۱۱	۱۸۸
۱۸۹	۱۱۹	۱۸۹	۱۱۲	۱۸۹
۱۹۰	۱۲۰	۱۹۰	۱۱۳	۱۹۰
۱۹۱	۱۲۱	۱۹۱	۱۱۴	۱۹۱
۱۹۲	۱۲۲	۱۹۲	۱۱۵	۱۹۲
۱۹۳	۱۲۳	۱۹۳	۱۱۶	۱۹۳
۱۹۴	۱۲۴	۱۹۴	۱۱۷	۱۹۴
۱۹۵	۱۲۵	۱۹۵	۱۱۸	۱۹۵
۱۹۶	۱۲۶	۱۹۶	۱۱۹	۱۹۶
۱۹۷	۱۲۷	۱۹۷	۱۲۰	۱۹۷
۱۹۸	۱۲۸	۱۹۸	۱۲۱	۱۹۸
۱۹۹	۱۲۹	۱۹۹	۱۲۲	۱۹۹
۲۰۰	۱۳۰	۲۰۰	۱۲۳	۲۰۰

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۹	خوشامدیوں کے دستور	۸۱	۵	خدا کے کیا کیا احسان اور نسا
۲۰	ازمی کا دل	"	"	کے کیا کیا انفرن
۲۱	خاموشی کے فائدے	"	۶	دل کے حال
۲۲	گناہ سے توبہ	"	۷	اہل غفلت کو نصیحت
۲۳	برگھر	"	۸	قناعت اور شکر ان نعمت
۲۳	قلم	۸۲	۹	جسم اور روح
۲۵	گرمی کی شدت	"	۱۰	دنیا کے سب کا رو یا نہ اعتبار
۲۶	خشک سالی	"	۱۱	دو طرح کی موت
۲۷	بادل اور بجلی	"	۱۲	دنیا سے بیدار غما
"	چوتھی فصل	۸۳	۱۳	بیماروں اور ضعیفوں کو نصیحت
"	غزلوں میں	"	۱۴	بھاری دشمن کون ہی اور بڑا
"	غزل کی تعریف	"	"	پہلوں کون ہی
۱	حمد غایبانہ	۸۵	۱۵	اچھی اور سچی بہادری
۲	حمد مخاطبانہ	۸۷	۱۶	دلی کدورت اور محبت رحمن
۳	یاد الہی اور اُس کے جہان بانی	"	"	اور قناعت
۴	خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہی	۸۸	۱۷	عشق مجازی کی خرابیاں

صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۸	۹۵	۳۳	کھانے کے مہت
۱۹	۹۶	۳۴	شمع اور پروانہ
۲۰	۹۷	۳۵	گل و بلبل
۲۱	۹۸	۳۶	صیاد کی بیدا اور مرغان چمن
۲۲	۹۹	۳۷	کی ندریاد
۲۳	۱۰۰	۳۸	ایک گھوٹے کی تعریف
۲۴	۱۰۱	۳۹	ٹس کس میں کیا کیا نہیں اور
۲۵	۱۰۲	۴۰	ٹس کس سے کیا کیا بہتر نہیں
۲۶	۱۰۳	۴۱	سفر اور اصلی وطن
۲۷	۱۰۴	۴۲	جدا جدا مضمون
۲۸	۱۰۵	۴۳	رحم کی فضیلت
۲۹	۱۰۶	۴۴	مشفق مضمون
۳۰	۱۰۷	۴۵	بطور حمد
۳۱	۱۰۸	۴۶	مضمون ملکہ بیغفرہ کے واسطے
۳۲	۱۰۹	۴۷	دلی دعا
۳۳	۱۱۰	۴۸	سورج کا نکلنا اور ستارہ کا چھپنا
۳۴	۱۱۱	۴۹	سچی اور جھوٹی دوستی میں فرق کرنا

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۵۱	تشریف آوری کی شادمانی چھٹی فصل قطعوں میں	۱۵۱	پانچویں فصل قصیدوں میں	
"	قطعہ کی تعریف	۱۵۳	قصیدہ کی تعریف اور قسم	۱
۱۵۲	شکرانِ نعمت	۱۵۴	بادشاہ وقت کے حضور نوزاد	۲
"	خدا ہی مددگار ہے	۲	کی مبارکبادی	
"	مخالفوں کی برداشت کرنا	۱۵۵	بہاریہ	۳
۱۵۳	مفلسی میں تسلی	۱۵۶	رزقِ بیکار	۴
"	مہوسی اور ولتمندوں کو	۵	موسمِ رحمت افزا اور عذابِ سزا	۵
"	اہلِ نخوت کو عیب	۶	ایک گھوٹیکے کی تعریف میں	۶
۱۵۴	کیا ٹوڑنا اور کیا جوڑنا	۱۵۷	ایک ہاتھی کی تعریف	۷
"	تواضع	۱۵۸	علمِ طب اور اسے طلب کی	۸
"	کسی کے برا کہنے کا برا نہ ماننا	۱۵۹	سودا کے وقت تک کی تیاری	۹
"	دنیا کے جھگڑوں سے بچھڑنا	۱۶۰	متفرق مضمون	۱۰
۱۵۵	انقلابِ روزگار	۱۶۱	نورِ روز کی تہنیت	۱۱
"	اس زندگی کا بھر دسا نہیں	۱۶۲	شہزادہ بزرگ اور آؤ سب کو	۱۲

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۳	خدا کی نعمتیں اور اُنکے لیے شکر گزاریاں	۱۵۴	اگلے ناموروں کے حال پر	۱۳
۱۳۴	خدا کی عبادت	۱۵۵	عبرت کی نظر	۱۴
۱۳۵	خدا کا عشق برقرار رہی اور دنیا	۱۵۶	محبت کس سے چاہیے	۱۵
۱۳۶	واہل دنیا کا فانی اور ناپائیدار	۱۵۷	بہاریہ	۱۶
۱۳۷	حرص کا رشتہ ٹوٹنا اور قناعت	۱۵۸	شعرو سخن	۱۷
۱۳۸	کانا تا جوڑنا	۱۵۹	متفرق مضمون	۱۸
۱۳۹	غیر دور دور کرنا ضروری	۱۶۰	جناب شہزادہ پرنس آڈویلز کو لکھنا	۱۹
۱۴۰	کسی سے بُرائی نہ کرنا اور اپنی	۱۶۱	سلطنت انگلستان و ہندوستان	۲۰
۱۴۱	بھلائی کا دم نہ بھرنے	۱۶۲	کی صحت کی تہنیت	۲۱
۱۴۲	وصیت ایک شخص کی	۱۶۳	ساتویں فصل	۲۲
۱۴۳	راستی	۱۶۴	مثنویوں میں	۲۳
۱۴۴	کرم	۱۶۵	مثنوی کی تعریف	۲۴
۱۴۵	اُوروں کی نیکیاں دیکھ کر	۱۶۶	خدا کی حمد و ثناء میں انسان عاجز رہی	۲۵
۱۴۶	اپنی بدیوں پر افسوس	۱۶۷	حمد غائبانہ	۲۶
۱۴۷	دنیا کی بے ثباتی	۱۶۸	حمد بطریق خطاب	۲۷
		۱۶۹	حمد مع مناجات	۲۸

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۶	غفلت چھوڑو بیدار ہو	۲۸	ہمت بلب رکھنا	۱۸۳
۱۷	بچھلے بادشاہوں اور ناموروں	۲۹	محنت سے عظمت ہی	۱۸۳
۱۸	پر عبرت کی نظر	۳۰	معاش کی تلاش تو کل کے	۱۸۵
۱۹	رفاہِ عام میں ٹولہ و زمام	۳۱	مخالفت نہیں	۱۸۵
۲۰	علم و ہنر کے فائدے	۳۲	مصالح اعضاء انسانی	۱۸۶
۲۱	جاہلوں کے ساتھ برتاؤ	۳۳	محفل کے آداب	۱۸۶
۲۲	شعرو سخن کی خوبیاں	۳۴	قاریابی کی بُرائی	۱۸۷
۲۳	جھوٹ کا رواج اور اُسکی بُرائی	۳۵	موسم بہار	۱۸۷
۲۴	خطبوں کے نام	۳۶	ایک خیالی مکان کی جُجٹ	۱۸۸
۲۵	چار چرخوں سے خوف کرنا	۳۷	اور اُسکے باغ کی طراوت	۱۹۰
۲۶	ضرور رہی	۳۸	چاندنی میں ایک خانہ باغ کی	۱۹۱
۲۷	اکیس کے اتفاق کی بھلائی	۳۹	سیر اور کیفیت	۱۹۱
۲۸	اور اتفاق کی بُرائی	۴۰	چاندنی رات میں ایک تالاب	۱۹۲
۲۹	دوستوں کی تسلیں	۴۱	کی کیفیت	۱۹۳
۳۰	سچے اور جھوٹے دوست کا	۴۲	کسی شہزادہ کی سالگرہ کا	۱۹۳
۳۱	امتحان	۴۳	اور اُسکی مضمون و حام	۱۹۳

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	کی بابت نصیحت	۱۹۶	بارش کی شدت	۳۹
۲۲۰	دو الی اور جوا	۱۹۷	جاڑے کی شدت	۴۰
۲۲۲	ترجوز	۱۹۹	گرمی کی شدت	۴۱
"	بارش کی شدت اور کیچڑ کی کثرت	۲۰۳	اقاب کے فائدے	۴۲
۲۲۳	چلے گا گرگڑا تا جاڑا	۲۰۵	ہوا کے فائدے	۴۳
۲۲۵	روضہ تاجنگ کی تعریف	۲۰۸	آسموں کی تعریف	۴۴
۲۲۶	نظیر کے وقت اگر وہین درگاہی	۲۰۹	ہاتھ کی چھڑی کی صفت اور	۴۵
	کا عالم		اُس سے نصیحت پانا	
۲۳۳	دنیا کی ناپایداری اور آخرت	۲۱۱	نصائح چند بفرزند ولید	۴۶
	کے لیے تیاری	۲۱۳	مناجات	۴۷
۲۳۵	نویں فصل	۲۱۵	آٹھویں فصل	
	ترجیع بند و نہیں		مستطوں میں	
"	ترجیع بند کی تعریف اور اقسام	"	مستط کی تعریف اور اقسام	
۲۳۶	جیسا کرو گے ویسا پائو گے	۲۱۶	خدا کی ذات و صفات اور اسکی	۱
۲۴۰	تندرستی اور عورت ہزار نعمت	۲	بیشمار مخلوقات و موجودات	
	اور نہایت غنیمت ہو	۲۱۹	خدا کی طاعت اور اطاعت	۲

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۴۲	زمانہ کی خرابی	۳	۲۴۲ گرمی میں کورے برتن کا	۳
۲۴۳	بارہویں فصل		ٹھنڈا ٹھنڈا پانی	
	تاریخوں میں	۲۴۳	آگرہ کی پتی پتی گلریاں	۴
"	تاریخ کی تعریف اور اقسام	۲۴۵	ایک بھوجال کا حال	۵
۲۴۷	شادی کی خدائی	۲۴۹	برسات کی خوبیاں اور خرابیاں	۶
"	ولادت	۲۵۳	غفلت کی نیند سے جاگو	۷
۲۴۸	وفات	۳	اور ہلو ہو س سے بھاگو	
۲۵۰	شفا	۲۵۷	دسویں فصل	
"	تقریر عمدہ	۵	ترکیب بندوں میں	
"	تعمیر و بنا	۴	ترکیب بند کی تعریف	
۲۵۲	تصنیف و تالیف یا طبع کتاب	۲۵۸	بہاریہ	۱
۲۵۸	تیرہویں فصل	۲۶۰	گیارہویں فصل	
	مرثیوں میں		مستزادوں میں	
"	مرثیہ کی تعریف اور اقسام	"	مستزاد کی تعریف	
۲۶۹	سلام	۲۶۱	اومی دنیا کی چاہ میں لندہ کو بھجو	۱
۲۸۰	مرثیہ	"	فقیر کو امیر حقیر بنانے	۲

فہرست

تخلص یا نام اُن شاعروں کے جنکے اشعار اس بہار میں ہیں

ا آتش آباد اسپر انشا اسد انیس احمد علی

ب بحر بخود

ت تراب تسلیم

ج جرات جوہر جوش

ح حسن حیدری

خ خسرو خورشید خاک

د درد

ذ ذوق

ر رند

ز زائر

س سودا سحر سراج سوز

ش شکوہ ششیدا شیر شہید شائق شاکر

ص صوفی

ط طالب

ع عاشق عشقی عیش

غ غالب

ق قبول قطب الدین

ک کنور کمال

گ گویا

م میر مومن مستعان مسرور مست مصحفی منظر مهر

منفعل ملال معصوم علی

ن نظیر نسیم ناسخ ناظم نیاز نیر ناطق

و وزیر و صف ولی واسطی وحید

ه هر چند بلال

رسم خط

جسکا التزام اس کتاب میں کیا گیا ہے

ن	ن	نُونِ بَارِزِ جِیسے	مَنْ چَمَنِ مُسْکَا	میں
ن	ن	نُونِ غُٹّے	میں ہاں بَڈیلا ہنسیا	"
ہ	ہ	ہائے غیرِ مَخْلُوط	وہ ہرنِ بہت ہی	"
ھ	ھ	ہائے مَخْلُوط	بھائیِ چھتِ ڈھال	"
ی	ی	یائے مَعْرُوف	دہلی مہرِ منہر	"
ے	ے	یائے مَجْہُولِ قَبْلِ کَسْو	لئے واسطے سیراب	"
ی	ی	یائے مَجْہُولِ قَبْلِ مُضَوّع	ہی طرِ سَیلِ سیر	"
ی	ی	یائے مَخْلُوط	کہا کہوں	"
و	و	واوِ مَعْرُوفِ قَبْلِ مُضَمّ	دودھ سود	"
و	و	واوِ مَجْہُولِ قَبْلِ مُضَمّ	ہوشِ گُوش	"
و	و	واوِ مَجْہُولِ قَبْلِ مُضَوّع	دور ہول	"

وہ باب

جہان ! تیری قدرت۔ اور شان ! جب یہ کچھ نہ تھا۔ تو نے کہا۔
 ہو۔ اور یہ کچھ ہو گیا ! آسمان اور زمین۔ سورج اور چاند۔ سارے سارے
 اور سیارے۔ تمام موجودات اور مخلوقات۔ بات کی بات میں موجود ہو گئی !
 ذرہ ذرہ سے تیری حکمت اور قدرت چمکتی ہی۔ قطرہ قطرہ سے تیری رحمت
 اور محبت ٹپکتی ہو۔ تو نے مٹی کے پتے میں جی واکا آن کہاں میں جیسی بہان
 کیا۔ عقل دیکر حیوان سے انسان بنایا۔ گویا نئی بخشہ بے زبان کو اہل زبان
 کھلایا۔ کہ خبر طرح دل سے۔ اسی طرح زبان سے تیری حمد و ثنا لکھائے
 اور جو چہی بات اپنے جہی میں سوچے۔ اور عقل سے سمجھے۔ دوسروں تک پہنچے

پہونچا۔ ۷۲

خداوند! تو فیج رسے کہ ہنہ ہی زبان لکام میں رہے۔ ہمیں اور دوسروں کو
نقصان نہ پہنچائے بلکہ فائدہ دے۔ کہ زبان نفع چھوڑ کر زبان چو نہ جائے۔ تو
ایسی زبان ہونے سے بے زبان بہتر۔ اور ایسے انسان سے حیوان برتر الہی
شیر افضل در محبت۔ تیری رحمت اور شفقت۔ ہر وقت ہمارے شامل حال ہووے آمین
اسکے بعد۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ جہاں میں ایک ہی زبان نہیں۔ ملک ملک۔ بلکہ
کہیں صوبہ صوبہ کی جدی جدی بولی ہے۔ اور یہ بھی پوشیدہ نہیں۔ کہ اگرچہ شروع میں
زبانوں کا اختلاف کسی اچھے سبب سے نہیں ہوا۔ اور آدمی نے اس بھوٹ کا بھی
اچھا پھل نہیں پایا۔ بلکہ آپس کی نا انسانی۔ اور طرح طرح کی جدائی کا کڑوا مزہ چکھا ہے
تو بھی اس حکیم راجن نے۔ جو بڑائی سے بھی بھلائی نکالتا ہے۔ اس جدائی کو بھی۔
جس طرح ابتدا میں بے حکمت اور مصدحت کے گوارا نہیں کیا تھا۔ اسطرح انتہا
میں بھی اسے خوبی اور لطافت سے خالی نہیں رکھا۔ اگرچہ ہر زبان کا جدار رنگ و بھنگ
اور نرالی بولی چال ہے۔ تو بھی کوئی ان میں سے فصاحت اور بلاغت۔ شیرینی و نگینی
سے خالی نہیں۔ البتہ اتنی بات تو ضرور ہے۔ کہ جس زبان میں ہر طرح کی بات چہت
اور ہر قسم کے مضمون اور مطلب بیان کرنے کی سمائی زیادہ ہے۔ وہ دوسری زبانوں
سے بہتر ہے۔ کہ زبان کی خوبی اسی میں ہے۔ کہ آدمی کے جی میں جو کچھ آئے۔ اور جو
کہنا چاہے بے تکلف ہو ہو کہ سنائے + یہ خوبی خاصہ ایسی زبانوں کو زیادہ
حاصل ہے۔ جنہیں کئی ایک دوسری زبانیں شامل ہیں۔ کہ ان کے میل جول سے اُس میں

بڑی سمائی پائی جاتی ہے۔ اس کے سوا ایسی زبان بھگوانگ لفظوں۔ اور سجاوڑوں۔
 اور اصطلاحوں وغیرہ سے ایک ایسے عودہ بانغ کی سدا بہار کھیتی ہے۔ جس میں جگہ جگہ طرح
 بطرح کے میل بوسے لگے۔ اور رنگ برنگ کے پھول کھلتے ہوں۔ اسی سبب
 چارے بادشاہ وقت کی زبان اس زمانہ میں زبانوں کی بادشاہ ہے۔ چالیس ضفاف
 زبانوں سے زیادہ کے الفاظ۔ تھوڑے بہت اُس میں شامل ہیں۔ اور سبھی مہم
 سے اُس میں ہر مطلب اور مقصد۔ بلکہ ہر علم و ہنر کے ایک ایک سے بڑے بڑے مضمون بیان کرنے
 کی پوری گنجائش ہے۔ چنانچہ بیشمار کتابیں ہر علم و ہنر کی اُس زبان میں تصنیف اور
 تالیف ہوئیں۔ اور دن دن ہوتی جاتی ہیں۔ اور اس سبب سے بھی دنیا کے باشندے
 زیادہ تر انگریزی زبان بولتے ہیں۔ بلکہ جنکی دوسری زبان ہے وہ بھی شوق سے اُس
 سیکھتے ہیں +

اور دو رکبوں جاؤ۔ دیکھو کہ چارے ہی ملک میں۔ جب نرمی ہندی بولی جاتی
 ہوگی۔ تو اُس وقت عہدہ مضمونوں اور علمی بیانیوں کی تو گنجائش کہاں؟ گوئدوں
 بحیلوں کی بولیوں کی مانند۔ رات دن کے پرتان کی بات چیت بھی شکل سے ہوتی
 ہوگی۔ چہ چپ اُس میں رفتہ رفتہ اگلے زمانہ میں اصل سنسکرت اور دکن وغیرہ کی کئی ایک
 دوسری زبانوں کے تھوڑے بہت الفاظ شامل ہو گئے۔ تو علمی حیثیت بحث اور
 شعر و سخن تک کی نوبت پہونچی + پھر پیچھے جب یہاں اہل اسلام کا اثر پڑا۔ تو اُن کے
 اردو یعنی لشکریں کوئی عربی کوئی فارسی۔ کوئی ترکی تھے۔ جنکو اُس کی محبت اور مہربانی

کے ساتھ لیں میں۔ اور دوسرے معاموں کا اتفاق ہوا۔ اس خلافت سے ایک دوسرے
 کی زبان سے آشنا ہونے لگے۔ پھر توفیقہ رفتہ وہ بولیاں آپس میں مل جل کر
 کچھ بڑی ہو گئیں۔ اور گھل مل کر لشکر کی ایک نئی زبان پیدا ہو گئی۔ اسی سے اسکا
 نام اردو پڑا۔ یہ خلعت مظلون، دونایات سوار یا ہوتا گیا۔ اور لشکر کے باہر بھی اردو کا
 رواج ہونے لگا۔ خصوصاً شاہجہاں کے وقت تو لشکر اور دربار کا ہر شہر و ملی کی ہر
 اور بازار میں یہی بول چال تھی۔ اگر مسلمان عربی فارسی کی طرف نہ کھینچتے۔ اور ہندو
 سنسکرت کی طرف نہ ڈھلتے۔ تو یہ زبان ہندوستان میں کبھی کی عالمگیر ہو گئی ہوتی۔
 اس اینجا کھینچی کے مارے۔ جو بچے دنوں کئی ایک سبب سے زیادہ ہوتی گئی۔
 اردو کو سارے ملک پر توفیق نصیب نہونی۔ مگر کچھ بھی آہستہ آہستہ خام و سہل کے
 تمام شہروں اور قصبوں میں اسکا عمل ہو گیا۔ اور چھوٹے چھوٹے گاؤں تک بھی
 کچھ کچھ اُسے دخل پایا۔ بلکہ اُس تک سے بھی اُسے قدم بڑھا کر۔ مشرق میں کلکتہ
 اور دھاکہ تک۔ مغرب میں پشاور اور روٹری بھکر تک۔ جنوب میں ممبئی۔ حیدر آباد
 اور مدراں تک کے بڑے۔ اور کمپں چھوٹے شہروں کو بھی تھوڑا بہت اپنے
 قبضے میں کر لیا ہے۔

اب غور کرو اور دیکھو اس تھوڑے پرگیزی۔ اور بعضے انگریزی الفاظ بھی استعمال
 ہونے لگے۔ اور اس طرح اس زبان کا لمبا۔ چڑا۔ اور چاروں طرف اسکا پھیلاؤ
 بہت زیادہ ہو گیا ہے۔

تو اب ملاحظہ فرمائیے کہ انگریزی ہندی کی نسبت جسے ٹھیکٹ ہندی کہتے ہیں۔ اُردو کے قدر و سیر۔ اور جامع زبان ہی جس میں ہر طرح کے مضمون لکھنے۔ اور قلم کے علم و ہنر کے مطالب بیان کرنے کی خاطر خواہ گنجائش ہے۔ اسے سواد و سرت میں سمجھتے ہیں۔ ایسی بکھری۔ اور صاف ستھری ہوئی ہے۔ کہ اگر انگریزی خالص ہندی تانبے کی ڈھلی لٹوری تھی۔ تو اُردو عمدہ پھول کا چمکتا ہوا تھاں ہے۔ یا ہم ہندوستانیوں کے دماغ کے اعتبار سے یوں کہو کہ اگر ٹھیکٹ ہندی اچھی خوشبودار پھول تھی۔ تو اُردو نہایت ہلکتا ہوا مجموعہ کا عطر ہے۔ +

سرکار و ولتھام نے بھی اُردو کی بڑی قدر کی ہے۔ دطرس زمانہ میں اُسے قیام حاصل کیا ہے۔ جس سے بڑھکر اس ملک کی کسی زبان کو نہیں ہے۔ اس ملک کی ہر کچھری اور دربار میں اُسی کی طوطی بولتی ہے۔ جا بجا ہزاروں مکتبوں اور مدرسوں میں اسکی تعلیم ہوتی ہے۔ حکام و الامتہام کی توجہ۔ اور قدر و اہمیت سے سینکڑوں چھوٹی اور بڑی کتابیں علم و ہنر کی اسمیں تصنیف اور تالیف ہوئیں۔ اور روز بروز ہوتی جاتی ہیں۔ + مگر علم ادب کی کوئی عمدہ اور جامع کتاب اس زبان میں عاجز کی نظر سے نہیں گزری۔ اور نہ کہیں سنی گئی۔ جو طالب علموں کو تہذیب اخلاق و عادات میں فائدہ دے۔ اور تحریر و تقریر میں لیاقت بخشنے +

یہ سچ ہے کہ کسی ایک صاحبوں نے اس زبان کی تحصیل اور تکمیل کے لیے چند چھوٹی اور بڑی کتابیں مشہور شاعروں اور مخفروں کے کلام سے منتخب کئے

تیار کریں۔ جو کاتب اپنے زور و قوت سے ان کے بھی ہوئیں۔ گوارا فرمائیے کہ ان صاحبوں نے تادیب و تنذیب کا لحاظ بہت کم کیا ہے۔ بلکہ بعضوں نے تو حال کے محاوروں۔ اور عمدہ کلاموں کے کتاب کی ترتیب کا بھی خیال نہ کر کے چند کتابوں کے کچھ کچھ ایک ایک جگہ ڈھیر لگا دیا ہے۔ یہ مانا کہ اردو شاعروں اور سخنوروں نے عشق کا مضمون پسند کیا ہے۔ بلکہ اکثر نے ساری عمر ہی ونا رویا اور زیادہ تر ایسی حکایت اور شکایت میں اپنا وقت عزیز گھویا ہے۔ اور اسکے سوا اگر دوسرے مضمون بھی لکھے تو وہ بھی تنذیب کے خلاف اور ثقاہت کے بعید ہیں۔ پھر بھی یہ بات نہیں کہ ان تصنیفات میں مفید اور مناسب مضمون بالکل نہیں۔ بلکہ بہتر سے اچھے اور پکے شاعروں اور فنشیوں کے کلام میں جہاں تہماں عمدہ طلب۔ اور بہتر مقصد بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار اس عاجز چھوٹی بڑی میں کتابوں سے زیادہ نامی نامی شاعروں کی جمع کر کے تعلیم و تربیت کے قابل مضمون ان میں تلاش کرنا شروع کیا۔ ایک عرصہ کی محنت کے بعد مختصر سی ایک کتاب حسب مروج ہو گئی۔ جس کا نام گلزارِ بخار رکھا۔ چنانچہ وہ صاحبان والا شان مسٹر کالن آئے آبرو و رنگ صاحب بہادر ایم اے۔ اور پھر جی ڈاؤس صاحب سہارنپور کے اعلیٰ سررشتہ تعلیم کی منظوری اور قدردانی سے ۱۸۶۴ء میں پہلی بار مطبوع ہوا۔ ممالک متوسطہ کے کاتب میں جاری ہوئی۔ اور عموماً لوگوں میں مقبول ہوئی۔ اب چار برس ہوتے ہیں۔ کہ جب سے حقیر نے ممالک مغربی و شمالی۔ اور

اُسکے قرب و جوار کے ملکوں میں جگہ جگہ علم ہنر کا چرچا۔ اور کئی عمدہ ترقی پائی تھیں۔
 دیکھی۔ اور کانوں سنی اور جناب علی القاب الانحطاب ہنر سر ولیم مسور کے
 سی ایس آئی لفٹنٹ گورنر بہادر و ام قبالہ اپنے قدیم مرتبی اور ولی نعمت کی
 توجہ اس جانب بدستور پائی۔ تو یہ بات خیال میں آئی۔ اور جی میں سمائی۔ کہ محنت شرط
 ہے۔ عجب نہیں۔ کہ اگر اردو کے نامور شاعروں اور سخنوروں کی نظم اور شکر کتابوں
 کی غور و تامل کے ساتھ سیر کی جائے۔ تو علم ادب میں حسبِ ادب ایک عمدہ کتاب
 کچھ عرصہ بعد تیار ہو جائے۔ جو طالب علموں کی تادیب اور تہذیب میں کام آئے۔
 چنانچہ اسی نیت سے ان کتابوں کو اور دھڑ دھڑ سے دھونڈ دھانڈ کر جمع کیا۔
 اور فرصت پا کر روز روز انکا دیکھنا بھالنا۔ اور اچھے مضمون کسی سے چٹا کسی سے
 بجنسہ نقل کرنا۔ اور کسی کا خلاصہ کرنا شروع کیا۔ بلکہ اردو کے سوا کئی ایک دوسری
 زبانوں کی کتابوں سے اُس گوں کے مطلب اور مقصد انتخاب اور ترجمہ کر کے شا
 کرتا رہا۔ یہاں تک کہ خدا کی عنایت سے یہ مجموعہ نو جلدوں میں مرتب ہو گیا۔
 اور نام اسکا بہارِ ہند رکھا۔

فقیر کی گانٹھ مٹھی میں تو کچھ تھا۔ اور اسلئے وہ عرب کے ایک بدوی کی مانند
 جو گڑھے کے پانی کا ایک گھر بھر کر اپنے ریگستانی ملک کا عمدہ تحفہ سمجھا خلیفہ بغداد
 کے پاس بڑی محنت اور کمال احتیاط کے ساتھ لے گیا تھا۔ ویس پر ویس گدائی
 کر کے۔ اور جو جہاں سے ملا شکر گزاری اور دیانتداری کے ساتھ لے کر

اور پیوستہ فیروز خان پٹن کی جھگڑ بجناب نواب ستخانہ اوشتم نہایت ادب
اور تعلیم کے ساتھ بطور نذر پیشکش کرتا ہوں *

تہمید

کلام و حال سے غالی نہیں نظم ہوتا ہی یا بشر
 نظم وہ کلام ہی جو مقرر وزنوں میں سے کسی وزن پر موزوں یعنی ٹکٹا ہوا اور
 باقافیہ کہا جاتا ہی نہیں تو وہ شعر گنا جاتا ہی
 نظم کی گیارہ قسمیں اسکی جدا جدا صورتوں کے اعتبار سے ہیں اور دو اسکے
 الگ الگ مضمون اور مطلب کی وجہ سے
 اقسام صوری نظم کی یہ ہیں ^۱ مصرع ^۲ بیت ^۳ رباعی ^۴ غزل ^۵ قصیدہ
^۶ قطعہ ^۷ مثنوی ^۸ مستط ^۹ ترجیع بند ^{۱۰} ترکیب بند ^{۱۱} مستزاد
 اقسام معنوی اسکی تالیخ اور مرثیہ ہیں

مضمون سے مراد بیان وزن و معنی ہی عود مضمون سے فارسی اور اردو کے لیے ہجرت
 و ردی ہیں انھیں کے وزنوں کا امتیاز ہی اسکا مفضل بیان آٹھویں باب دیکھو
 + اچھے محقق لوگوں نے نظم کو قافیہ کی قید سے آزاد دکھا ہی لیکن اکثر لوگوں نے اسے

کلام کو جو کسی وزن عروضی پر ہو گا قافیہ دار نمونہ کی قسموں میں شمار کیا ہی نہیں۔ ایسے اُنکی اطلاع
 بموجب قافیہ کی قید مولف نے بھی سیادہ لگا دی ہے قافیہ دو یا زیادہ جہے جہے لفظ ہوتے
 ہیں جنہیں کئی ایک حرف اور حرکت دو یا زیادہ مصرعوں یا شعروں کے آخر میں یا حکم آخر میں کر دیتے ہیں
 جیسے جاں و زباں و زباں اسکا مفصل بیان آٹھویں بہار میں دیکھو

” لہگوں نے مصرع کو نقل استعمال کے سبب نظم کی قسموں میں گناہی لیکن حقیقت میں
 وہ ایک قسم اسکی ہے اور تشبیب کو جو بعض قصیدوں کے بعض اشعار کا نام ہے جن میں ایک
 خاص طرح کا مضمون ہوتا ہے نظم کی قسموں میں شمار کیا ہے لیکن حقیقت میں وہ کسی خاص صفت کی
 نظم ان قسموں سے الگ نہیں ہے

” واسوخت تیسری قسم ہے لیکن اسکے مضمون اس مجموعہ کے مطالب سے کچھ مناسبت
 نہیں رکھتے بلکہ سچ بویوں ہی کہ وہ کسی بھلے آدمی کے پڑھنے اور سیکھنے کے لائق نہیں
 اسلئے اسکا ذکر اور مثال اس کتاب میں نہ کر نہیں رہی۔“

۱۱

پہلی فصل مصرعوں میں

مصرع ایک فقرہ ہی جو کسی وزن پر کہا گیا ہو چاہے تنہا یا ویسے ہی
بموزن و دوسرے فقروں کے ساتھ +

مہر مع

یادِ الہی

کل عالم تیری یاد کرے تو صاحبِ بکاشچا ہی
 چاہیے بندے یہ کہ شائق ہوں خدا کی یاد کے
 دعا اللہ سے رورو کے حاجت مند کرتے ہیں
 بندہ کو بھولتا نہیں اللہ یاد سے +
 خدا ہی مہربان اور مددگار ہی +
 خدا سے کون بندہ پر زیادہ مہربان ہوگا
 خدا حامی ہی اپنے بندہ عاجز کا مشکل میں +
 جز خدا کوئی شریک حال مشکل میں نہیں +
 فضل کرتے دیر کچھ لگتی نہیں اللہ کو +
 خدا مہربان ہو تو کل مہربان +
 اُسکی خدائی اور یکھائی +
 نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ تھا تو خدا ہوتا +

نظم

سب

اش

ایضا

ایضا

ایضا

غالب

آباد

معلوم

غالب

سب کو مقبول ہو دعواتری یکیتانی کا :

شکرانہ

ہیں لاکھ لاکھ شکر خدا کی جناب میں +

المنّة عند تقدّس وتعالیٰ

ہر حال میں خوش

پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش رہتا

وقت کی قدر

گیا وقت پھر ہاتھ آئیں !

دور روزہ زیت کو انسان نہ راگیاں کا

بیکار مباحش کچھ کیا کر !

محنت کا پھل

ریج راحت کامرے واسطے سامان ہوگا +

بر باد نہیں کسی محنت نہوتی +

محنت کسی کی راگیاں مگر زمین جاتی

پہلے محنت ہی پیچھے مزدوری +

تدبیر

شیر کو لاتے ہیں قابو میں شیر تدبیر سے

غالب

آتش

نظیر

نظیر

حسن

آتش

معلوم نہیں

مومن خاں

معلوم نہیں

ایضاً

ایضاً

ناسخ

بات بگڑے تو بت دریغ بنانا ہی شرط +

آدمیت اور اہلیت +

آدمیت یہ خدا داد ہی - اللہ اللہ !

آدمی کو آدمیت شرط ہی +

آدمی ہونا بہت مشکل ہی - مہسر !

سغاوت -

ہاتھ کو اپنے نہ خیرات سے انساں روکے +

سچی کو اجر ہوتا ہی زیادہ خیر بہناں میں +

ہاں ! بھلا کر ترابھلا ہو گا !

خاکساری +

خاکساری چاہئے عبدِ خدا کیو سطلے +

خاکساری ہی جو ہر انساں +

خاک کے پتے کو بالکل خاکساری چاہئے +

صبر

ای دل دیوانہ ! صبر کو خدا رکھتا ہی دوست +

صبر کر صبر اگر ہی صبر کا اجر +

بندہ سسکیں کے اوپر رحم کھانا چاہیے +
 ممکن نہیں نصیب ہو بیرحم کو رشتہ +
 دل کی صفائی اور روشنی
 زیادہ چشم سے لازم ہے روشنی دل میں +
 صفاۓ قلب سے پہلو میں ہم نے جامِ جم بایا +
 آئینہ وار دل کو رکھ اپنے صفا پرست !
 جامہٴ دل کو باخلاقی سے دھونا چاہیے +
 غفلت نہ چاہیے

گر آدمی ہے۔ نوزیرِ آسمان غافل !
 خوابِ غفلت میں نہ مگر کرے انسان سفید +
 معاذ اللہ۔ کتنا موت سے انسان غافل ہو !
 فکرِ عقبت +

توشتِ آخرت کی منکر ہے +
 روح کو ہی ہو سِ عالمِ بالا باقی +
 ایفار وعدہ

لازم ہی آدمی کو۔ جو منہ سے کہا۔ دیا +

آتش
نہیم

آتش
ایضاً
سودا
تراب

وزیر
آتش
ناسخ

میر
آتش

جرات

مرد ہی وعدہ و وفا ہوتے ہیں +

نیک کام +

نیکی کرے بسکام آگے آئے کہ کو نکوئی +

کافہ اچھا ہی وہ جسکا کہ مال اچھا ہی +

نیک کی چشمداشت نہیں بد نہاد سے +

نیکمر +

باغ فردوس میں مردانِ خدا جا ہیں +

وہ جو کامل ہیں فضیلت ہی انہیں ہر حال میں +

اگر نام آوری مقصود ہی۔ نیکوں کی صحبت کچھ +

عیب پوشی +

عیب پوشی سے کہیں تیرے ہی کم پوشاک کا +

عیب پوشی بھی عجب بے صف ہی ہے جان اللہ +

قناعت +

ہیں جو فانی خانہ دیرانی میں۔ بیامان نہیں +

خاموشی +

ہی لطفِ خموشی میں تکریم سے زیادہ +

چپ بھلی۔ گو لنگھائی کھینچنی آئیں پرے +

ترکب

غالب

اکثر

اکثر

ایضاً

ایضاً

وزیر

ناخ

ذوق

رعیت نوازی

رعیت پر رعایت چاہیے کرنی سلاطین کو +
آدمی کی بدی +

یہ آدمی ہیں۔ کہ کہا کہا گناہ کرتے ہیں!
کون بندہ ہی خدا کا۔ جو گنہگار نہیں؟

غور و

آدمیت سے یہ نخوت یہ تکبر ہی دور +
جنوں سمجھتا ہوں جسکو غور ہوتا ہی +
غور و راج دور روزہ عبت ہی تھکوا۔ امی اسفل!
سچ ہی یہ میٹل ہے ہر بڑے بول کا نیچا +

ظلم

خون۔ آخر۔ بیگناہوں کا گریباں گیر ہی +
ظالم اخلا سے ڈر۔ کہ درتوبہ باز ہی!
بڑے کام کا انجام +
کارِ بد کردہ کا انجام پیشانی ہی +
کوئی اچھا نہیں ہوتا ہی بری چالوں سے +
بد کام کا مال برا ہی سزا کے دن +

آتش

وزیر
ناسخ

ناظم
بند

ناسخ
جوہر

معلوم
نسیم

آتش

ایضاً

میرین

فی الحقیقت۔ کہ بڑا کام بڑا ہوتا ہی +

جیسے کوئی سیسا +

چ ہی۔ بچو جیسا کرے۔ ویسا ہی آجاتا ہی +

جھوٹ کا پھل +

ہوتا ہی پردہ فاش کلام دروغ کا +

جھوٹے کا اعتبار نہیں ہی جہان میں +

تمقہ +

ہی رنگِ برق ہنسنا آدیت سے بعید +

اومی کا حال اُس کے کام سے جانا +

کھوٹے ٹکڑے کا پردہ کھل جائیگا جلد میں +

نہیں کھلتا ہی بے میدان کے جوہر ہی کا +

دوست اور دوستی

بہت جہان میں دھونڈا پریشنا نہ ملا +

دوستی وہ ہی۔ نہ جو جسمیں غرض کا شائبہ +

زمانہ کے انقلاب +

چار دن چاندنی ہی۔ چار دن اندھیا رہی +

ہمیشہ رنگ زمانہ بدلتا رہتا ہی !
 شادی و غم جہاں میں تو اُم ہیں !
 دنیا آرام کی جگہ نہیں +
 جاے آرام نہیں گنبد گرداں کے تلے !
 یہ مشککہ نہیں ہی۔ یہاں نگ اور کچھ ہی !
 دنیا اور اہل دنیا سب فانی ہیں +
 جو خاک سے بنا ہی وہ آخر کو خاک ہی !
 میاں اک دن وہ آویگا نہ تم ہو گئے تم ہو گئے !
 ملیگا خاک میں وہ۔ جو ہوا ہی خاک سے پیدا !
 مہمان چنر روزیہ عمید شباب ہی !
 بھروسہ ساز نگانی کا نہیں کچھ !
 دُودن کی سیر میں یہ گلستاں تمام ہی !
 کبا بھروسہ ہی بہارِ گلشنِ اِچھا دکا !
 گل گلزار میں ثبات کہاں ؟
 نہ کوئی مال دنیا کا اور ٹھالیجا سیر !
 چل چل ہی کارخانہ ہستی موہوم کا !
 سب بے فانی ہیں۔ مگر ذاتِ خدا تھی ہی

آتش

رہت

آتش

سپ

نظیر

ایضاً

آتش

ایضاً

ایضاً

ایضاً

آباد

ناسخ

ایضاً

نیاز

تراب

خزان +

کیا موسم خزاں ہی صبا۔ کیا ہوا چلی !
بہار باغ ہوتی ہی خزان موسم ہی پت جھڑکا +

باغ و بہار +

چمن میں کھل گئے گل موسم بہار آیا !
چمن سرسبز ہی بارانِ رحمت کے نقص سے

متفرق مضمون

طلب محال کی غیبِ خیالی خام نہیں +

توسنِ چالاک کو کیا حاجت مہینہ ہی؟

فقیر کو نہیں درکار شان اسپروں کی +

لوگ کہتے ہیں درود دیوار کے بھی گوش نہیں +

تازہ دم کرتا مسافر کو تھک سہ راہ کا +

شعور چاہیے ہی ہستیاز کرنے کو +

رتبہ تحقیق ملت اہی کوئی تقلید سے +

شرط سلیقہ ہی ہر اک امر میں +

جو کہ معدوم ہیں انکی ہی طلب لا حاصل +

بدگماں اہم کی داور نہیں لقمان کے پاس +

رند

آتش

تراب

آتش

آتش

ایضا

ایضا

ایضا

ایضا

سب

باغ

سب

نہ

ذوق

رہنمائی کی زکھہ چشم - دلا ہرن سے +
 اُس آنکھ سے ڈریے - جو خدا سے ڈری آنکھ +
 چھپے ہر کہیں خاک ڈالے سے چاند !
 شیر قالیں اور ہر شیر نیستیاں اور ہی +
 خوار غوطا ہر میں ہیں - آنکھ جھارت نہ دیکھ +

ذوق

وزیر

حسن

ناسخ

دوسری فصل

بیتوں میں

بیت

دو مصرعوں کے مجموعہ کا نام ہی جو ایک ہی وزن پر ہوتے ہیں چاب ہے دونوں کا قافیہ موافق ہو یا مخالف اور چاب ہے وہ آؤر بیتوں کے شامل کئی گئی ہوں اور چاب ہے تنہا۔

بیت کو شعر اور فرد بھی کہتے ہیں مگر بعضوں کے نزدیک فرد اسی بیت کو کہتے ہیں جو تنہا کئی گئی ہو تو اس صحت میں بیت اور شعر عام ہی اور فرد خاص جس بیت کے دونوں مصرعوں کے قافیے موافق ہوتے ہیں اُسے مطلع کہتے ہیں۔

بیتیں

خدا کی ذات - وصفات

ہم نہ دیکھیں - تو دید کا ہی قصور -	وہ تو ہر جا پہ آشکارا ہی +
ترے سوا ہی کریم اور رحیم کسی ذات؟	نجات کس سے طلب ہم گناہگار کریں؟
رزا ق نے کیا تجھے پیدا جہاں میں بعد -	موجود پہلے رزق ترا شہر سے ہوا +
طوفان آئیں - ایک مخالف ہو پہلے -	کشتی خدا جو چاہے - تو بے ناخدا ہے +
آب ہر اک آنکھ کب لاتی ہے سیر نور کی -	دیدہ موسیٰ اہو تو دیکھے تجلی طور کی +
امید دارِ لطف ہی یہ خاکسار بھی -	تیری جناب - بار خدا یا! بلند ہے +
عاجز نواز تجھ سا کوئی دوسرا نہیں!	سجود کا انیس ہی جہدم علیہا +
کافر ہی منکر اسکی کریمی کی شان کا -	خالی پناہ کب گفت سائل میں آگیا؟
چشم بنیا بھی عطا کی - دل و نا بھی دیا -	مرے اللہ نے جہاں کیے مجھ پر کیا +
آوازہ تیری مدد کا ہی پسک گوش زد -	پیشہ سے درجہ نہیں سکتا ہی فیل کا +
دست قدرت سے بنایا ہی خدا مقرر تن -	دخل ہمارا تم میں ہی - نفع ہی مژدہ کا +

آتش

کمی نہیں تری درگاہ میں کسی شے کی

صانع پر وہ۔ یہ صورتیں اسکی صنعتیں

طوفان میں ناخدا کی کشتی نوح کی۔

معرفت میں تیری ذات پاک کے

خدا پہناں ہی عالم آتشکارا۔

گو تاہیماں کند ہی قاصر و زودا۔

کرم حق سے ہوں آئین ستم دوارا۔

خدا سے مانگ جو کچھ مانگتا ہی آتش

ما سوا تیرے نہیں رہے کچھ بابائی

منزلہ وہ تو ہی کون مکان سے۔

جس شمع کے پروا آ رہا ہے بہت

کہونکہ کھول ترا یہ تیری خبر نہ لے۔

حق تو بے پردہ عیاں ہی آنکھ کھولو

بنایا خاک سے سکوہ بل پر سبکی صوت ہی۔

خدا کے کام کچھ آلات پر نہیں قوف۔

جان ہی ہے جسے تھکوانان بھی لگا دی

رزق کا کیا غم اگر ہوتا ہی تولد بعد طفل۔

ناسخ

✓

✓

وہی ملا ہی۔ جو محتاج کا سوال ہوا

اللہ ہی تہم۔ یہ عالم جدید ہی۔

حقا جواب ہی نہیں تجھے کفیل کا

اڑتے ہیں ہوش و حواس ادراک کے

سناں ہی گنج۔ ویرانہ عیاں ہی۔

بام مراد عرش ہی رب جلیل کا

پائے کا ڈرنہیں ہتا اثر باراں سے

کریم رونہیں کرتا سوال سائل کا

جو ہی فانی ہی۔ تری ذات ہی۔ الہا باقی

مکان اسکو کہاں۔ جولا مکان ہی؟

روشن ہی اسی شمع سے یہ انجمن اپنا

تو در پہ جسکے بیٹھ رہا ہی فقیر ہوا

سوجھتا جسکو نہوے کیا کرے معذور

سوا تیرے۔ یہی صنایع عالم کہیں ہی

ابو البشر ہوئے بے مادر و پدر پیدا

جو ترا خلاق ہی ناسخ ادہی رزاق ہی۔

پہلے بھرتا ہی خداستان مادر شیر سے

ابرہی اس ابر حمت کی سواری کا غبار۔	رعد بھی اس کے جلو میں ایک برفندار۔
ناسخ جو فقیہ ہوں۔ نہیں غم!	میرا اللہ تو عسلی ہی +
ای درو! منبسط ہی ہر سو کمال اسکا۔	نقصان گر تو دیکھے۔ تو ہی تصور تیرا! درو
آیاتِ حق ہیں سار۔ یہ ذاتِ کائنات۔	انکار تجھ کو ہووے۔ سوا تو کریں نہو! میر
بھر بلا سے کوئی نکلنا مرا جہاز!	بارِ خدا سے غزوہ جل ناخدا ہوا! +
مرے مالک نے مے حق میں احسان کیا۔	خاکِ ناچر تھامیں۔ سو مجھے انسان کیا! +
فصلِ خداوند اگر سی نسیم۔	ویر نہیں حلِ مہمات میں + نسیم
کام یہ تیرا ہی تھا رحمت ہی۔ ای ابر کریم!	در نہ جانے غصیاں میرا دامنِ حطو کریم! ذوق
عجب ای باغبانِ نقاش عالم کی صنعت ہو	ہر گل کی نئی تصویر کھینچ ہی گلستان میں آباد
قادر وہی۔ کبریا وہی ہو	آخروہی۔ ابد را وہی ہی + نسیم
کب نہ تھا وہ کب خدا حکم و عدل تھا؟	آخر آخر نہیں۔ یا ازلِ اول نہیں؟ اسپر
بانٹا ہی رزقِ سکراتِ دُنِ ستِ کریم۔	دیگِ عالم میں۔ یہ گویا ہاتھ ہی کفِ کریم! +
ہم غریبوں کا وہی پار کر چکا سیٹ۔	جسے دریائے جہاں پر پلِ گردونِ جہاں! +
دل میں تو آنکھوں میں تو جسم تو جان تو	پر جگہ سے نہیں واقف ہر جا ہی تیری! +
جن فنا انس فنا عشق فنا و شوق فنا!	ذاتِ باقی ہی۔ تو اس کی بس باقی ہو! +
دو آواز ہی تیرا۔ نہ تو انجام ترا۔	تھی ہمیشہ سے ہمیشہ ہی خدائی تیری! +
تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار۔	نہو تجھ سے نو میرا امید و آ + حسن

یا دالہی

+

گویا

آتش

"

"

"

"

تراب

"

"

"

"

رند

"

"

ذوق

"

سپر

"

خدا کو یاد کر۔ اسی غصہ پاک!

زباں چلتی ہی گویا لہجہ کچھ نہ خدا کرے۔

تیا ہی میں ہی لازم یاد حق اہل توکل کو۔

حیف ہی خاک کا پتلا نہ کرے یاد اُسکو!

ہنر وہ ہزار عالم دم بھرتا ہی تیرا!

خیال تن پرستی چھوڑ فکر حق پرستی کر!

تراب کام ترے سب سبست ہو جاویں۔

تراب و شخص کو ہم نیک خوش چاہئے۔

ابو ہستی ہی ہی حق سے مناجات مجھے۔

تراب اُسکو معرکہ بہت جسے عبادت کی۔

ساکت نہ آدمی ہو کبھی ذکر خیر سے۔

جیسے نسیم ہر سحر تیری کروں چست جو۔

ہرزیمات کا ہی سبب جو حیات کا۔

پاک رکھہ اینا دہن نہ کر خدا نے پاک سے۔

یاد حق میں رہ اگر منظور ہی آنکھوں میں نہ۔

خدا کی یاد ہی لازم کہ ہو درستی دل۔

بنایا جسے تجھ کو ایسا چالاک!

اہل آئی۔ تو پھر برگزینی بات کی فرصت!

خدا پر چھوڑتا ہی نا خدا کشتی کو طوفان میں!

الفت اللہ کو کس مرتبہ ہی انساں سے!

تجھ کو نہ چاہے اسی خلقت نہیں ہو کئی!

نشاں ہوتا نہیں ہی۔ نام جاتا ہی انساں!

جو کو لگا دے خداوند کار ساز کے ساتھ!

خدا کی یاد میں جسکی کٹ اوقات ہو وہ!

بندگی اُسکی نہ بھوکے کسی اوقات مجھے!

غنیمت ہی یہاں جو دم خدا کی یاد میں!

گویا زبان ہو۔ تو ذری گشت کو ہے!

خارہ بخانہ۔ در بدر۔ شہر بشہر۔ کو بکو!

بکھلے ہی جی ہی اُسکے لیے کانٹا کٹ!

کم نہیں تیری زباں منہ میں کڑوا کر سے!

محفل عالم میں ہی محتاجِ روغن ہر چراغ!

مکان بغیرِ مرمت خواب رہتا ہو!

+ جس شعر یا عبارت کے مختلف کا محض اور نام دونوں معلوم نہیں ہوں یہ نشان اس کتاب میں کیا گیا ہے۔

شکر الہی

حیوان پر آدمی کو شرف نطق سے ہو
شکر خدا کرے۔ جو بانِ بشر کھلے + آتش
کپا غضب ہو! شکر محسن کا بشر کو نہیں آیا
ہی زبانِ برگ سے ہر گل ثنا خوانِ بیا + ناسخ

خدا دوست

خوشا وہ دل! کہ تھو جس دل میں آرزو پڑی
خوشا دماغ ہے جسے تازہ رکھے بُتیری! آتش
اُسکو کپا خطرہ ہی! اللہ تھو گھمبیاں اُسکا
دل چس شخص کے لہکا ہر نقش کدوا + تراب
دشمنی سے اُسے کپا ڈر ہی کسی بندہ کی
سر تھو جسکے زبردست مددگار خدا +
دلہ ہی جسکی کرے فضل۔ و کرم اللہ کا
کیا خطر! پھر اُسکو تھو سے آفت کجا + ہر چند

راضی برضا

تسلیم۔ و رضا اُسکی نہیں چاہیے حال
خداوند ہی وہ پسندگی ہی کام ہمارا + رب
جبرِ شک کے شکوہ نہ کہی آئے زبان پر
انسان ہی۔ تو بارہر نو تو مرنی سے + رند
سعادتمند قسمت پر ہیں شاکر۔
ہما کو مغرِ یاد اُم استخوان ہی + آتش
شاکر رہے تقدیر پر انسان۔ تو بہتر
ماتا نہیں کچھ رنج۔ و تالم سے زیادہ + نسیمِ دل
ست اس چمن میں غنچہ روشن ثوبِ عبادش کر
بازند گل شگفتہ جس میں معاش کر + میر

غفلت اور بیداری

کروں دن ات بیداری کہ غفلت کجا ہو
جو کوئی سویا۔ وہ دیکھا نہیں کجا جو کوئی جاگا + تراب
جو دنیا میں بکر ہوا حق سے غافل۔
نتیجہ اُسے کپا ملا نہ زندگی کا! +

گویا	سفید ہو گئے موتے سیاہ غفلت چھوڑا!	ہوئی ہی صبح کوئی دم چراغ ہستی ہی +
آتش	خواب غفلت میں کھڑا ہنگام پر ہی آگیاں	چونک! ہوئی ہی نماز صبح - غافل قضا +
"	عہد پیری میں تو کرایہ الہی - غافل!	رات تو کٹ گئی غفلت میں کھو فرصت +
"	آخر ہو گئے غفلت میں دن جوانی کے	بہار عمر ہوئی کب خزاں - نہیں معلوم!
"	خدا کی یاد جوانی میں - غافلوا! کر لو!	وگر نہ وقتِ فضیلت تمام ہوتا ہی +
"	گفتگوئے اہل غفلت کی حقیقت کچھ نہیں	خواب میں چلائے ہر خیز آدھی غافل +
"	عجیب بھول بھلیاں ہیں غفلت ہستی -	جسے کہ راہ ہوئی اس سے غیب بھی کھا!
جرات	کوچہ دہریس - غافل! نہو باندہ نشست	رہ گذر میں کوئی کرتا نہیں بستر اپنا؟
"	شب جوانی میں غفلت کی موم سے سوتے	تو صبح پیری میں صدہ خار کا پہونچا +
ذوق	خواب غفلت سے نہو بیدار کہ آئی پری	نہیں متاب یہہ ہی روشنی صبح حیل +
آباد	اتنا بھی نہ محفل ہستی میں توبہ مست!	دور آنکھوں سے کر نشانے مے بخیری کا!
وزیر	صین بہوشی ہی ہشیاری نہ سمجھا جاتا	اہل غفلت کی توبیداری کبھی کبھاتی نہیں
ناسخ	غافلوا! نشاء دولت سے نہ اتنا سکڑا	دیکھنا کاہ سہہ کا سہہ سائل ہوگا!
"	غفلت اہل جہاں تردد ہستی کی ڈھیل	غلبہ ہوتا ہی رطوبت سے مقرر خاک +
"	ہو گئی بالکل بھلائی عمر غفلت میں بسر	عرصہ اپنی زندگی کا - کہا اگر اک خواب تھا؟
"	ہوئی ہی تویرِ خرم سے اہل غفلت کو گریز	بیشتر انسان بھجائے ہیں دمِ خمن چراغ
"	بزمِ عشرت میں میں طبلے غافل و طبل حیل	یہ مجبوروں کی صدا بانگِ در اسے کہہ

اہل غفلت جو کہ میں دنیا میں ناپائیدار ہوں۔	بند ہو جاتی ہیں انکھیں خواب کی تانہ سے +
اہل غفلت کا ہی ہر جزو بدن تک دشمن	ہاتھ بھی خواب میں ہی سینہ لکڑی بھاری +
یہ مش سچ ہی۔ جو جاگیگا۔ سو پاویگا۔ دلا	بخت بیدار کشنا ہی دیدہ بیدار کا +
یہ سراسر شونے کی جاگہ نہیں بیدار ہوا	ہمنے کر دی ہو خبر تلخ و خوب ڈار ہوا +
غافل ہیں ایسے شوقین ہیں گویا جہاں لوگ	حالانکہ رفتی ہیں سب اس کاروں کے لگے +
جاگنا تھا ہکو۔ سو بیدار ہوتے رہ گئے	کارواں جا آ رہا۔ ہم ہارے سوئے رہ گئے +
شفیق صبح نہ دیکھی نہ سنی نوبت صبح۔	وقت کو ہاتھ سے کھوئی ہو غفلت صبح۔
کہاں تک کروٹیں لاکر گیگا خواب مٹی	ذرا کھول انکھ۔ اؤ غافل کہ دم بھر میں سو رہا +
خدا کو بھول گیا۔ محو خود پرستی ہی۔	تو اور کام میں ہی۔ موت تجھ پہنچی ہو +

مالِ ندیشی +

آغاز سے ہر امر کا انجام خوب ہو۔	انسان کو خیال رہے گر مال کا +
ابھی سے فکر کر آغاز میں انجام عقوبتی کنی	کہ پھر فوس ہی بجای جو وقتِ ابدی کنی +
مناسب ہی بشر کو فکرِ آخر و زِ اول سے	پھر آسانی کہاں ممکن جب آیا وقتِ کل +
پوچھتے نہ سے۔ اور نہ آخر میں ہو۔	اسکو ہم کو رہی کہتے ہیں بھوکے ہیں +
فکرِ فردا روزِ اول ہی سے کھنا چاہیے	پیش۔ و پس جس شخص نے سمجھا۔ وہ چرچا +

+ صرف نسیم سے مراد اس کتاب میں نسیم دہلوی ہی +

سفر عاقبت کی تیاری

بہرِ بزمِ بیٹھے ہو کہوں؟ منزلِ ہستی میں۔ زندہ
 کوچ درپیش ہی تیاری کر دھپنے کی +
 میرا اگر ہی تو عاقبت اندیش +
 نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہی +
 کل کی ضرورت فکر ہے تجھ کو۔ یا آج ہی کار نیک۔ وہ دین تجھے اختیار آج +

رند
 سپر
 آتش
 اسپر

حال کا وقت غنیمت ہی

جو کرنا ہو۔ سو کر لو آج۔ دیکھو اہمیت کی
 گھڑی میں کچھ سے کچھ ہی کیا بھر سار گدائی +
 عمل خیر کر کے کچھ۔ غافل +
 وقت فرصت و گرنہ جاتا ہی +
 آج جو کچھ ہی ہو کہاں ہی کل؟
 چھوڑ مت نقد وقتِ نسیم پر۔
 جہاں میں رہیں لگتی آنکھ منہ سے پڑ
 تمہیں تو چاہیے ہر کام میں شتاب کو +
 کرنا جو کچھ ہی ہو شتاب کرے +
 کہ بھر فرصت کہاں جب حکمِ رب العالی آ +
 غنیمت جان مہلتِ ہست کی چیدہ ہی +
 نہ ہاتھ آئیگا پھر یہ موقع۔ جو آب ہی +
 یہ وقت لہو و لعب میں کھو نہ آدمی۔
 کرتا ہی بندگی کو جو اسکی خدا قبول +

تراب
 رند
 سپر
 شہم
 رند
 آتش

خلو۔ اور تواضع

عہدِ طفلی ہی سے ہی شوقِ تواضع لازم
 حلقہ آسانی سے بن سکتا ہی خوب تر کا +
 گلزارِ لطف و خلقِ شگفتہ رہے ام
 اس بلبل کی بہار۔ الہی خزاں تنوہ +

آتش

میر	ہی چوب خشک بوجہ ہنوس اگر کسے بچ	خوش سہرتی ہی جس کے کہ ہوتا ہی اعتبار
دود	ہی شاخ شردار میں گل پہلے شمر سے	وہ خلق سے پیش آتے ہیں جو فیض سنا
وزیر	جب ملیں مجھک کر ہوئیں باخون راہ گلیاں	کر تو وضع غم جو ہو نیت بلند ہر کا
نارس	مثل خاتم خم اگر قامت نہیں خاتم نہیں	جو کوئی ہی با تو وضع ہی سلیمان ماں
	مورد سجدہ قد خم شدہ محراب ہی	کر تو وضع تارہیں سب تیر کے گنگول
	اسے قامت کو خمیدہ مثل خاتم کچھ	نام رہ جاتا ہی دنیا میں تو وضع کے سبب
	ہو اگر محراب سجدہ بھی اُسے خم چاہیے	وے جسے رفعت خدا اُس کو تو وضع ہو
حیدر	افسانہ اُنکے خلق کا ایں رمیاں رہا	ہی طو کہاں جہان میں خاتم کہاں نا؟
وصف	حسن سہرت کی کیا کر جستجو	صورت ظاہر یہ مت مغرور ہو
اسیر	خم محراب میں سر ہو گوں ہر ایک سا جھل	تو وضع اس سے کہتے ہیں جو صفا تو وضع
	دیکھ نہ بار شمر سے شاخ پیا شمار کی	پنجیہ کا روں کہ تو وضع اس میں پیش ہو
	کنا شامری نظر میں ہی جھک جال بوند	عالی جو خلق سے ہی کہیں کہ ہر کاش
	پانی زمیں پہ جانبدارستی روانہ ہو	دل جھکے صاف ہیں وہ تو وضع پسند

چند خلیق و سند خوئی

اکثر	کنش سے کہتے ہیں دم نعل آہن پر یا	اس قدر تو ناگوار تو گراں غم کو
	سجھ سہلے جو کسی پر گراں ہو	انساں کو چلیے کہ نہ ناگوار طبع
ناسخ	ناسخ عالم میں نظر ٹپتی ہی کسی خار پر	گل میں خوش نفعی مقبول نظری تند خو

نیک

رند

حق تو یہ ہو کہ عجب لوگ ہیں دانِ خدا

آتش

دیں نہ اربابِ صفا ہرگز کسے دلوں پہ

"

کیا کر کلفتِ آیام میں بھی قدمِ رفعت

"

جو کامل ہیں نہیں اندیشہ آتش آنکھوں میں

نہ

نیک نیت کو بدی کا نہیں منظور عرض

نیکیں

پاک رکھ اپنی تونیت۔ پاک رہ !

"

نیک ہو کر جی۔ بدی سے جی اٹھا !

آتش

محبت ہی ہمیشہ کاموں کو رہتا زوں

اسیر

انسان کو نیک کرتی ہی نیکوئی پروری

شریک

شریکِ حالِ عالم ہو۔ جو انسان نیک بنے

ہوتے ہیں کہیں اہل صفا باعثِ ایذا

نہ

سچا بہادر کون سی

تراب

شجاع اسکوئیں کتابوں میں اپنی سپاہی

"

جہاں نفسِ کوا و ریشیلا نکو کے علاج

آتش

قدم تہا ہوا بت جہاں اس سختی دواں میا

زید

کرنا کسی کو قتل۔ یہ مردانگی نہیں

اپنے سر غیر کی ناحق یہ بلا لیے ہیں

گوشہ دامن سے اُجھا جھاڑک بٹور کا

پھٹے کپڑوں میں بھی اُنکو سمجھ لعل گوشت کا

دہانِ خرم کاری خندہ نہ ہی چشمِ سون پر

انتقام اپنا نہ یوسف نے لیا اخواں

جب ہوا تو پاک۔ تب بیباک رہ !

عرض میری مان ! از بھر خدا

کمر میں رکھتے ہیں تلوار راتِ بیشتر بھی

خوشبو تھوئی سہیل سے حاصلِ آدم کو

رعیت کم نہیں ہر فوج سے سلطانِ عادل

زخمی ہوا موج کی تلوار سے کوئی

کہ جسکی جنگِ شیطان الے پاؤں بھاگا

وہی شرب میں ویشوں کے فانی و سپاہی

بہادر ہیں وہی سر قلعہ فولاد کرتے ہیں

تلواراں اشعارِ نفس کشی کر۔ جو مرد ہی

برے لوگ

<p>زیر کو نقش قدم سے سیاہ کرتے ہیں مثل ہی یہ۔ کوئی اندھے کو کیا دکھا چلا کبار کے باران میں شور میں اشجار بہتر چوب کو تیر کی مٹا ہی قیامت پر کا بلند ہی کا گہوے کی مال کا رستی ہی ایک تہ خانہ کو دیکھا نہ بلند ایوان ہے دیکھ لو! دنیا میں شیطان قابلِ نفیر ہو کج نما آئینہ ہرگز دیکھ کے قابلِ نفیر اب کر جلو بھلا کچھ شاید ہی بھلا ہو کیسی چوروں کی بن آتی ہی شیش بھوس نہ خلق سے نہ خدا سے حجاب بہا ہو</p>	<p>سیاہ ہکا زوہ ہیں مثلِ غامہ چلتے ہیں جب عبث ہی بند و نصیحت بھی کو باطل کو فیض نیکوں سے نہوا لگو وہ جو ہیں بد شر آفت جاں ہی نہ رو مایہ کو طاقت ہوتا نہیں رہتا فراخ سفد ہرگز ایک حالت ہے پست فطرت کو نہو تہ اعلیٰ حاصل بدشاری قدر مردم کی گھٹائی ہی ضرور خراف ہو ہر چند باطن حسنِ زیور نہو عمر غریزہ گزری سب بڑائی کرتے جس قدر اندھیر ہو عالمِ رخسار میں بد شر بشر و عیال ہی میں ہو۔ خدا نہ کرے</p>
---	---

نیک و بد

<p>چین پشانی سے باہر ہی الف آزاد کا شور و ریاسے ہی بہتر جنتِ بہشت روشن ہی حال آئینہ سے رنگ بار کا جور کو جس طرح آتا ہی نظر دشمن چراغ</p>	<p>مل نہیں چلتے ہیں کہ طبعوں کے ہرگز ستار حرد نیک انسانِ عاقل جو بزرگ بد نہو اہل صفا کی قدر نہیں کرتے تیرہ نور ہیں جو روشن طبع نبض سیکاروں کو ہی</p>
---	---

ناسخ

نیک۔ دید کیا ہوں ہمیشہ باہم !
 کسی صورت سے جہنم میں اُفت نہیں ہوگا
 ہتباروں کو نہ کچھ طبعوں کو نہ نکر ہو کر گریز۔
 نیک ہیں گلشنِ سجادیں کم بند ہیں
 زمین خاک فشاں۔ آسمان آب فشاں
 پھول کانٹوں سے جدا کرتے ہیں
 عداوت ہی ہم تنگ و سپر کے آدھ و غن کو
 رابطہ دم بھر نہیں ہوتا کہاں سے تہ کو
 خار ٹھیلوں سے کہیں تہاں افز و قس
 یہی تو فرق ہی اونی میں اور اعلیٰ میں

جیسی کرنی جیسی بھرنی

تراب

ناظم

آتش

رند

جو کرو گے یہاں۔ ملیگا۔ جہاں۔
 عمل انسان کا جو ہوتا ہی وہ پیش آتا ہے
 یہ صدا آتی ہی شور بھرستی سے مجھے۔
 جو چاہے کرے آج عمل۔ پر یہ یاد رکھنا
 یارو! دنیا ہی آخرت کا کھیت
 جیسا کرتا ہی کوئی۔ ویسی سزا پاتا ہی
 گو ہر مقصود اس دریا سے باہر پا گیا
 اک دن جزا کا بھی ہی گنہگار کے لیے

عاجزی اور خاکساری

تراب

رند

کڑیا

رند

کڑیا

رند

تراب! آدمی کی صفت عجیبی
 سب سے چھوٹا جو آپ کو جانے۔
 جو خواہاں آبرو کا ہی۔ تو کڑاؤ کی شیعہ
 خاکساری کا بھی جو ہر کیا سے کم نہیں۔
 دیکھو! کہ زمین کے آسمان ہوتا ہی خم
 کرتی ہر دانت اپنے کو خاک دیکھ لے
 نہ کرنا کبھی کبھی یانی کی بات
 میرے نزدیک ہی بڑا وہ مرد
 نہیں ممکن گھر بچلے قطر و انبیاس
 نفس کش تہ ہو تو کچھ کہہ سکتی حاکم
 خاکساری سر محجوب ہی ہی ہر دے کا
 جو ہر نہ پوچھے۔ بھئی میں اک خاکساری

بوجاہے رحمت حق۔ عجز کر شعار اپنا۔
 دولت دنیا سے مستغنی طبیعت ہو گئی۔
 ترکھی دولت دنیا کی خواہش خاکساری۔
 بلند خاک نشینی نے قدر کی سیہری۔
 وہی ہی صدر نشین بزم خاکساران میں۔
 فی الحقیقت دشمن آئینہ کو کرتا ہی غبار۔
 خاکساری ہوا آئینہ دل روشن۔
 کڑے پن کو بہار خاکساری کیا نہ۔
 سرکشی نے بائی آتش خاکساری شگفت۔
 کوئی اکیر غنی دل نہیں کھتی ایسا۔
 غبار راہ ہو کر خیم مردم میں محل پایا۔
 خاک ہی اصل طبیعت آدم چاہیے اسکو بجز۔
 بہیچہ قباب ہو سر ہلک عافیت مت ٹوڑ۔
 ہوا سے دولت منہ نہیں ہو خاکساروں کو۔
 ہر کہ دولت سے مصفا ہو لباس عاجزی۔
 جھمک جا گبون۔ شاخ شمراد۔ اسی فواید۔
 شمر بزمہ تجوی۔ اسی خام طبع و باطن عام میں۔

روان دھڑ کو ہر بائی جدھر کو بستی ہو۔
 خاکساری نے اثر پیدا کیا کیا اسیر کا۔
 خدا نے کر دیا حاکم مجھے اسیر عظیم کا۔
 عروج محسوس ہوا۔ جبکہ پایا مال ہو۔
 صفت نعال میں جسکا کہ ہی مکان ہو تا۔
 خاکساری سے ہمارا دل مصفا ہو گیا۔
 کیا مس قلوب کو کرتی ہی ایکیر سفید۔
 وہ جو ہر ہی جس سے کشتہ قولا کرتے۔
 فضل سے اتنے کے تو ثابت بندار کو۔
 خاکساری نہیں دی ہی مجھے دولت دی۔
 نہال خاکساری کو لگا کر ہے بھل پایا۔
 بات کی تہ کو کچھ پاتے تو ہمارے سر اٹھا تم۔
 نگاہ عجز سر رشتہ سلامت ہی۔
 کہ ہر دم تازہ خلعت ہو لباس خاکی سپہ۔
 یہ وہ جامہ ہی کہ ہو محتاج شست و شوی۔
 اندازہ جو کوئی ہو ہی سر سبز ہی۔
 نہ کہو نہ خاکساری وہ بے غریبی۔

خاکسارِ ان جہاں کا ہی باسیا مجھے
 جو کورے احسان اسکو چاہیے افتادگی
 منزل میں تھی کرتی ہی افتادگی ناخ
 اگے افتادوں کے پاتے ہیں گئی کٹھن
 مس کے زربھوتے بہتر ہی کہاں انسا
 دلائی عمر کی ہی کسی کی خاکساری
 خاکساری کو بچھڑے سے خد جھکوج
 خاکساری میں یا ہی حق نے جسکو مرتبہ
 کیوں خاک نشینوں کو میر نہوشت؟
 صاف دل کب ہو کدھر دیکھ لوا اکیلیہ
 افتادگی میں یہ بت ہی دیکھ ہی کر کش
 کرنا شعار خوب ہی عجز و نیاز کا
 دیکھ کر افتادگی سب عزیز دل کیا
 خاکساری سے نہیں بہتر جہاں ہی
 ہر خاکسار صاحبِ توقیر ہو گیا
 کی حاجتی جو رہنے گئی کشتی نعر
 خاکساری ہی مالِ نجاست کی

ناخ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

ہ

پاؤں کھتا ہوں بچا کر سایہ دیوار کو
 بیش پائے شمع دیکھا ہی گنگر کپ کو
 کہ معراج شجر بانی نے پایا خاکساری
 سرد ہو جانے نہ کیوں بازار آفتاب سے
 خاکساری ہی جدا اور ہی اکسیر جدا
 نہیں ٹھہرتی جو خاکستری خاک بند کرتے ہیں
 آسمان پر ماہ تاباں ہی میں پرچاندنی
 رشک قالین اسکا فرش فوراً ہوا
 مسکن ہی تر خاک سدا دولت وزیر کا
 خاکساری شیب ہی روی صفا کیوٹے
 کہ نیک مرنے کیا نقش پاکور ہنہا
 بے وقربانستے ہیں دل بے گداز کا
 خاک ہو کر مرتبہ اکسیر کا حاصل کیا
 مل گئی جسکو یہ دولت کمیا گرو گیا
 پارہ ہوا جو خاک تو اکسیر ہو گیا
 یہ دیوار اس لباس میں تسخیر ہو گیا
 شانخے پکا جو میوہ پک گیا

مالِ خاکساری اس چمن میں سر بلندی ہے
شجر ہو جاتے ہیں پدائیں میں تخم بستی ہے
محفوظ ہیں جان میں آفت سے کھار
اس بگلی کو کہا خطہ تازیانہ ہے؟

عز و ر

سر مغرور کو جمعیت دنیا بھکاتی ہے
نہیں دیکھی چمن میں جتنے شاخ بار و سدا
مغرور اور سی پہ اپنی نہ سرکش کے غرور
عاجز نہیں خدا کا غضب قوم عاود
گدا و شاہ برابر ہی خاک کے نیچے
حد میں ساتھ یہ قصہ بلند باہم ہوتا
نہ کرشید نیکلوں پر غور اتنا بھی خیر
مغرور ہونہ حسن جوانی پہ آدمی
منت لگوں پہ پھول تنائیت لگوں بھول
حسن دور و زہ پہ ناحی ہی صاحب کو غور
جو شہی جی حاضی نہیں کچھ اسکا اعتبار
نہو آغاز پر نازاں مال کار کو دیکھے
خدا کے قہر سے ڈر پھول دولت نہ منعم
پست بہت ہی وہی کھینچے ہی خود کو
فرش گل منع منو انخوت سے مت پھیلاؤ پاؤں
کہا آسماں پہ کھینچے کوئی میر کو
کچھ نہیں خوشید صفت مگر کشی

نہیں دیکھی چمن میں جتنے شاخ بار و سدا
عاجز نہیں خدا کا غضب قوم عاود
حد میں ساتھ یہ قصہ بلند باہم ہوتا
پیادے روندینگے کل آج ہی تو ہوسو
پہری نے آسماں کی لکر کو جھکا دیا
چلتے چلتے بلبلوں کو یسنائی ہی بیکار
اس قدر ہی نشہ معجون آب و گل عبث
دودن کے حسن پر عجب اتنا غور ہو
یہ بیتا خاک کا کہوں آسماں پر بڑھانا
خزانہ تیرا کچھ افزوں نہیں ہی گنج قارون
سایہ طائر ہو جوں وقت پر بدن ریا
کل ہی چادر تھیں پہن ہوگی پھیلائی ہوئی
جانا جہاں سے سب کو مسلم ہی زیر خاک
سایہ دیوار ہو اچلا ہیے

سحر مغرور ہی کس بات پہ؟ امی منع غافل
 غالب غوغا آؤج مکاں عالم امکان نہو
 آباد کس نیس میں حکومت کی ہوا بھڑا ہو؟
 وزیر جواہل نظر میں کبھی خود میں نہیں ہوتے۔
 ناسخ سروساماں یہ ہی کیا بلکہ اکر کن غافل
 سرٹھا کر جو جلا اس دشتِ حشر نہیں
 کہوں سلاطینِ مانہ لگتے ہیں باور پر؟
 آج تو پوہناک پر مڑتا ہی کل تو دیکھو
 تعمیر پر جو مرتے ہیں ناظم یہ۔ مگر
 مستعان تو تکبر میں غلو ہرگز نہ کر
 ناسخ سرکشی شمع کی لگتی نہیں گرا ٹکڑی
 کا سہ چسپی پہ امی منع ابکر اتنا غور
 کہا غور اتنی عمارت پر کہ اکثر غافل
 ہوا جو خود نما اس باغ میں حلدی فنا
 ہی سالکوں کو راہِ تعلی سے اجتناب
 دلا نہو جو خود ہیں کہ نقص ہو لگا
 غافل گرتے ہو کیا اپنی سواری کا غور

جاسیگانہ تو قبر میں اس عاجہ چشم سے
 اس بلندی کے نصیبوں میں ہی بستی اکر
 دیکھتے ت سے ہی اورنگ سلیمان خانی
 دیکھو کہ ہی اس عیب نمایاں سے ہی انگھتے
 جسم سے سر نہی جدا تر سے ہی دستار جدا
 پارتووں سے ہیں خارِ مغللاں ہو گیا
 تختہ تابوت جب تختِ سلیمان ہو گیا
 جاسیگانہ شش تیری لاش عریاں چھوڑ کر
 لیجا نیگے اسٹھلکے در و باہم دوینا
 یہ تکبر بل میں ہو زیر و زبر
 لوگ کہوں بزم میں گلگیر لیے پھرتے ہیں
 ہمنے دیکھا کھٹو کریں کھاتے فرغ ہو کر
 شہر کل آباد دیکھا۔ آج ویراں ہو گیا
 قیام رنگ گل تاہستی ہو ہو نہیں سکتا
 کیا ہو بغیر بستی کے کہ اب ان بلند
 جو دھیان بندر کو آیا ہو اکمال مجھے
 ایک دن ہوگی جنازہ سے بل یہ بالکی

مغور کو ذلیل بھی ہونا ضروری ہے	اسکی یہی سزا ہے کہ جسکو غور ہی +
بچنا سدا برائے خدا! اس قصور سے	یار و کبھی کسی پہ نہ پہنسا غور سے
جس کو غور آج ہی یہاں تاجوری کا	کل اسی پہ ہیں شور ہی بھر نوکر کی
مت ہو مغور! ہی کہ تجھ میں نور	یہاں سلیمان کے مقابل رہی
یہاں سرکشاں جو صاحب تاج و لوا ہو	پامال ہو گئے۔ تو بنانا کہ کیا ہوئے
رکھ سمجھ کر اپوں حشمت میں نہ کرنا سرٹھا!	ہاتھ خالی دیکھ لے! دنیا سے اکندر ٹھا
جب ہو مغور انسان سر و شنی دل کہا	بزم میں آتے ہی گل کر دیتی ہی صبر چراغ
سمجھا ہی یہ اپنے دل میں مغور	زیریں ہی۔ آسمان ہی اور میں ہوں
زیریں پڑے ہیں وہ آج کیسے غافل	کل تک دماغ جنگی بالائے آسمان تھا
ثبات بحر جہاں میں کہاں ہی سرکش	کہ سر اٹھانے کوئی دم حساب نہ تھا

ظلم و ستم کے انجام

کھائے گئے اپنے ہاتھ سے اپنا کھانا ہی	کھائے جنھوں کو لوں کہ ناحق گلے
چھوٹے پھٹتے نہ دیکھا شاخ کو تلوار کی	وہ نہیں سر سبز ہو تا جو غریب آزار ہو
سرخ دنیا سے شاخ و پتہ دھندو گھوٹیں	کب تب تیرا تری کس دن در عمارا؟
سزا ضعف کا اپنا دہندہ یا تا ہی	وہ زرد ہو تا ہی جو کشتِ غفلت کا
گو کرے جہاں ظلم پر ہو کیا اسکا کوئی	کب کرے روشن بھلا زبور کا شائع

دیکھ لے! کل از عالم میں ہی کس ظالم کو خیر؟
 ناتوانی سے پناہ امی ظالموں کا کرو۔
 پناہ ملتی ہی خلقت کو مرگِ ظالم سے
 مؤذیوں کا خانماں برباد کرتا ہی فلک۔
 موفی کو بعدِ مرگ بھی آرام ہی محال۔
 مؤذیوں کو بستی قسمت ہی دولت میں۔
 بیجا ہی اہلِ ظلم سے اُسید فیض کی۔
 اپنے بیگانے کی بھی رکھتے نہیں ہر گز خیر۔
 مؤذیوں کو حق نہ دے نکھیلے تالاوین۔
 مؤذی کا ہی کمال بھی انجام کو گزند۔
 جو ضعیفوں کو ستا یرگ سزا پا یرگا۔
 کہا جس گرو دشِ فداک سے جو ہیں مخمور
 منعم مؤذی کے گھر کو اہلِ حاجت لپیڑ۔
 خاکسار و نکو نہ اند! اگر ظالم ایک ہی
 مؤذی اپنے مال سے بھی نفع پہنچتے
 خوں بہا یرگ کسی کا جو کوئی تلوار سے

دور

ناسخ

=

=

=

اسپر

=

=

ذوق

نسیم

ناسخ

=

=

=

=

+

بھول کتنے ہیں سپر میں ایک چل تلوار میں
 دیکھ لو! اک بال ہی باز و شکن شمشیر کا
 جو کر گدن گوریں قتل ہو سپر
 جب نہ تب آتی ہی آفت خانہ زبور
 کس طرح زیرِ تیغ نہ گیند کی ڈھال
 سینکڑوں ہیں چاہ صحنِ خانہ زبور میں
 کوڑی کٹار کی نہیں ملتی فقیر کو
 ہیں جو مؤذی ہر جگہ چلتے ہیں مثلِ مار کج
 عینِ حکمت بھی کہ معدوم البصر قرب ہے
 ہی خوتِ جتنی تیر ہو تلوار کی ثباں
 آپ دیکھ پاتے ہیں جو روندے ہیں خار
 کام کہو نہ کر پڑے سان سے تلوار و تلوار
 مانگتا ہی کب کوئی جا کر عمل زبور سے
 ہاتھ اٹھانا پانوں سے پامال کرنا خاں
 موم سے کہا پوشی ہو خانہ زبور کی
 وہ بھی مارا جائیگا آخر اُسی تلوار سے

بغض اور کینہ

انسان کو انسان سے کینہ نہیں چھایا۔
 انسان کو انسان سے کینہ نہیں چھایا۔
 جس سینہ میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں چھایا۔
 جس سینہ میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں چھایا۔
 ہنوس کسی کو مجھ سے کینہ پر مجھے کینا ہے۔
 صاف ہی آئینہ بنے تنگ یہ مینا نہیں۔

دل شکنی

دل سے خوش رکھ رکھاں چھ کبھی نہیں ہیر۔
 اس عمارت کو ٹٹک اک دیکھ کے ڈھایا۔
 ہوا جب دل شکستہ پھر صفائی غیر نکرتی۔
 گرہ پڑ جانی تہی جس وقت دھا کا ٹوڑ کر کھو۔

دل داری

سارے بازار جہاں کا ہی یہی مول ہی میر۔
 جان کو نیچے کھجی دل کے خریدار میر۔
 جی چاہے مل کسی سے ایسے توجہ دار۔
 پر ہنوس کے تو پیارے ٹٹک دل کا اشارہ۔
 اکسیر پر مہوئیں اتنا ناز کرنا۔
 بہتر ہی کمی سے دل کا گداز کرنا۔
 یہ دل بے بہا جس ہی آئی نیا۔
 بہامت اسے بن خسریدار کے۔
 انجام کو کچھ شوخو کیا قہر بناتے ہو۔
 آباد کرو دل کو تعمیر اسے کہتے ہیں۔
 پونچے کسی کے دل کو نہ تجھے اگر گزند۔
 جاں کی طرح کریں تجھے اہل جہاں۔

رشک و حسد

بہانا کچھ نہیں بہر حسد و رکا حاسد۔
 بھلا کیسے کیا تھا کہا کہ آدم شیطاں۔
 جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہی یہ تیر خبی۔
 کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسد ہوتا۔

جوہر
ناخن
تغیر بھی خدا نے مقرر ہی خوب کی
حسد کو اکیدن نہیں صحت جہاں میں
حسد کے واسطے یہ نہ راہی کہ گھاسخ
ریخ حسد تو جان ہی جتک کہ جان میں

مصیبت کے وقت صبر

تراب
=
مہر
آتش
اسپر
مستان
تنگی میں جو صابر ہو۔ تو حاصل ہو کثیر
صبر کر جو ہو سکے مجھ سے تراب
صبر کر کے صاحبِ بیابی کا حاصل کیا
بہت آتا ہی یاد۔ اسی صبر کی
کیمیا صبر کی اسی کوئے۔
جب ہو صبر و سکون تر عمل
بندے پہ بلا پونچے۔ تو دے اسکو خدا صبر
باعث آرام جان۔ و دل ہی صبر
کوئی مقلبِ قلوب کا ہی صبر عجب گہرا ہو
خدا خوش کھے جھکو تو جہاں ہی
مثل سیلاب جسے مارا و
صبر سے مقصود کا ہاتھ اپنے پھل

لالچ اور حرص

اسپر
وصف
مستان
تراب
نسیم
گویا
کہا اہل طمع خیر سے ہیں دستِ شیدا
ہی طمع میں سرِ نقیضانِ مال
یہ طمع پرودہ ہی چشمِ وگوشت کا
ہوا جو کوئی مبتلائے طمع
عزت تو آدمی کی فضا ہے ہی تمام
طاہرانِ پُہوس خیل گس سے کم ہیر
جو اٹھا تا ہی طمع سے ٹھٹھ ویرنج ہی
بے مزد جنازہ بھی اٹھاتا نہیں کوئی
یاد رکھ یہ بات۔ اسی صبا جہاں
اپنے دل سے دور کر حرص و ہوا
وہ ہو گا اسپر بلائے طمع
ناحق کوئی طمع سے دلیل۔ و حیرت
دو نہ دو کچھ۔ پاسانِ فائدہ فائدہ
طاہر رنگ پریدہ کو خطر کیا جاں کا؟

ٹوڑیں بچ پانوں تو بھی جہاں میں مہر چن لہر
 مرتبہ کم حرصِ نعت سے ہمارا ہو گیا
 پیٹ کا بھڑانا تو مجھے مشکل نہیں
 تیرگی کب اُسکی جاؤ تو کہو نکلا میں
 لے نہ جاؤے حرصِ اہلِ نعت کو۔
 حرص سے پھر تاہیگا بکلتک مثلِ مگر؟
 پڑے ہیں دل میں جسکے سوہو اور حرص کے
 ضیا چاہے تو دل میں حرص کیا کو نہ لے سکے
 حرصوں کا شکم بھڑائی کوئی جمعِ دولت؟
 حرصِ حجِ حد سے یاد ہے وہ ہی پیغامِ موت
 حرصوں کو سوا سوزِ غمِ نعت کے کیا حاصل؟
 نیش تھا نعمتِ دنیا میں نہ سمجھے یہ حرص
 ہو گئے تیمورِ پلے حرصِ جب توڑا وزیر
 حرص ہوا گو سپینہ میں غافلِ اعجازِ بندے
 ترکِ لذت شرط ہی آرامِ ہستی کے لیے
 غیر ممکن ہی کبھی آرام سے سوئیں حرص
 موند سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا بندے

بیٹھا گیا نہ کوئے میں تیمورِ لنگ سے
 آفتاب ایسا ہوا اونیچا کہ مارا ہو گیا۔
 کیجیے کیا حرص بے انداز ہو؟
 آفتابِ دل کو گھیرے ہی صحابہِ رزق
 بہرے سکے کب موجِ نقشِ کوریا؟ درو
 ہو کے قانع بیٹھ رہے اندرین باقی ہو
 انھیں آزادمت کنا کہ یہ حرص کے بندے
 چراغ ایسا ہو یہ سگ اٹھا لیا مسجد کا
 کہ تاجِ زر پہ بھی ونا دہی ہی شمعِ محفل کا
 نہ رہو انسان کو حلو ابھی اگر کھا بہت
 کہ جلتا ہی فتنہ جس قدر پیتا ہی غن کو
 یادِ زہورِ انھیں ذوقِ غسل نہیں ہی
 ہاتھ اٹھایا جاوے سے سرِ چہرہ ہو گا
 مطلب کو فوت کرتا ہی کپڑا کتاب کا
 سرِ کھلواتی ہی حرصِ قذہرِ زہور کا
 ہاتھ تو کھینچتا نہیں ہی پانوں کھینچا
 گر حرصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

ذوق ناسخ =	یہ تنگناے دہر نہیں منزلِ سراغ ترکِ لذت کر دلا، پونچے نہ تھجکا گزند ایک تمغائے جواںمزدی ہی ناسخِ کبریا	غافل نہ پانوں حرص کے پھیل سیکڑ تو نوش تو پیچھے ہی پہلے نیش ہی زہر کا عمر بھر میں ہی دمِ آبِ اکتفا تلو کو
------------------	---	--

توکل

آتش = ناسخ = ہر وزیر +	خدا پر کھنظر طالب اگر دیں دنیا کا کرم حق سے ہی گلزارِ توکل سرسبز ہیں جوارِ بابِ توکل وہوں کے محتاج مومنہ توکل سے فہمت میں نہ مورا جائے کرتا ہوں اللہ درویشِ خوش سدا کا کب ہیں حریص سحرِ توکل کے آشنا؟ توکل سے نہ سمجھو یہ کہ تم مسکے غافل	یقین ہی دولتِ کونین حاصل ہو توکل سے کھلے دریا سے مریغ میں جو آئی ہی کشتی نوح کو کچھ حاجتِ ملاح نہیں ہاتھ سے امنِ قناعت کا نہ چھو اچھا سرمایہ توکل یہاں نام ہی خدا کا موتی کا ایک قطرہ ہی میں کام ہو گیا خدا ہی پر بھروسا ہو مگر تم چستِ غافل ہو
--	---	---

سنحی

آتش ناسخ	اللہ کے فقیر کا دل کیوں نہ سوجھی؟ یہ دستِ جوہر ہی ہوتا ہی سبِ بلا دست دے کے کسی کو قابو مگر انسان کا ظالم سے اہل فیض کو ہوتا نہیں گزند	تکیہ ہی کیسے خسرو مسکین نواز کا! وگرنہ پست ہی ہر نخلِ ردار کی شاخ پانوں کے بدلے ہاتھوں سے راہِ خدا ہی نخلِ میون دار کو رنجِ تبر کہاں؟
-------------	---	--

نام روشن ہو کے شمع گوارِ حاتم ہو گیا۔	کر سخاوت۔ چاہتا ہی گر دلا اپنا فروغ۔
سخن کرتے ہیں انکی ہمت سے اب تک۔	کرم کیا صفت ہی انہوں کو کر پال۔
کہ خدا دیتا ہی اور نام ترا ہوتا ہی۔	رات دن سجدہ شکرانہ ہی وجہِ شمع۔
زمانہ کروٹیں لیتا ہی۔ پر ہر دم نہیں لیتا۔	مٹول کو خدمتِ جان۔ منعمِ اخیر جابری۔
ہاتھ اسوے بائیں سے ہی دھنا۔	منظر اس پر ہی۔ (کچھ راہِ خدا میں دینا)۔
قاروں کی جودِ دولت ہو حاتم کی سخاوت۔	خالقِ بخور سے منعم۔ دہمتِ عالی بھی۔
کہوں کہیں فیض کو مردانِ خدا۔	کرتے نہیں اربابِ سخاوتِ کرم بند۔
یل بنا۔ چاہ بنا۔ مسجد و مالا ب بنا۔	نام منظور ہی۔ توفیق کے اسباب بنا۔

دنیا کی محبت

اکوڑہ دنیا ہی۔ نیو بگنا نہ ہی اسکا۔	یہ حال ہوا اُسکے فقر وں سے ہو یا۔
فشتہ اسکا ہم یا یہ نہ پایا۔	جس انسان کو سگِ دنیا نہ پایا۔
اس سے کبھی بھرتہ نہ ہو گا۔	دنیا کی نہ کر ٹو خواستگاری۔

دولت کی محبت

کس قدر ہم غفلوں کو ہو گیا اسکو۔	کبا کسٹی کی طرح سے گھوٹیں دل سیاہ۔
فائدہ کیا؟ نقدِ جان کی بجائے۔	زر کے پیچھے طالبِ زہر ہے ہیں کبا ہلا۔
وہ اسکندر گیا یہاں سے تو دونوں اٹھ گئے۔	مہیا بس کئے اسبابِ ملکی اوز مالی تھے۔
درہم کی شکلِ صوتِ درہم سے کم نہیں۔	ہوتی ہی جمعِ زر سے پریشانیِ آخرت۔

اہل دنیا حرص میں بھگتے کہ کباب لاکھ
زہر قاتل ہو گیا شربت انھیں دینا کا
دو گھڑی خندہ گل چار چہرہ جلوہ مہر
کم بقاہی وہ جسے نشہ زہر رہتا ہے

جسم اور روح

مے بین روح کو شہرِ بڑی عرشِ بڑی
نہو یا بندہ کو یا تو جسم یا کُل کا
صاف طہنت کو کدورت ہی کی خوش
روح میں ہوں نہیں ہے جسکو کہن کی خوش
چست ہی روح رہ شوق میں سہست ہی
تنگ ہی کہا ہی سبکدوش گردنار کے تھہ
غریب روح کے دم تک ہی کالبد گل کا
خواب حال ہی بے مغرب ہو چھلکا
انڈا میں روح ہی تن خانہ خراب سے
جسم کو جنبش نہیں ہوئی ہی بے تحریک
پائوں سے اکب کے چلتا ہی یہ مرکب ک کا
ہستی تو ہی گر مر نام و نشان نہیں
بے جسم روح ہوں مجھے قید کائنات
روح دولت تھی جو کمالی جسم مجھے یہ ہم
باہر اپنے ہاتھ سے سوئی کی چڑیا ہوئی

عالی ہمت

ہمت پس از فنا سببِ فخر خید ہو
مردوں کا نام سننے ہیں ہرستان میں
دریادلی جنھیں ہی نہیں ہو کائنات
دیکھا ہی واٹرگوں ہی پیالہ حساب کا
غنی دلوں کو کسی شہ کی احتیاج نہیں
فقیر کب ہو س غرور جاہ کرتے ہیں
بشر ہو صاحبِ ہمت تو ہر کھلی آسان ہو
کہ گھٹ جاتا ہی آخر چلتے چلتے طول کا
ادمیت سے ہی بالا آدمی کا ترہ
پست ہمت یہ نہو اور پست قامت کو تو ہو

دوسر

گویا

نہم

ناسخ

آتش

وزیر

اسپر

آتش

سپر

سحر

نہم

ذوق

اسپر باہر ہی صحت سے یہ جتنا خوش ہے
 حقیقت ہی جو ہی آپ ثنا خواں اپنا
 اصل اگل موندہ سے جو تجھ میں ہمت ادا ہو
 گویا سخن بد نہ کبھی فائدہ بخشے ہرگز
 آتش حیف کی جا ہی ہو کو روزم و چو راسکی با
 ناخ ہوتی اس نرم میں بطور زبان جسکی دراز
 نگار تیغ زبان ہو زبان زخمی بناں
 تراب غصہ میں بھی سخت کچھ نہ کہیے
 سودا بزرگ کو رہ خاموش حرف نہ بنگر
 ذوق بد نہ کوئے زیر گردوں گر کوئی ہریش
 اسپر معاذ اللہ! کیا زخم زبان خلق کا تھی
 غصہ کے وقت بھی نہ کسکو بڑا ہے
 تراب جب تلک طاق گفتار رہے نہ میں آ
 آتش جگر خوں ہو گیا بدگو کا اپنے چپکے ہے
 یہ صدا آتی ہی خاموشی سے
 ذوق کہے ایک جب سن انسان دو

اتہستہ بات کر۔ پس دیوار گوش ہی
 صاف ظاہر ہو۔ (جو گرجے وہ بہت کم بچا
 آگ اگلنے کو دہن مثل رفل پایا تو کیا!
 خن و خاشاک کبھی سنبل و ریحان نہ ہو
 پرورش پایا ہوا یہ آدمی ہی شیر کا
 شمع کی طرح سے سرکٹے میں تاخیر نہیں
 وہاں کا زخم سزاوار التیام نہیں
 نرمی تو یہی بہت کڑی ہی
 کہ تا بدگو صدائے غیب کے کینچے پشیمانی
 ہی گیند کی صدا جیسی ویسی سنے
 گلی شمشیر میں بھی کاٹ ہی شمشیر کہیں کا
 لازم ہی اختیار بشر میں زبان رہے
 کلید سخن تو کہے جائیو اعلام کے ساتھ
 خاموشی میں بھی مظلوموں کی نالے کا اثر
 موٹہ سے نکلے ہوئی پرانی با
 کہ حق نے زبان ایک دم کان دو

سیدھی حال

کج روی کو چھوڑنا عالم رستی کر اختیار
 رستی ممکن نہیں کج طینتوں کے واسطے
 ادنیٰ بھی پہونچے رتبہ اعلیٰ کو ایک دن
 خیریت چاہے۔ تو سیدھی حال چل احوال
 راستکاروں کو بھی سبکدوشی۔
 چھوڑ دے اپنی کجی ہو راست باز
 سیدھوں سے منحرف ہو نہ اپنا ہو غلط
 کر زندگی اس طوع سے۔ ایسی دجاں میں
 نہ چل۔ حال جس سے پہونچے ناتواؤں کو
 رستی ساتھ تواضع کے ہو انسان کو ضرور
 خوش طریق رہتا رہی بشر کیوں نہ ہو؟

خوب دیکھا مار ہی انجام الٹی راہ کا۔
 خم نہیں جاتا کسی سے ابرو شمشیر کا۔
 سیدھی جو مثلِ ہندو شطرنج چال ہو
 گرتے ہیں نشانے میں۔ چلتے ہیں گریختار
 سہ رو کو بار بار نہیں چل کا
 رستی بھگلو کر گئی سہ دروازہ
 بہکا جولا سے۔ گیا نہ زناں تک
 خاطر یہ کسی شخص کے ثواب نہ دے
 کہ ہی نقشِ قدم میں سینہ ثوبیابان
 ہی کہاں ہاتھ میں بیکار۔ اگر تیر نہیں
 کج رویہ چلے یہ اہ اُس کا دل میں گھر کیوں نہ ہو؟

سچ بولنا

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں رستی۔ کہ یہ نہ
 حق کا استد و گار رہا کرتا ہی۔
 سچ کے آگے کہاں چلے ہی جھوٹ۔
 انسان کا جو کذب پر شعا آتا ہی۔

عصا ہی سر کو۔ اور سیف ہی جواں کے لیے
 اہل باطل کی طرف نہ طفر کیا ہوگا
 پانی آیا گیا تیسرے ٹوٹے
 خاطر یہ ہر ایک کی غبار آتا ہی۔

جوہر

سچ ہی امرہ سے جھوٹ کے کپڑوں بانٹا

کرتی ہی آدمی کو خود او سکی باخبر

دل کی صفائی اور روشنی

درو

مثال عکس جو کوئی کہ پاک طہیت میں

جہاں صفائی وہیں بود و باشت

ذوق

کہا لباسِ نیوی میں چھپتے ہیں و شہنشاہ

جاہد فائوس میں بھی شعلہ عریاں ہی با

آتش

مفروغ ظاہر ہی کرتا ہی کیا؟ باطن کو روشن

طلائی گو کہ ہو مطلب سے خارج خط و حد

=

سیاہی دور کردل کی ٹوپیداد و عرفان

سیرافعی گو کہ چلا جسے مال اسکا خزانہ ہی

=

دل روشن ہی روشنی کی نل

یہ آئینہ سکت رکھا مکاں ہی

نسیم

کدورت سے یقین کہا تمہیں؟ خواجہ طہیت

نہیں ممکن جو اچھے غار سے ہن ہاں کا

فوق

معاذ دل کی ہی صورت کہ دل میں آئے کدورت

کہ ٹھیکہ جاسیگی باغ و راس آئینہ میں نہ گناہ

آباد

دل میں نہ اپنے گرد و دور کو راہ دے

اس آئینہ میں کام نہیں ہی غبار کا

رند

کدورت آئینہ کی دور پہونہ صیقل

صفائے قلب کی بے اتقا نہیں مونی

=

صاف کر قلب بے اتقا کر کے

دیکھ اس آئینہ کو صفا کر کے

+

چاہیے کہ کدورت رہے امن پاک

دل کے آئینہ میں نہ گناہ نہ آئے پائے

ظاہر و باطن

ذوق

ہوتے سپر سے میں ان لا ورتنا

ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہادت

تراب

تصویر بے تکلف ظاہر و باطن کی صفو

نہو جسمیں کدورت کچھ ہی صوفی صافی ہی

جوہر

صاف باطن ہوں نہیں نیت ظاہر کا

شکل آئینہ بنایا ہی نہ کپڑا ش مجھے

صفاؔ ظاہر ہی گئی باطن صاف ہو	ملنے سے تو صُوت ہوئی ہی تغیر تو ہے کئی
گر آنکھ ہی۔ تو انساں باطن کی پکڑ	کہا کہ باطل دم دفن میں مشتِ غبار میں
زینتِ ظاہر کے جو ایندھن فیض ہیں	کسکو دنیا میں ملا سونا دمِ طاووس
اشنا معنی سے صُوت آشنا ہوتا نہیں	آئینہ دل کی طرح سے حق نما ہوتا نہیں

بے فیض +

بے فیض گر ہی چشمہ آبِ بقا تو کیا؟	ماگلو تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے
دستِ فیض سے ہو پورِ جواں گرفت	قبضہٴ شل سے سدا تیر و کماں ڈور ہے
ہی گرہ میں قابلِ نقصان متاعِ ممسک	تنگِ حشری سے نہ کہو تو اک گونہ ہر خشک
نستی ہمت سے بچتا ہی کوئی مانِ بخل؟	زور سے اہلِ جہاں لیتے ہیں آچا کو
سائلوں کو ملے کسی میں خیر ہی کچھ بخل	جسکو تو نقصان سمجھتا ہی وہی ہنود
زین میں گاڑتے ہیں ہم درِ بیفائدہ	عبث کرتے ہیں اپنے گنجِ داخل گنجِ خار
ساتھ تخت کے ہیں ناف ہم بھی صیاحِ بخل	گنجِ کچھ عیب نہیں جسکو نمایاں کھتے ہیں
بے سب طبع نہیں ہی کسی کو وضعِ خلاف	کبھی خدا کا نہیں دوست جو کریم نہیں

نیک +

ہی ترنمے زر و مال تو سب جائیداد چھو	چھوڑ جائیو تو کافی ہی فقط ذکرِ جیل
داد گستر ہو۔ نشانِ منظور رکھنا ہی اگر	دیکھ باقیِ مدل سے نامِ سلیمان جو گیا
پاے ثبات بھی ہی نامِ توری کو لازم	مشہور ہی نگین جو بیٹھا ہی گھر میں گڑ گیا

جوانی - اور پری

یہ وہ مصرعہ ہے کہ موزوں ہونا موزوں ہوئے	جوسہی قدر تھا جوانی میں ہوا پری میں خم	دُور پر
دلپس خواب اجل ہی سفید مود آیا	پلا کے دو، سلائی ہی طفل دایہ گو	"
ناداں کوئی کجھو کا ہی سپ سحری کا	پری میں کسے ریت کی امید ہی ناسخ	ناسخ
مثل شب عمد شباب آنکھوں پہ نہاں ہو گیا	کوئی دم پری بھی اپنی ہی مثال صدم	"
محراب قصر تن کا ہمارے سُتوں کیا	پری نے قدر است کو اپنے نگوں کیا	آتش
ٹوٹا گھمبہ تاب و توان سب خجل ہوئے	آیا بدن پر ضعف قوی مضمحل ہوئے	تراب
رات تو تھوڑی ہی بہت ہی سانگ	بن جو کچھ بن سکے - جوانی میں -	مہر
نشہ یہ سارا جوانی کا ہرن ہو جائیگا	شوخیوں بھاگینگی کوئوں دور پری کو	آباد
ہی عجب گھر میں اندھیر چاندنی ہی بام پر	کثرت عصیان دل تار پکٹ مود سر سفید	اسپر
صاف دشن ہو کر بے دشمنی جے بکھر جائے	جب ہوتی زائل جوانی کیسی چہر کی چمک	"
شہیم گل ہی - ہم آہوئے بیاباں ہی	شباب کہتے ہیں جب کو اسے قرار کہاں	"
عمارت جو پرانی ہوئی ہی ناچار گرتی ہے	اسپر اس خانہ تن کا بھر سا کہا ہی پٹی	"

انس جہان کی ناپایداری

گھر بنائے کوئی بہر حفظ اگر فولا دکا	ہو نہ ہر گز جبار دوارِ عنص کے قیام	آباد
یہ خرابہ وہی عبرت کا مکاں ہے کہ کج تھا	کوئی دن ہی قبرین نہیں بنتی ہمیں	آتش
مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے	نہ گور سکندر - نہ ہی قبر دار	"

دھوکا ہی تمام مجھ دینا۔
 کچھ نہیں سچ جہاں کی موج پر پھول
 جھید جسے وضع کیا جام۔ کیا ہوا؟
 چشم دل گھول اُس بھی عالم پر۔
 اُس منزلِ جہاں کُجاں باشندے فتنی ہیں۔
 ہر کوئی اُس مقام میں دس دس دوز۔
 آخر کار جہاں سے ہو اگر آگاہی۔
 ہمارا ہر نفس اک بادِ باں ہو۔
 رہا کوئی اگر تاقیامت سلامت۔
 ہستی اپنی حباب کی سی ہو۔
 ابر کبا گھر گھر کے آیا۔ کھل گیا!
 یہ خانہ ہستی ہی عجب خانہ رنگیں۔
 نہیں ثبات بلند تی غر۔ و شاں کے لئے
 تھا ملک جتنے زیرِ گنیں صاف مٹ گئے۔
 وہ کسری کہ ہی شور جبکا جہاں میں
 سکندر ہو کے ملکِ سلاطینوں کا آخر کو
 دنیا کو کچھ ثبات نہیں مثلِ نقشِ آب۔
 دیکھ گیا۔ کہ ہونٹ تر ہو گا۔
 دُور سے دیکھتا تھا۔ لیکن ہی سراب۔
 وہ صحبتیں کہاں گئیں۔ کدھر وہ ناؤں؟
 یہاں کی اوقات خواب کی سی ہیں۔
 ہر اک کے ہاں نغمہ کا سامان ہو رہا ہو۔
 اپنی نوبت بجائے جاتا ہو۔
 صاحبِ خانہ نظر نے لگیں مہاں سے۔
 روانہ کشتیِ عمرِ رواں ہو۔
 پھر آخر کو مرنا ہو۔ حضرت سلامت! قاتل
 یہ نمائش سراب کی سی ہو۔
 بس ثباتِ مجھ دنیا کھل گیا۔
 اسی ذوقِ باگڑستی بنا غضبِ حق۔
 کہ ساتھ آج کے بستی ہی سماں کے لئے۔
 تم اس خیال میں ہو۔ کہ نام و نشان رہا
 پڑے بینکے اُسکے محلِ آج سونے۔
 گیارہ دستِ تہی رہے یہاں۔ کچھ لگ گیا۔
 چشمِ فلک سے دیکھ۔ کہ دریا حباب ہیں۔

ناخ

شمع کا نور سی جلاستے تھے سو اگلی قبر پر

ۛ

کہوں نہ آئینہ ہو حیراں۔ کہ سکندر کو کہا

ۛ

داستان مسیاد و گلشن کی فقط رجا لگیا

ۛ

میں مٹوں کیا چیز دلا! خاک نشینِ مُضعف

نیاز

دنیا سرا اسی نہیں۔ اگر جہاں ہجا۔

درد

جستنی بڑھتی ہی۔ اتنی گھٹتی ہی۔

ۛ

ہستی نے تو ٹھک جکا دیا تھا۔

تراب

رکھ نہ۔ اوداواں ابھر ساعالم بکا

آتش

عدم کو باگشتِ روح ہی اک ذرہ ہستی

ۛ

کیا بھر دسا ہی زندگانی کا؟

اسپر

جو عاقل ہی۔ اٹھا دل سے غلغلی فانی کا

آتش

بلبل شیدا کے نالوں سے آتی ہی صدا۔

ۛ

سندِ عمر کو اندر استغون آسائش

ۛ

ہستی فانی سے قصدِ روح ہی سویِ علم

ۛ

عجب کیا چھٹے روح سے خانہ تن۔

جزات

وہ ہوا بھر جہاں کی ہی کہ مانندِ حباب

بہر

گر م رفتن ہی کیا سندِ عمر

دیدہ غولِ بیاباں سے چراغاں ہو گیا

نہیں ہوتا کہیں اب عکس سکندر پیدا

نے ثباتِ گل ہمیشہ نے بقایِ عجب

کر دیا موت نے اور نگِ سلیمانِ خالی

بس شب کی شب آئے رہے۔ اوپر کچر و چل

زندگی آپ ہی آپ کی کٹی ہی۔

پھر کھلے ہی آنکھ سو گئے ہم

طور اس گلزار میں ہی نکلت بر باد کا

ارادہ بندھ رہا ہی مصر سے ٹیف کو لکھا

آدمی بلبلا ہی بانی کا

دم آیا۔ یا نہ آیا۔ کیا بھر دسا زندگانی کا؟

فصلِ گل ہی چار دن گیرِ گلستان کیجئے

عناں گستہ و بے اختیار راہ میں

دل کو خوشوقت ہی غربتِ وطنِ طاہر میں

لے راہ میں کارواں کیسے کیسے

یک نفس ہر کوئی یہاں آئے ابھرتا ہی

نہ لگے جسکو باد کا گھوڑا۔

دنیا میں دیر رہنا ہوتا نہیں کسی کا۔	یہ تو سرے فانی اک کارواں سراہی + سپر
بہار باغ و دودن ہی غنیمت جان۔ اسی بل!	دراہنشن لول نے ہنومرہ پر دراز چھو کر + موز
ہی۔ دلا! اسکو دوم اس دش فلاح میں؟	خاک کے پتہ ہزاروں مل گئے ہیں غافل + ناسخ
اس باغ میں ثبات ہی گل کو نہ خار کو۔	اسفل رہے جہاں میں عالی نسب +
رخصت ہی نہ ہم جلد دیکھو!	کر لو گر ہو سکے بھلائی + نیم

دنیا آرام اور خوشی کرنے کی جگہ نہیں +

دشت آباد جہاں میں کر آرام طلب۔	کب سا فر کو ملا چین وہ دیراں سے + اشتر
جاہتے ہیں جو مزہ دنیا میں ناداں ہیں سیر	تخل خنطل ہی یہ شیریں اس میں کوئی چل سیر + اسم
ایک دن بھی نہ ملا جہاں میں آرام	ہو گئی عمر سیر کشتی طوفانی میں +
لذت بیغم کہاں ممکن کر ہنومی ہی جاہ	نیش سے خالی نیا یا شد اس نور کا +
غضب ہی منزل ہستی میں آسائش طلب کیا	بجو دم خواب سے رہو ہی آخر خلل پایا + اشتر
کیا سمجھ کر بجز ہستی میں کروں طلب؟	دیکھتا ہوں روز و شب یہیں بیجا بوج +
جو نہ رنگ سچ و ماتم کا یہاں نمود ہو +	توڑ میں نہ زرد ہوئی نہ فلک کبود ہوتا + دوز
کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہ گہ نہیں	اس ٹکدہ میں۔ آہ اول خوش کہیں نہیں + سپر
عیش ہی عاریت اس باغ میں اور بیخ دم	کہا ہوں گلبن سے بھلا گل کی دش خواہ + ناسخ
باغِ عالم میں ہی قاتلوں کو بے برگ کا غم	سبز پتے اس چین سے نہ دھوکے لگے + اشتر

آتش	ہستے ہیں اہل جہاں گل کی طرح کہاؤ آتش	مثل شبنم گئے اس باغ سے مہمان کے
	سوائے رنج کچھ حاصل نہیں ہر خرابی	خفیت جان بجا کر مٹوئے کوئی دم پایا

رنج کے بعد راحت اور غم کے بعد خوشی ہو

گو یا	ریاض دہر میں ہی بعد رنج راحت بھی	کہ پھول کھلتے ہیں ہوتا ہی جو گل باغ
ہسپر	بے شقت تہنوع کی کبھی راحت حاصل	غرق دریا ہوا غواص تو گھوس پرایا
	اٹھائے رنج تو بڑھیا بے آب و بستر	غریب خلق کہاں گوہرِ پیم نہیں؟
سے	مثل ہی یہ مشہور اسی ذہنی شعور!	کہ ہی رنج کے بعد راحت ضرور
سمعان	جسے محنت کی سوا جرت پائیگا	جسے کوشش کی زد پہ چھٹائیگا
	یہ صدا آتی ہو آتشِ بھڑستی سے مجھے	گوہر مقصود اس ریاضِ باہر پائیگا

آدمی کے حالات

تراب	خدا کی شکل پر آدم بنا ہی	یہ آدم کتنا عجیب عالم بنا ہی
آتش	حکمت سے ہی یہ خاک کا پٹلا بنا ہی	نور آنکھ میں ہی اسکے تو مغرِ استخوان میں
	جسم کو جانتے ہیں صنعتِ مہ قدرت	روح کو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امرِ بخت
	نفسِ شقی بھی روح کے ہمراہ تہا ہی	یوسف کے ساتھ گرگ بھی ایش تہا ہی
	مؤدیوں کا بھی جو یہ خاک کا پٹلا مڑی	زیرِ پا پوششِ سر بارہ سرِ عقرب ہی
نہم	ایک کا ہی ایک شاکی ایک آرزو	حال اپنا ہی دگرگوں حال دنیا کی

موت نے کر دیا ناچار۔ مگر نہ انسان
 بہت گویا کہ اب اس نے نہیں فر
 بہت ہی سب سے نہیں ہم تو خوار ہیں
 صاحبِ حال نہ ہلکو نظر آیا کوئی۔
 خونِ انساں جہاں کا ہیساں تک توبہ
 مائل عصیاں ہی دلِ اہل جہاں کا چہرہ
 بد ہی قاتلِ خرمند جس میں وہ یہ دنیا ہی
 بارِ عصیاں سر پہ گویا بہت
 نہ اٹھیکام سرِ روضہِ محشر کے خالق کے
 ناگہ کاری میں ہلکو کوئی مٹوئی نہ کرے
 مرکب ہی یہ برتا یا خطا سے اور نیاں
 کبوتر کو کہیں کہ ہم نہیں کرتے کبھی خطا؟
 میں نہ عاصی ہوں کہ زورِ حشر پر غصہ

نفسِ امارہ کی برائیاں۔

ذکرِ دنیا نفسِ مردہ گویا امارہ حیات
 نفسِ ہی قدور کو قدرت ہو کر ٹھوڑی بھی
 نفسِ ہر کش ہی کہ مارا نہیں جاتا۔

ہی وہ خود میں کہ خدا کا بھی قاتل ہوتا
 شمع کی طرح مرا سر ہو جو سو بار جدا
 وہ کوئی اور ہیں۔ جو اعتبار ہے ہیں
 دیکھ بڑھتے ہیں جہاں میں تو خوش فاق
 شہرِ مود یہ سمجھتے ہیں اٹھ بھائی کا
 گھر تو ہی تارک رک وشن ہی پر نور شمع
 پس کے تھون سے جو ہو ترقی نہ شمع
 کہا اٹھائیں سر ہٹکے جا نہیں ہم
 یہی گریہ عصیان کی مر سر گرانی ہی
 ہاتھ میں نامہ اعمال لیے پھرتے ہیں
 خیالِ خام ہی انسان کو دعوایگنا ہی
 معصوم ہی جو جرم و معاصی پاک ہی
 آنگلی آواز۔ (یا غفار۔ یا غفار) کی

مر کے یہ سیما پھر زندہ دوبارہ ہو گیا
 دیکھ پھر سامانِ اس فرسٹے سامان کے
 یہ جن کسی عامل سے اتارا نہیں جاتا

اسپر

رانا ہی تو اگر تونہ کھانا فریب نفس
سہرن ہی سنگِ اہ ہی شیطان ہی غولِ نوح

کج فہمی - کج نہادی

ذوق

رہا طیرِ ہا شاںِ نیشِ کز دم
کبھی کج فہم کو سپہا نپایا

بر چند

کج نہادوں کا خاندان ہو خراب
کب بسا خانہ کماں دیکھا

اسپر

خود کج کج ہیں - کجی سے ہی محبت لگو
کج اداؤں کے بدلے نہیں تو روبرو

"

باغِ عالم میں مجھے کج روشی سے کیا کا
راستی سر کی صوت ہنر فانی ہی

آدمیت

آباد

گر نہیں عقل - تو پھر فرق ہی کیا تیکو
آدمیت کرے - لازم ہی کچھ انسان بد

اسپر

نتھے ہی ہر کس ناکس سے آدمیت نظر
جہاں میں دیدہ مردم شناس ہو کہ تھو

ذوق

گھر کو بھری صراف زر کو دیکھے تیر
بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھے ہیں

"

آدمیت اور شی ہی - علم ہی کچھ اور شی
کتنا تو نے کوڑھایا پر وہ چوٹا ہی

اپنے عیب دیکھنا اور دوسروں کے ہنر اور کسی کو حقیر نہ سمجھنا

ذوق

بنکے آئینہ دیکھے ہی پہلے آئینہ گر
ہنرور اپنے ہی عیب ہنر کو دیکھتے ہیں

ناسخ

بروں سے بُرا آپ کو جانیو تو
اگر اسی دل! اپنا بھلا چاہتا ہو

"

کیا کسی ناچپ کو ناچہ ہم سمجھیں
آنکھ پر رکھتے ہیں اکثر وقت حاجت کا کو

ذوق

اسی ذوق! اسکو شیرِ حقارت دیکھیے
سب ہم سے ہیں زیادہ - کوئی ہم سے کم

مطلب کسی کے عیب سے کیا ہی ہوتا ہے؟ چنتے ہیں بھول ہم شجر خاردار کے۔

علم و ہنر

صاحب علم و ہنر منہ کی کب سے ہیں قدر
جاہل کو خبر علم کے درجہ سے کہاں ہو؟
ہنر کو کچھ آپ میں ہو۔ باپ میں ہو تو کیا؟
جو علم نہ رکھے ہو۔ تمیز اسکو کہاں سے؟
ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہیں۔ کہ نہیں
خاتم ملک سلیمان علم ہو۔
حیوان کی برابر ہی نہیں ہیں جو ہر۔
عیب آدمی کا ہی۔ جو رہے اس نہیں
عالم ہوا جو چاہے تو سپنہ میں علم رکھ
چاہے شکست جہل۔ تو تحصیل علم کر۔
بیٹھ کر سیر ملک کی کر نا
علم و فن کی قدر ہو صاحب ہنر سامنے
انسو کس ہی انسان ہو علم کا جو دیا۔

نہیں ہوتا ہی کبھی بے ہنر انسان عزیز۔
خوبی ہنر مرد خبر دار سے پوچھو۔
کہیں پسہ کو بزرگی پر کاڑ کا ہی؟
جاہل کی نظر میں ہیں کتابیں بھی تھی۔
چنار کو تہہ دستی سے نقص جو ہوگا۔
جملہ عالم صورت۔ و جاں علم ہو۔
انسان سمجھتے ہیں ہم انسان کو ادب ہے۔
مطلق جہاں نہ میر رواج ہنر رہے۔
غالب یہ ایک لاکھ سفینہ پر جوت ہے۔
وابستہ یہ طلسم ہی کو ح کتاب کا۔
یہ تماشا کتاب میں دیکھا۔
قیمت جو ہر نووسے بے بھر سامنے۔
وہ مال ہی یہ۔ صرف جو کم نہیں ہوتا۔

شعر و سخن

مطلب میں صفا ہو یکتا ہے زبان کا۔
وقت ہوئی معنی میں کجا لطف بیان کا۔

عبارت خوب لکھی شاعری انشا طاری کی	مے مطلب ہی کم دیکھیں تو کیا ہو عاقل
دن ات ہی یہی سقر خشکی - وتری -	رکھتا ہوں کام شعر کے بحر وزین میں
کب عدن نے میں شعر ہی کم	در مضمون سوا خراج نہیں
یہ شاعر ہیں الہی ایہ صورت پر نہیں کوئی	نئے نقشے نرالی صورتیں ایجاد کرتے ہیں
بقدر ہی سخن - جو سخنداں کوئی نہیں	قد راس گھر کی ہوئی ہی گوشتیں فہم سے
باندھتا ہوں شعر میں مضمون طلالی رنگ کے	مرغ تر تریں صید کرتا ہوں میں اپنے حال
فکر نگین ہلو د لکھلاتی ہی گھر بیٹھے بہار	مثلِ بلبل ناکہ کرنے کو چمن کہاں چاہیے
آتش زمین شعر ہو ہر چند سنگسار	نعرش سے آشنا نہیں اہل سخن کے پانوں
عیب شاعر کو لگا دیتا ہی آتش نقص شعر	داغ جب بھل میں لگا عین شجرِ داغ ہو
شعر کہوں اپنے پسند آئین شاعر کو اسرار	کس کو مرغ خوب نہیں اپنے سپر کی صورت

مکر و فیہر

ہوں خمیدہ - تو حد شرط ہی مکاروں کے	بھاگنا چاہیے گرتی ہوئی دیواروں سے
پناہ! انہی فریبز بواقر سے اللہ کے ہنگو	سزا دیتا ہی ماکم آدمی کو قلب بازی سے
میں مانہ میں جو مکار - اتنے ہی جھگڑ کر تیرے	جاتا ہوں شیر اس صحرا میں ہر وہابہ کو
نہ مکر و زور کا کر نامہ انجام	کہ ہو گا اس سے بدتر انجام

دوستی

کیا سب نے گلزار دنیا	گل دوستی میں عیب تک نہ ہو
----------------------	---------------------------

دوست۔ دوستوں میں میں۔ واساں کا ہونے	لطف عیسیٰ اور ہی جو بلا کو آدہ ہی۔ جو ہ
کمال دوستی اندیشہ دشمن نہیں لکھتا	کسی بھونکے سے کس دن کوئی یا یمن
ناقص ہو دوستی میں کمال نہیں ہر	دشمن سے بھی غبار اگر دل میں بگیا
تراب اس سے مل۔ جو نہ چھو کبھی	دل اک یوفا سے لکایا۔ تو کیا؟ تراب
بیغرض کوئی نہیں دنیا میں دوست	میں نے بیاہوں کی یا ہی کچھ نا
دوستی نہ جیتی نہیں ہرگز فرومایہ کے ساتھ	روح جنت کو گئی جسم گلی یہاں بگیا
کسی کا یار بڑے وقت میں نہیں کوئی	نہ کیجا روح کو بونے شریک بن گئی
دوست دنیا میں نہیں کوئی آپکا بیغرض	ہو گئی جب صبح شمع مردہ کا پھر غم نہیں
ملے کس کو ایسا کہیں آشنا	کہ ہو تادم واپس آشنا
دیکھ ڈالے اس چال کے آشنا	یوفا میں سب یہاں کے آشنا
چاک پیرا ہن گل پر تو نہ بھول بیٹیل	جامہ یار ان لباسی کا قبا ہو تا ہی
نہیں قول سے فعل تیرے مطابق	کہوں کس طرح بھگوا ہی یا صادق
کرتا ہی کون کسکی امداد وقت بڑیں	ہی آشنا وہی جو کام آشنا کے آدے
ٹھہرا نہ یہاں قدم کسی کا	مسکھل ہی مقام دوستی کا

ایفا وعدہ

وعدہ جھوٹا نہ کر وہ مرد نہیں	قول سے فعل جب خلاف ہوا
سُن امی غارتگر حبسِ وفا سن	شکست قیمت دل کی صدا ہی

دیر

لوق

مستان

اسپر

آتش

سپ

ناخ

تراب

رند

اسپر

*

*

لب پر تونہ لاو عدہ خلائی کے سخن کو
ہم ہیں غلام اُنکے جو ہیں وفا کے بندے
عہد و پیمان ٹوڑنا ہی احمقی
باوفا بے وفا نہیں کہوتے

جھوٹا نہ کہیں جو ہر اس لعل میں کو
اسکو یقین جاگو کہ ہو خدا کے بندے
بیوفا ہرگز نہ ہووے متقی
حرفِ مدغم جدا نہیں ہوتے

خزاں

نہ تو بلب نظر آتا ہی چمن میں تو گل
کوچ کر رہی ہی سہارا تا ہی ہنگامِ خزاں
رنگِ ثنائتِ چمن کا اڑایا بادِ خزاں
گر خزاں آتی ہی چھوڑ کر گئے تھے
جس دن سے خزاں آئی ہی کچھ اور ہوا
زلزلتِ چمن کی بادِ صبا سے بدل گئی
آئی خزاں فسرہ ہوئے گل گئی بہا
کیسے کیسے گل خزانے کے بھر مٹی جھگڑے
لوٹا خزاں نے جاہِ زیبا سے چمن

اک طرف برگِ خزاں حیرتِ اک شوکا
زوتے بلب رکھ کے مونہ پر گل کا داغ
برگ بار نورس گل کے غمچے چھڑ جاتے ہیں
پر عداوت کے گرا کرتے ہیں
پر بلب دگل باغ میں برگ و نوا ہی
بلبل اداس ہو کے چمن سے نکل گئی
طوطی چمن میں بول چکا عندِ لیب کا
پتا پتا اس چمن کا ہاتھ مل کر رہ گیا
ہر نخل شکل سادے بے استہی ہوا

باغ و بہار

گل کھلے پھول گئی مار خوشی کے بڑے
گل کھلتے رہیں چھپے کرتا ہے بلب

چھپے کرتی ہی کیا اسپرٹ پا آیا
یار ب رہے آباد یہ گلزارِ ہمیشہ

تراب

رند

نزدیک آچکی ہے سواری بہار کی
 کہا چمن شگفتہ ہیں کہا بہار آئی ہے
 باغ میں دکھلا رہی ہے اپنی نیرنگی بہار
 ہر ابر بھر رہے اسی باغباں تر اگلار
 بلبلوں کا نکست گل سے معطر ہو باغ
 گل چھوے سہماتے نہیں ہر جا میں اپنے
 بہار گلستاں کی ہے آمد آمد
 گلستاں کے ہیں دو لونچ بھرے
 ہے خوش گل بہاریں یہاں تک کہ ہر طرف
 اگل رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب
 آمد بہار کی ہے جو ببل ہی نعمہ سنج
 بہار آتی ہے چٹکا ہے جب کوئی غنچہ
 پیغام بہار آن پہونچا
 فیض بخشی کر رہا ہے باغ میں ابر بہار
 جھمکارتے ہیں خوش کماں نئے نئے
 چمنستاں کی گئی نشوونما پھرتی ہے
 بہار آئی مراد چمن خدا نے دی

برگ خزان رسدہ گلستاں سے پہونچ
 کہا باغ ببل میں ہو گل سائی ہے
 کثرت گل سے جو بوٹا ہے وہم طاؤس نگر
 دماغ تازہ رہیں نکست بہار ہی سے
 غنچے کہا چکے ہیں شیشے ٹوٹے ہیں عطار
 ادنیٰ یہ شگوفہ ہی نیم سحری کا
 خوشی پھرتے ہیں باغبان کیسے
 بہار اس طرف اس طرف ابر ہی
 اڑتے ہوئے اُجھتے ہیں چمن کے بانوں
 ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے
 اڑتی سی اک خب سے زبانی ہوئی
 ٹو پھول پھول کے بیٹھا ہے باغبان
 ببل کہا کہا چمک ہی ہے کسی تھہ
 بھر رہے غنچوں کے کیسے آپس میں ہر
 دکھلا رہا ہے رنگ گلستاں نئے نئے
 رت بدلتی ہے کوئی دن میں پھرتی ہے
 شگفتہ غنچہ ہوئے بوی گل مہا دی

مہر

بہار آئی کھلے گل ٹھوٹاں شاید باغ و صحرا

=

موسم ہو نکلے شاخوں سے پتے ہرے ہرے

=

آئی بہار نکلے چمن میں حسنِ زار گل

سحر

بلبلِ نگفتہ دل ہیں چمن میں برنگِ گل

ناخ

ولا فصلِ بہاری ہی جنوں اُریج مسکن

زند

بہار آئی جوانانِ چمن کیا کیا کرتے تھیں

=

چمکتے ہیں مرغِ چمن کیسے کیسے

آتش

بہار آئی ہر عالم ہی گل و نسیمِ سوسن

ناخ

فصلِ گل میں ہی غنا مرغِ چمن کی آواز

=

ہی فصلِ گل سے کام نہ گزار سے غرض

اسپر

سارے عالم میں کھلا گل اتنے ایسا بہا

=

کیا لالِ زمانہ کو کیا موسمِ گل نے

=

پھولے نہیں سما ہیں مرغانِ بوستا

=

جھلک سی سستی ہی کچھ سیاہی داغِ سوا میں

پودے چمن میں پھولوں دیکھے پھر بھر

دل جو کھلا فسہ دہ تو جنوں بے بہار گل

مطلقِ خزاں کا خوف نہیں ہی بہار میں

گلستانِ جہاں میں جو شجر ہی بدبو جنوں

چمنِ شفاف ہوئے تھیں خسِ خاشاکِ حشر

رکھلے ہیں گلِ یاسمن کیسے کیسے

جوانانِ چمن نازاں ہیں اپنے اپنے جنوں

سازِ مطرب سی ہی آوازِ شجر کی آواز

رکھتا ہوں بلبلِ گل بے خار سے غرض

خانہِ صیاد بھی ہو جاے باغِ عیش

شالِ اُمرِ اسرخِ گلیمِ فقرِ اسرخ

اڑتی ہوئی خیرِ جو سنی ہی بہار کی

صحبت

زند

صحبتِ اہلِ صفا سے ہی تقریب کو

=

ایچہ تہی مرتزیک ۱ درید کا فہم

=

جو بویِ خلق تو چاہے تو نہیں نظر

جرات

آئینہ دیکھ کے رنگی ہی پیشیاں ہوتا

آدمی بن جاتا ہی انسان کو انسان دیکھ کر

کہ عطرِ محبتِ صندلِ جاے بن مٹی

ہر بات میں دین ادبی کے ہزار ڈھنگ	ہو کس طرح نہ صحبتِ جاہل سے لُجھا جاٹا
صحبتِ اعلیٰ سے اسی کو کبھی ہر حقِ حصول	طرہ و ستارے پایا مکانِ بالاسر
قابلِ قرب نہیں بے ادبوں کی صحبت	دور رہ اُسے دلا جنگو ترایا نہیں
صاحبِ جوہر کی صحبت باعثِ نیستی	خوشنمائی تارِ رشتہ کو ملی گوہر کے تھم
کب خوش آئیگی صحبتِ جنس	دل دکھائیگی صحبتِ ناجنس
بے رنج ہیں جو صحبتِ اہل صفائیں ہیں	پڑتی نہیں گرہ کبھی چینی کے بال میں

قدرِ نعمت بعدِ دل

قدرِ نعمت بعدِ نعمت کی ہو کر تا آدمی	عہدِ پیری میں جوانی کا مجھے اونیس تیر
بشر کو بعدِ نعمت کے ہی معنی قدرِ نعمت کی	غنیمت جانتا ہو لنگ پاپے چو نہیں کو
قدرِ نعمت ہوئی تو بعدِ زوال	بچھئے لطفِ جوانی پیر سے

زمانہ کے انقلاب

کوئی غنیمت کئی گل ہی کوئی پرمردہ ہی	دیکھتے ہیں ہم تماشائے گلشنِ سجاد کا
دنیا کو آتش ایک کے باہر نہیں سدا	یہ آج کل وہ صاحبِ طبع و علم ہوا
بے اعتبار نقش و نگارِ زمانہ ہی	اک رنگ پر ہوا نہیں رہتی ہی بلغ کی
کوئی زمانہ سے جانا ہی کوئی آنا ہی	کسی کا کوچ کسی کا مقام تو نا ہی
زمینِ حرمِ گل کھلاتی ہی کہا کہا	بدلتا ہی رنگ آسماں کیسے کیسے
گلِ حرم میں گل و سمن دیکھا	اج دیکھا تو باغِ بن دیکھا

سہل ت جان یہ طلسم جہاں	ہر جگہ یہاں خیال ہی کچھ اُور
حادثاتِ دہر سے کس شے نے پایا ہوا غم	جامہ آبی خطوطِ موج سے اُتو نہیں
گلِ جوہر ہستے ہیں کو کھوں کوئی ہی شبنم باغِ ہر	گلشنِ عالم میں گر شاہی غم تو ہم ہر
یارِ بیدل ہی یا کوئی مہمانِ سراہی	غم رہ گیا کبھی کبھی آرام رہ گیا
اک حال پر کبھی نہیں اس کو قیام ہی	دنیا کا کارِ حنا نہ طلسمی مقام ہی
غم و شادی کی حالت دیکھ عالم کے ہر ترقیع	کوئی تصویرِ زردی ہی کوئی تصویرِ ہستی ہی
اہلِ زمانہ رہتے اک طہر پر نہیں ہیں	ہر آن مرتبہ سے اپنے دُشمن سفر ہی
فصلِ بہار و وقتِ خزاں دونوں ساٹھیا	وہ ابتداءے گل ہی تو یہ انتہاءے گل
تنزل ہیں تتی ہی تری میں تنزل ہی	تماشا دیکھ غافل ماہِ نو کا ماہِ کامل کا
بگڑتے جاتے ہیں لاکھوں لاکھوں تہذیب	جہاں ہیں اتُن جاری خدا کا کا خانہ
دیکھو نہ چشمِ کم سے معمورہ جہاں کو	بنا ہی ایک گھر یہاں سو صوفیوں بگر کر
پیری میں موسفید جوانی میں ہیں سیاہ	رہتا نہیں زمانہ کبھی ایک رنگ پر
انقلابِ دہر ظاہر ہی عیاں تغیرِ حال	آج جو ہی کل تھا جو آج ہی وہ کل نہیں

مانگنا

بسکی نظروں سے گراتا ہی دلاؤ سچا	ہاتھ میں یہاں اثرِ نعرش پا ہوتا ہی
دس خدا و دولت تو پھر سائلِ بے انسان	بے صدا ہی وہ لبالب کو جو پیمانہ ہی

سخت دلی اور برحمی

سخت دل ہیں جو انھیں محروم کھاتا ہے
بے قہر و غلا سے بچے کہاں پیدا ہوا
کب بساطِ دہریوں آسودہ ہوں کہند لا
پسے سوزن کو رہے ہر دم سفر کی محتاج
جس جگہ دوسخت دل باہم ہوں شکر کیونکر ہوا
سنگِ دامن جب ہیں پیدائش رکھو نہ ہو

سفلہ من

سفلہ کو گو کہ پر لگیں لیکن ہی نارسا
پتو بچے کبھی ہوا ستے کاہ بھان
سفلہ ہو جاتا ہی وقتِ امتحان بے تجربہ
ہی دلیل اس بات پر پٹھٹ جانا چاہے
کم بضاعت جتنے ہیں کہ ہیں جو خوش و خوش
توڑ ہوتا ہی کسی یامیں کب سیلاب کا
سرکشی آخر فرمایہ کو دیتی ہی شکست
ٹوٹا ہی نخل پر اسجا خشتِ خام کا
مٹا ہی دستِ درمایہ کو کب آج کا قہر
رہتا ہی سہرِ خاک سدائیں شجر کا
سفلہ طہنت لذتِ دنیا پر مرتے ہیں ہم
مور و مار آسا ہی انکو شیر و شکر کی طمع

دشمن کی چالیں اور اپنا اسکے ساتھ ہوشیاری

اور نیکی کا چلن

کسی حالت میں نہیں فکر سے دشمن غافل
آفتِ مرغ ہی رنگین ہو یاد دم سفید
دشمن کی نہ جا سپدھی گناہوں کہ پہ جو تیغ
سیدھی ہی تو اک انیسیں ہی دم آؤں زیادہ
دوستی دشمن کی مژدہ ہی اسل کے خواب کا
برہمن بننا غضب ہی کا دگو قصاب کا

ہی قوی دشمن تیرے غالب ہو چکے تیرے
دشمن سے بھی نہیں ہی عداوت فقیر کو
رات دن غافل رہوں گے بھی کیا کر سکیں

ناسخ
رند
ناسخ

پہلیاں میں کبھی چوپن دھان میں نہ ہو
امید و دوست یہاں میری کاغذ کی ٹکڑی
کپا بڑا ہی سہی جس کی چھتیرا بھلا ہو

مستغرق مضمون

در غصہ بے بھی بخوام رزش کا ہی اُسید و
عاجزوں کی دستگیری کر سدا
دل عبارت سے چُرا نا اور جنت کی
رُک کے آپ سے اُس سے ک جائے
عاریت جو شہی حاجت اُس سے برائی ہر
پاک رکھ اپنی تونیت پاک رہ
اُدھی کیا وہ نہ سمجھے جو سخن کی قدر
زیادہ زخم سے انسان کُج حسان اُٹھا
کریں اظہار کُج حسان کا اُن سے خاک
فنا نہ کیجئے سخن آبدار کُ
جو نہ اُن کوئی اُنہیں دیتا اُسے
کارِ اعلیٰ کو کرے ادنیٰ وہی بقید رہی
کام ہی اُن سے عالم سے کچھ طلب نہیں

رند
مستعان
فوق
حسن
نماخ
نگینیں
آتش
اسپر
آتش

نام ہو تمہارا اور جبار بھی غفار کا
 ناکرے لطف و کرم تجھے پر خدا
 کام خور اس کام پر کس نہ سے اجرت کی
 جھکے آپ سے اس سے جھک جائے
 پر توئیں پر کب اڑ جاتا ہی از خود تیرے
 جب ہوا تو پاک تب بیا ک رو سیا
 لطف نے حیوں سے مشیتِ گویا
 نہو نا خوب ہی غل ہما سے باو شاہی
 گر جتے ہیں یاد وہ خود ہی کتر برس ہیں
 یہ گوہر گانہ سزاوار گوشس ہو
 سایہ دہوار کو اندیشہ عامل کہاں
 دیکھیے قیمت میں کہم تو باہی کس مثال
 شتری یوسف کے ہیں خواہاں نہیں بازار

بیل سنے نہ کہونکہ نفس میں چین کی بات
 مذہبِ نرم ولی لطیفِ فاق کی دل
 آدمِ خاکی سے عالم کو جلا ہی ورنہ
 ہر صاحبِ زمانہ نازک ہی
 غمِ موت سے بندے آزدہ
 خاکساروں سے غافلِ فضل میں غبار
 گھٹ نہیں سکا گھٹائے بجی کمال
 کرتے ہیں ہم وہی جو آتا ہوں میں
 صورتِ تقلید میں کب معنی تحقیق پیر
 کرے وقتِ مصیبت میں جو سارِ شہر کی
 ہی خوشامدِ پیشہ اہلِ دعا
 منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھوٹ بنایا
 دیکھ چھوٹوں کو ہی دند بڑائی دیتا
 ہو پاکدہ ہوں کو غلشگر سے کبا خطر
 جو پیٹ کے ہلکے ہیں شجاعت کب
 اذرا طے نہ کام نہ تفریط سے عرض
 سوا بے ذاتِ خدا کے واسطے ہونا

آوارہ وطن گئے خوش وطن کی بات
 معنی میں چین جو باش میں بے لگا
 ایسے یہ مروت اہل دیدار نہ تھا
 دو کون ہاتھوں سے تھانے پتار
 خدا ہی تو کبا غم ہی دسارہ
 خاک بعدِ مرگ تیرا تن بدن ہو جائیگا
 بے الف معنی سے کب خالی ہی لفظ لگا
 کب جلتے ہیں طاعتِ ستم زمانہ رض
 رنگ گوئی کی تصویر میں کب صبر ہو
 اسی کے واسطے نیا ہی دعویٰ شہر یاری کا
 آنکی مٹھی بات مت سن دل لگا
 پر آپ کوئی رات ہی مہمان نہ بیگا
 آسمان آنکھ کے تل میں ہی دکھائی دیتا
 کھٹا نہیں نگاہ کو مڑکوں کے خاک
 روکیں تو آپھر جاتے شکم اور زیادہ
 وضعِ بشر وہ چاہیے جس کا نباہ ہو
 ثباتِ ہستی ناپا یدار دیکھ چکے

ناسخ پاک ہیں آلودگی سے جوہں راستہ مزاج
 ذوق اسی ذوق تکلف میں ہی تکلیف سرا
 ناسخ نہ داغِ یاس سے گہرِ برائیگی مُنید
 نرم طبیعت کو کیا پونچے عدد و گزند
 زندگی زنجیرِ دلی کا ہی نام
 گر ترقی چاہتا ہے کسی کی پرورش
 امتیازِ حق و باطل خود ستاؤ تو کمال
 تراب یارِ وہ فعل تم سمجھ کے کرو
 پستارِ گناہ نہ باندھ اپنی پیٹھ سے
 اپنے محسن کے نہ حسانِ انوش و
 جرات گہوں شیطاں کو گردِ حنظلِ خارج
 ہوا اپنی اصل کی جانب ایک شجرِ جمع
 نسیم بھلا وہ ہی طلسمِ زندگانی
 ولی کہتا ہوں ترے نام کو میں درویش کا
 سراج نام تیرا اسی خدا نہرت ہی دیوان کا
 انہم جو کہ دریاے محبت کا شناور ہو گا
 جو ہر کس زبان سے شکرِ لطفِ عام ہو یا رب ادا

تر نہیں مروتا کبھی سیر کا دامنِ سبیل
 آرام سے ہی وہ جو تکلف میں کرتا
 گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں شہید
 سنگ ہی ہو جا غنِ گر پڑے وہ اکس
 مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں
 خاک سے فرق شجرِ بر جانی ہی اکس
 کبوں نہ فرعون ایک سمجھے سحرِ عجیب
 جس میں نفع و ضرر تھا لاری
 کھٹکا ہی رستے میں گرا نبار کے لیے
 وہ نہیں میں کہ نمک کھا کے گدلاں کوڑوں
 انتقامِ پدرِ خویش سپر لیتا ہی
 بشر کا کبوں نہ موسے پر ہو جلد تن مٹی
 وداعِ حُبِ مژدجاہ کرے
 کہتا ہوں ترے شکر کو عنوانِ بایں کا
 ہی زبان کا وردِ عامہ اورِ لطیفِ بایں کا
 بے بہا خلق کی آنکھوں میں وہ گوہر ہو گا
 ہی فقیروں کو لقبِ تیرے کرم سے کا

<p>خمدہ کرتا ہی انسان کو جو ہر شرافت کا جب خالق زبان و دہن کی صفت ای نعمت و غرور و سخاوت پنا کبا کا سہ حجاب کو ہاتھ آیا منج سے بات وہ کر کہ جو دشمن بھی متا مندر سنتا ہی دلا اہل جہاں کی ہی عادت بندے ہوئے ہیں کروڑوں کے پشت اگے دنیا سے یہ تحفہ لیچلے ہم رو سیاہ مہیا جس کے آسباب ملکی اور مالی نہ اسکندر نہ دارا ہی کہسری ہی و قہر ہی خواہ نماز خضوع سے ہو خواہ نیاز اک ملکی</p>	<p>اصالت جس میں مونی ہی وہی تلوار سنی گس کام کی زبان ہی کس کا سم کا دہن دو ہا تھ ہیں ہمارے خدا کے ہزار بھیلا کسی کے گنگے نہ تو بار بار ہاتھ موندہ پہ اچھا نہ کیا تو کیا کا دل موندہ پر تو خوش آمد کریں تحفہ ریش خمدہ کپوں نہ پوری میں ہر ہائی ٹیچلے ہاتھ میں اعمال نامہ بار عصیاں ٹیچلے وہ اسکندر گیا یہاں تو دونوں تھلے یہ بیت المال ملک بیوفا سوار ناگہ ہی وقت نا ہی بہت کم اب تو بار کچھ عادیں ہم</p>
--	--

کر جانے کی آیت تو جس سے
شاید اس ہی میں کچھ عبادی

تیسری فصل

رباعیوں میں

رباعی کے چار مصرعے ہوتے ہیں جنہیں سے پہلے اور دوسرے اور چوتھے
کا قافیہ موافق ہوتا ہے مگر تیسرے کا موافق ہونا ضرور نہیں۔ اسکے سوا رباعی
کے لیے چوبیس وزن خاص مقرر ہیں ان وزنوں میں سے یا تو چاروں مصرعے
ایک ہی وزن پر کہتے ہیں (اسکی مثالیں بہت ہیں) یا اسکا ہر مصرع ان میں سے
الگ الگ وزن پر ہوتا ہے (اسکی مثال اردو میں دیکھی نہیں گئی)
رباعی کو چوبیس مصرعی اور دو بیستی بھی کہتے ہیں +

رباعیاں

شکریہ

کیسا احسان ہی خلق عالم کرنا
پھر عالم ہستی میں کرم کرنا
تھا کار کرم ہی اسی کریم مطلق
ناچنے کف خاک کو آدم کرنا

مہر

بہر حال میں شکر

گشتوں کا جہان میں سرواں بھی شکر
اور گشتوں کا باد و لہر اقبال بھی شکر
یوں شکر قوس کرتے ہیں لیکن نافر
شاگر ہی وہی جسکو جلال بھی شکر

سودا

رضا بقضا

راضی تھک آپ کو رضا پر رکھتے
بندوں سے تو کچھ کام نہ نکلائی ہے
ماہل دل کو تنگ قضا پر رکھتے
سب کچھ موقوف اب خدا پر رکھتے

مہر

جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے

خلق کی راہ میں جو کوئی بھیجا گیا تھا
نہا رہا ہو جائیگا آخر کو اُسکے انکار
جو عمل جس سے کہ ہو گا وہی پیش آئے گا
غیر نیکی نہ کرے پا ہیے کوئی ہشیار

ایضاً

بدکار کوئی ہو یا بداندیش
پائیگا کبھی نہ نوس جز بیش
جیسا کہ کریگا کام کوئی
ویسا ہی آئیگا اُسے پیش

ایضاً

جو کوئی کسی کو یار کھپائیگا
یہ یاد رہے وہ بھی نہ کھپائیگا
اس پر یہ کافات میں سن اور فل
بیدا کر گیا آج کھپائیگا

دنیا کی آلالشوں سے پرہیز کرنا

مستی نہ کر ایسے اگر بھڑا درگ
دامان بلند رہے نظر رکھو تو پاؤں
ہی ماریتی جا بہ ہستی تیرا
ہشیار کہ اُس پر نہ بڑے گرد اور خاک

مغور و ضرور ذلیل ہو جاتا ہے

یہ آج دورِ روزہ ہی تو کباب کا تاجی
پھر سوے حنیض آسمان لانا ہی
تھکا بوجھ اس سے اڑ کے ہوتا ہی بلند
آخر وہ زمین پر خسر و راتا ہی

دنیا کا علم نہ سمجھنا

دل اپنا غم دہرے تو کر نہ آج
جس طرح کٹیں سوڑے مصیبت کو کا
ذوق

سورہ ہونہ کہوں زیرِ فلک باط	امی دوقِ فلک ہی بارہ حصے
نفسِ اتارہ کو ملامت	
دنیا کی طلب میں جو ترا ہی ہمدوش تیرا ہی تو ہمجنس ہی وہ بھی خاموش	امی نفسِ دنی حرف کو میرے گروشن اس چہ نہ ترانہ سے دیکھ کہ سنگ
اس جہان کی زندگانی چپ روزہ اور فانی ہی	
کباؤ و عدوئوں میں زندگی کا ہی حسنا ہیں مرقعی اصل میں یہ نقشِ آب	اولِ عدم آخر عدم امی عرشِ جناب کہوں بحرِ فنا میں ہوں نہ مانندِ جناب
لڑکپن اور جوانی کو خالکی بندگی اور اچھے کاموں میں لگانا نہیں تو بڑھا پے میں پچھتاہی پچھتاہی	
اوقاتِ جوانی کی گئیں عشرت میں یکبار کمی ہی آگئی طاقت میں	ایامِ لڑکپن کے کئے مغفلت میں پیری میں جزا فسوس کیا کیا جا
الض	
جاتی تھی سپہِ دمِ گل کی نکبت چو کر ہم برگِ خزاں اٹھیں ٹھہریں کہوں کر	رودے کوئی کہا گئی جوانی توں کر پیری آمد می سی مہِ نہ ناگہ آئی
بڑھاپا بھی غنیمت ہی اسے بھی غفلت میں سمجھنا بس حرص و ہوا سے مہرِ آب تم بھاگو	

سودا

ناسخ

غالب

مہر

چلنے کی خبر دے ہو سفیدی مٹو کی
ہوئے آئی ہو صبح آب تو جاگو

غیر کرنا اور کر ٹوئی بات کہنا دانائی سے دُور ہو

چو کہ عاقل ہیں کب کریں ہیں غور
رکھتے ہیں دل میں دلبری منظور
تلخ گوئی نہ دے شمشیریں
شاخ خنجر سے پکب لگیں انگور

تقاعث

کر تقاعث سے تو ذرا گذران
دولت و مال کا نہ رکھہ ارمان
باد حق ہی جو نعمتِ عظمیٰ
کر لے حاصل اسے تو کہنا مان

دل غنی

مستغنی ذاتی نہ ہو جس کے ہوں تسخیر
معدن ہو جہاں سونے کی ماں خاک بھی کسیر
کبریز بھی کیسہ درمکنوں سے جنگنا
کب شبہ فرو نشوں گو حضور انکے ہی نور

آدمی کو اپنے عیب نہ نظر آتے ہیں

کب فائدہ گریبان ہی ہاں پدہ ہر
چوں آئینہ ہر حید کھلے آنکھوں سے
نت پردہ چشم دل ہی گوری درگ
آتا ہی نظر میں عیب اپنا جو

کامل کی صحبت غنیمت ہی

یہی اُس شخص سے جو آدم ہو دے
ہو گرم سخن تو گرد آوے اک خلق
ناز اسکو کمال پر بہت کم ہو دے
خاموش رہے تو ایک عالم ہو دے

لاچار انسان کہا کر سکتا ہے جو کچھ ہوتا ہے خدا ہی کے فضل و

کرم سے ہوتا ہے

کیا فائدہ فکر و بیش و کم سے ہوگا	ہم کہا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہہ ہوا ہو اگر کم سے تیرے	جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

ذوق

ترک دنیا و دنیا دار ہو

ای ذوق کر گیا کوئی دنیا کہا ترک	دنیا ہی بری بلا اے کیسا ترک
محکم نہیں ترک ہو کسی سے دنیا	جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

زور و ظلم نہ کرنا اور بری بات نہ کہنا

پاکے ثروت سلوک کر سب سے	بد سخن آشنائے نہ کر لب سے
کر کسی پر نہ زور و ظلم کبھی	خوف کر قہر ناگہاں رہے

ہرین

آرام طلبی اور عیاشی کے نتیجے

رغبت ہو بہت جس کو تنہا سائی	کچھ کام نہیں ہی اُسے سلطانی
سمجھے جو کوئی بستر گل کو پڑنا	پایے وہ مگر نخل جہان بانی سے

+

ایضا

ہوتا ہے جو بادشاہ آرام طلب	رہتا ہے ہمیشہ مائل عیش و طرب
ملک اسکا خراب سلطنت بھی ہوتا	افواج و رعایا ہیں گرفتار تعب

ناسخ

خوشامد یوں کا دستور

ذوق

سب کہتے تھے آپ ایسے ایسے
پوچھنا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تھے

جتک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے
مفسس بوجہ ہوئے تو پھر کسی آدمی ذوق

اکو می کا دل

ا

لیکن رہ گمشدش میں جوانی بڑھل
خند دم بہانیاں جھانگر دہی دل

ہر چہ بگڑتا رہنم و درد بڑھل
پھر تباہی زمانہ میں یہ چپا رطوف

چپ رہنے کے فائدے

ناسخ

ہر عیب کو گم کر تی تھی ہنر خاموشی
انسان سب سے ہو سکے اگر خاموشی

کرتی تھی فزوں و فتر بشیر خاموشی
ہو مردم چشم ساں سراپینا

گناہ سے توبہ

موسم

ای تیرہ درون سیاہ کاری کتبک
اود دشمن دیں بیکوئی ماری کتبک

مؤمن شوق گناہ کاری کتبک
مان اپنے خدا کو باز آہر چند

برکھ

ناسخ

ہر سمت سے خاک اپنی تھی کیل و نہا
ہو جاتا ہی ہر لکھنے کے خط غبا

رہنے کو عجیب مکان ملا ہی اسی بار
کرتا ہوں کسی خط میں نامہ تحریر

ایضاً

والا ان جاز تھی سڑا ہی چھبرا

ہی بیچ میں گھر چار طرف بچھرا

در درازوں میں بنجر کی جا بڑھنا	کھیریل میں کھیر جو ہو سو بکھیرا
ف	
ہنسی شمع بشتاں پہ گمانِ خامہ	بھٹکے لگا ہنسی ترگی بساں خامہ
کالی راتوں کا حال کہتا ہوں بیاں	کہو نہ کر نہ سیاہ ہو زبانِ خامہ
گرمی کی شدت	
صرصرِ حادثہ اس باغ میں کہا جلتی ہے	شاخ میوؤں کی جگہ آلوں سے پھلتی ہے
آتشِ گل سے گلستاں کی ہو جلتی ہے	برقِ آفت شرِ اشجار سے کہا جلتی ہے
خشک سالی	
صاف بدلائنی عالم کو صفائی برسات	یہ نہ ثابت ہوا آئی کہ نہ آئی برسات
رتسی پانی کے لیے ساری خدائی برسات	تو نے کہا اب کی برس خال آگئی برسات
یا دل اوز بجلی	
شب ابر کہ پیشہ وہ ہو دریا جسکا	ایا دل داغ گر گیا جس کا
اُس سے ناکا ہا ایک بجلی جھکی	کہا جانے اُس نے گھر جلایا کسا

ۛ

خجہ

رند

مپہ

پوتھی فصل غزلوں میں

غزل اکثر کے نزدیک کم سے کم پانچ شعر اور زیادہ سے زیادہ گیارہ شعر جو ایک وزن پر لکے جاتے ہیں اور جن میں سے پہلے شعر کے دو ٹوں مصرعے اور باقی شعروں کے اخیر مصرعے ایک قافیہ پر ہوتے ہیں باقی مصرعوں کا با قافیہ ہونا ضرور نہیں +

غزل کے ہر شعر کا اکثر مضمون جداگانہ ہوتا ہے۔ مگر جن دو شعروں کا یا زیادہ کا مضمون ایک دوسرے سے علاقہ رکھتا ہے انہیں قطعہ بند کہتے ہیں +
غزل کا اول شعر مطلع اور دوسرا زبِ مطلع اور حسنِ مطلع اور سب کے آخر کا شعر قطعہ متاخرین کا اکثر معمول ہے کہ مقطع میں اپنا فرضی نام جو تخلص کہلاتا ہے ضرور لاتے ہیں لیکن متقدمین کو اس کی قید نہ تھی +

+ بعضوں کے نزدیک کم سے کم تین شعر اور زیادہ سے زیادہ پچیس بلکہ اور بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اس مجموعہ میں بعضی غزلیں ایسی بھی ہیں جن میں پانچ شعروں سے کم ہیں۔ جب یہ ہو کہ باقی شعروں کے مضمون اس کتاب کے مطالب سے مناسبت نہ رکھتے تھے اس لیے چھوڑ دیے ہیں +

غنییں

محمد غائبانہ

سرِ دُپاں پہ میرے تاج ہی حمدِ الہی کا
 اُسی کے مطبخِ انعام سے ہی رویش کی
 ہو اس سرِ باریخِ حسنِ بہرہ ابرِ رحمت سے
 ہجومِ فوجِ انجم سے نہ کیوں سیواری ہو
 عطا گلہا گلشن کو ہوئی پوشاکِ عنائی
 ملائک جب سہارہ تے ہیں اُسکے آستانہ پر
 اُسی نے کاروان بھیجا تو یوسفؑ جاکے نکلا
 زمیں سے آسمان تک ہی نمایاں جلوہ دار
 اُسی کے خارقہ قدرت کا یہ خورشیدِ نقطہ ہر

سُخن کو کیوں نہ کہ توبہ میر بادشاہی کا
 وہی ترقی ہی انسانِ مودعہ دہائی کا
 برنگِ خضر ہی جامہ بدن میں رنگِ کاشی کا
 دیا مہتابِ بیاں کو فلک سے تختِ شاہی کا
 سرِ غنیہ پہ کیا سرِ بیچ باندھا کجلاہی کا
 کیا اُنکے لیے گردنِ مکاں ہی حیدرِ گاہی کا
 غریب دہونہ اُسکے فضل سے صد تباہی کا
 نہیں ہی محض تقدیر کچھ خواہاں گاہی کا
 فلک بھی اک رنق ہی دفترِ شانِ الہی کا

بیانِ مکتوبِ قدرت کا نہ ہو ہر چند کچھ احوال
 قلمِ اس جاسقِ خواں ہی کتابِ خندِ خواہی کا

ہر چند

فراہم ہوا سدا جہاں کبریا کی کا
کیا کج خلق سے معدنِ سرخ گردوں کو
کے تیار رہی فضلِ حق و شکر کی
ان بید سے پاکو بھی اسی سے ترس کی
آئے خوب چوڑی سے مثلِ موسیٰ گردوں کو
سی کے در کی دیو نہ گری ہی گردوں کو
شہِ انجم کو ملکِ چرخ کی جا پر بخشی ہی
رسانی کس طرح ہو ہو با موصف پر کسکے
بساطِ نفیس سے اپنے جسے چاہے خلعت
کچھ انسان ہی نہیں ہیں کسی یاد کے شاکر

کیا ہی تختہ کا غنہ صلا جہاں کی کا
دکھایا اسکی حکمت نے عجب فنِ کمپانی کا
نہو بھر عمر بھر نہا طالبِ میانی کا
کہ کرتا پنچر شانہ ہی کا رعدہ کشانی کا
دکھائے برحق حسن اسکی جو جلوہ غالی کا
یہ ہی ہاتھ میں خوشید سے گدگدائی کا
خطِ خوشید سے فرماں لکھا فرمانروائی کا
کمند فکر کو حسنِ جاہی رتبہ نارسائی کا
قدِ عظیم کو پہنایا ہی جاہِ پارسائی کا
گرمِ رخاں چمن کو بھی ہی نغمہ حق سرائی کا

ہوا روشن بھر غامہ بھی اسکی عین حکمت سے
عطا اسکو کیا ہر چند سمر و شنائی کا

اسپر

بیربان و بے نہیں ہی فطرت کا مہند کا
وہیان بند و نکو ہی لازم صبحِ شام مہند کا
تابعِ دریاں نجوم و چرخ و ذرات زمین
آسمان پر بھی کوئی فارغ عبادت نہیں
باغ میں ہلکے ہوا سے جو صد آدھیں برگ

سب کلاموں سے ہی بالائے کلام مہند کا
دل میں یادِ شکی ہو لبِ نایم مہند کا
دو نون عالم میں ہی کیسا نظام مہند کا
مہر و مد کرتے ہیں سجد صبح و شام مہند کا
فی الحقیقت نہ کر کے ہیں تمام مہند کا

مصلحت سے کہنے کی خالی ہی کام لہذا سب جگہ ہی رہیں کوئی مقام اللہ کا	منفیس فلس کی منعم کی بجائے منعمی دیکھتا سنتا ہی سب لیکن نہیں ہی چشم و گوشہ
	ہم بھی اپنے گوشہ غزلت سے اٹھیں گے حشر کے دن ہوگا جب دربارِ عام اللہ کا
حمدِ محاطانہ	
درد حقا کہ حنراوند ہی تو کوج و مسلم کا کہا تا ب گذر ہو و تعقل کے قدم کا ور دل میں بھر و سا ہی تو ہی ہے کرم کا	مقدور ہیں کہ تہی و صفوں کے قلم کا اُس مسندِ عزت یہ کہ توجہ لوہ نہا ہی ہی خوفِ گرجی میں تو ہی ہے غصہ سے
	مانندِ حجاب آنکھ کو ای در دکھلی تھی کھینچا نہ پراس بحر میں عرصہ کوئی دم کا
رند حقا شریک کوئی نہیں تیری ذات کا بھر بھر دیا ہی موتیوں سے منہ دوات کا ثابت ہی جب تک کہ یہ شہ تہیات کا	تیرے سوا سنا ہی نہیں اس صفا کا مضمونِ آبدار کیے یک قلم رستم تبیح تیرے نام کی وردِ زباں رہے
یاد الہی اور اسکے حسانِ مثنوی	
الش ذکر کرتا ہی ہر اک مرغِ خوش لہجہ تیرا حق کو یہ ہی کہ جو عاشق ہو تو انسان تیرا	باغِ عالم میں نہیں کون شاخ و ان تیرا کوئی تجھسا نہیں لانا ہی تو ہی محبوب

<p>دَم بھرا کرتا ہی نور اور سلیمان تیرا سرواز دیکھی ہی بندہ احسان تیرا عین حکمت ہی دہ بجو کچھ کہ ہی زبان تیرا کسکی گردن کو جھکاتا نہیں احسان تیرا گرداگرد نہیں چھو سکتی ہی داماں تیرا چاہتا تیرے سوا کچھ نہیں خواہاں تیرا</p>	<p>تو ہی مطلوب اُسے ادنیٰ نہ ہو کہ اعلیٰ ہمیں لاکھ ہی ایک نہیں تیرا غلام داعی بات بے مصلحتِ وقت نہیں کی تو نے کون عالم میں ہی ایسا جو نہیں بسجود جسمِ خاکی سے ہی دشوار سائی تجھ تک بانٹ چاہے جسے ولت دجہان کی ہی دوست</p>
--	--

نیتِ اہل توکل ہی کرم نے بھری
سیرِ نعمت سے دُعا عالم کے ہی مہمان تیرا

خدا ہر جاہِ حاضر و ناظر ہی

<p>سیرِ شوریہ کو پائی غزالان بھی دیکھا ترا دیدار آنکھوں کو جو تھا مگر نظر دیکھا وہ نان بے نمک پایا یہ شیرِ بیشک دیکھا جسے دیکھا اُسے اکودہ گردِ سفر دیکھا گرہ میں قند کو باندھے ہو نہرِ بیشک دیکھا</p>	<p>بیاباں کو بھی ہنگام جنوں میں سیر کر دیکھا تجھے موجود پایا یا تجھ کو جلوہ گرد دیکھا سمٹھارے دیر و پھیکا رخِ شمس و قمر دیکھا مسافر ہی نظر آیا نظر آیا جو دنیا میں حلاوت سے نہیں اک ذرہ موجود کلاں خالی</p>
--	---

آتش

خدا کے انسان پر کیا کیا احسان اور اسکے کیا کیا کفر

<p>آسمان سے پن پوئی</p>	<p>بات کیا آدمی سے بن آئی</p>
-------------------------	-------------------------------

مہر

چرخزن اُسکے واسطے یہ دم	ہو گیا دن تمام رات آئی
ماہ و خورشید و ابر و باد بھی	اُسکی خاطر ہوئے ہیں سوائی
کیسے کیسے کیے تر و خوب	رنگ رنگ اُسکو چہرہ دکھلائی
اُسکو ترجیح سب کے اُوپر دی	لطف حق نے کی عینِ وفائی
حیرت آئی تھی اُسکی باتیں دیکھ	خود سری خود ستائی خود رانی
شکر کے سجدوں میں درج تھا	یہ بھی کرتا سدا جبیں سائی
سُو تو اُسکی طبیعت سرکش	سر نہ لائی فرو کہ ملک لائی
پیر ناچہر مشقِ خاک اُس	اُن نے یہ کبر یا کہاں پائی

دل کے حالات

دلِ دل کو کہتے ہیں تنہ جانا کہا دل	جستہ بصیرت و اہو تو عجائب دیکھی جاہی
آؤج موج کا آشوب سکا لیکے زینِ فلک تھی	صوت میں تو قطرہ خوں ہی معنی میں جاہی
جیسے صحرائے کواہ کشادہ اُس ہم تنہ آئے	بند اگر نکھیں نکٹ کیکھو تو ویسا ہی صحرائے دل
تا غیموئی دل کی اپنے داغ کیا ہی خود سر	جی ہی جسکے لیے جاتا ہی اس بے پروائی

اہلِ غفلت کو نصیحت

ای دلِ غفلت دہ بیدار ہو سوتا ہی کیا	عمر آخر ہو چکی اب دیکھیے ہوتا ہی کیا
اُس جہاں کے رنج پر البتہ رونا چاہیے	اِس جہاں کے درد و رحمت پر کوئی ہوا ہی کیا
دغمِ غنیمت ہی نہ ہو غافلِ خدا سے اکیدم	زندگی نعمت ہی غفلت میں اٹھو ہی کیا

مزرعِ عقبیٰ ہو دنیا ہمیں کچھ نہیں
صوفیوں کو تصفیہ دل کا مقدمہ تھا

کھیت ہی موجود ہمیں دیکھیے تو باہر کیا
قلب ہی جس کا ملوث وہ دین تھا ہی کیا

قناعت اور شکر ان نعمت

تراب

نہیں کچھ ہم کو حرصِ خواہ نعمت
قناعت نے غنی ہم کو کیا ہے
ہمارے واسطے فضلِ خدا
لقدِّق جائے منعم کے اپنے
ہزاروں نعمتیں اُسے نہیں دیں
عجب دولت ہی ماریو گنجِ عوفا
ترابِ اُسیرِ فدا کیونکر نہ ہو جا

ہی اپنی خشک دلی نانِ نعمت
سنوں شا کر تو ہی کفرانِ نعمت
کھلی ہی ہر طرف دکانِ نعمت
دیے کیا کیا ہمیں سامانِ نعمت
کریں کس چشمہ ہم شکرانِ نعمت
خدا کی معرفت ہی کانِ نعمت
دلی نعمت ہی وہ سلطانِ نعمت

جسم اور رُوح

نسیم

رکھتی ہے کب اعتبارِ رُوح
فکرِ دنیا خواہشِ عیشِ بقا
سینکڑوں آتے ہیں خاطرِ خیال
جسم کی باشی ہے کہ تاہنگامِ مرگ
غور سے دیکھا جو مہنے اُسی نسیم

جسم میں ہی چار دن مہمانِ رُوح
کیا نہیں رکھتی بھلا امانِ رُوح
روزِ کرتی ہے نیسے سلمانِ رُوح
دوست رکھتی ہے اسے ہر آنِ رُوح
تن میں رکھتی ہے نہایتِ شانِ رُوح

دنیا کے سب کو باسب اعتبار میں

سُن لے یہ التماس مرادوستانہ ہو
 کب تک رہیگی مسندِ کخواب زیرِ پا
 اسی عذیبِ جاں چینِ جسم نہ پھوٹ
 انفاسِ ستارہ پر کہا اعتبارِ نیست
 یہ جلوہ ہے بوقلموں بے ثبات ہیں
 رکتی نہیں ہی باگ کسی شسوار سے
 گبا سرکشانِ ہر کے قصے نہیں سنے

ہشیا نہ ہو کہ تیرا جل کا نشانہ ہو
 کاہِ خمیدہ یارِ ترا آتشِ سیاہی ہو
 ویرانہ ایک روز ترا آتشِ سیاہی ہو
 اک دم میں مثلِ موج صبا تو روانہ ہو
 ہی زندگی طلسمِ جہاں لگ فسانہ ہو
 ہر دمِ سمندِ عمر کو اک تازیانہ ہو
 کیا ہو گئے وہ لوگ کہاں فنا ہو

کہنا تھا جو نسیم تجھے سب سنا چکے
 نزدیکِ اختتام ترا کارِ حسانہ ہو

گذرتی عمر ہی کون دور آسمانی میں
 رکاوٹِ خوب نہیں طبع کی وانی میں
 کہانیاں ہیں حکایاتِ خضر و آبِ بقا
 کہ جیسے جلے کوئی کشتیِ غامی میں
 کہ بوفساد کی آتی ہے سدا پانی میں
 بقا کا ذکر ہو کہا اس جہاں فانی میں

ہمیشہ ہی مجھے سرمایہ بقا میں فنا
 حبابِ وارہوں میں آبِ زندگانی میں

اک روز اس سر سے ہی لاکلام کوچ
 سُن تو سسی پکارتا ہی یہ مقام کوچ

<p>حرص وہو اللہ فی دل میں کر رہے بحر جہاں میں آبِ واکس کھلا حال جب دیکھو نہری میں موجیں گی روانگی طرح</p>	<p>میرے مقام خاص سے کہ جائیں عام کوچ استادگی کی جا نہیں یہاں سہی دوام کوچ میرے مقام وہ سہی کہ جسکا ہی نام کوچ</p>
---	---

دن رات روز و شب ہی وطن میں سفر بھجیر
وہ نچتہ منغر بھجیں ہیں سودا خام کوچ

<p>اجل کے کوچے میں تیرا گذار ہو گیا دھڑکنے بجھکو جناز میں تخت شاہی سے نہ کر تو فخر یہاں اپنی شہسوار سی کا نڈر خدا سے تو ہو کر گناہ کرتا ہو نہ کر کسی پرستہم سچ یہ کہ آخر کو اگر چھپائے کسی طرح سے تو ہنیا کیا ہر اک حساب سے نیز حساب کیونگے</p>	<p>ترا ترا بدار التار ہو گیا اگر خزانہ و لشکر نہ رہا ہو دیکھا عمل سے پیادہ وہاں شہسوار ہو گیا سجائوں کیا ترا انجام کار ہو گیا خدا ہی سے ترا دار و مدار ہو گیا ہر ایک دن کو وہ سب آسٹار ہو گیا ہر اک حرام کا تیرے شمار ہو گیا</p>
---	--

تو اپنے کوچ کی کچھ فکر یہاں شیدا
کلام سعدی ترا یاد گار ہو گیا

دو طرح کی موت

<p>یاد و مرنایہ مسلم ایک دن آویگی موت دم نہ لینے دیگی تمکو ناک میں کس دیگی دم</p>	<p>یک بیک یہاں عدم کو کھینچ لیجا گی موت ایک دم میں دوسری کچھ رنگ دکھلا دیگی موت</p>
---	---

تراب

<p>موت اندھیری ات ہی اور ہادم اللذات دولت دنیا غریزہ و اقربا فتنہ دوزن فوج گھونگٹ کھائے سب کی کاکہ کو بگا جس طرح پھوکوں کو کھلا دیتی ہی باجنا جسکو بھوگی اس جہاں الفت و لبتگی سامنے اُسکے اوبے جائیگی وہ ہاتھ پانڈ جو خدا کی یاد میں مشغول ہو گا وقت گ جو موائے جیتے ہی جی اپنی ہستی سے</p>	<p>سب اڑ جائینگے تشریف لاو گی موت چھوٹ جاوینگے سبھی جلد فرماو گی موت ننگی شمشیر اپنی جب بجلی سی چمکاو گی موت اُس طرح جسم تروتازہ کو کھلاو گی موت بی طرح جاں کند فی میں اسکو اُچھائی موت جسکو مرنے پر ہمیشہ مستعدی ہو گی موت وہ تو ہر شتان اُسکا اسکو خود بھائی موت اُس کو کو کون مار اسکو کہا جائیگی موت</p>
--	---

دنیا سے بیدار جا نا

ترا

<p>کچھ لانے نہ لے گئے جہاں سے کبا صاف اٹھے جو پاکہ من دکھ سکھ میں خدا کو جو نہ بھولے باطن میں الگ تھے سب دانا افسوس نہ کر کہ نخل بے بر صر صرے سبھی چمن کے بوٹے ٹوٹی جو تراب جگن سے امید</p>	<p>آئے و چلے گئے جہاں سے ننگے و کھلے گئے جہاں سے وہ ایتھے بھلے گئے جہاں سے ظاہر میں ملے گئے جہاں سے پھولے نہ بھلے گئے جہاں سے تازے و کھلے گئے جہاں سے شکوت و گلے گئے جہاں سے</p>
---	--

<p>موت اندھیری ات ہی اور ہادم اللذات دولت دنیا غریزہ و اقربا فتنہ دوزن فوج گھونگٹ کھائے سب کی کھاؤنگا جس طرح پھوٹوں کو کھلا دیتی ہی باجھتا جسکو بھونگی اس جہاں الفت و دوستی سامنے اُسکے اوبے جائیگی وہ ہاتھ پانڈ جو خدا کی یاد میں مشغول ہو گا وقت گ جو موائے جیتے ہی جی اپنی ہستی سے</p>	<p>سب ارجائنگے تشریف لاو گی موت چھوٹ جاوینگے سبھی جیل و ناو گی موت تنگی شمشیر اپنی جب بجلی سی چمکاو گی موت اُس طرح جسم تر و تازہ کو کھلاو گی موت بی طرح جاں کنڈنی میں اُسکو اُبھائی گی موت جسکو مرنے پر ہمیشہ مستعدی گی موت وہ تو ہر شتاق اُسکا اُسکو خود بھائی گی موت اُس کو کو کون مارا اُسکو کھا جائی گی موت</p>
--	--

دنیا سے بیدار جانا

ترار

<p>کچھ لانے نہ لے گئے جہاں سے کہا صاف اُٹھے جو پاکہ من دکھ سکھ میں خدا کو جو نہ بھولے باطن میں الگ تھے سب دانا افسوس نہ کر کہ نخل بے بر صر صرے سبھی چمن کے بوٹے ٹوٹی جو تراب جگن سے امید</p>	<p>آئے و چلے گئے جہاں سے ننگے دکھلے گئے جہاں سے وہ اچھے بھلے گئے جہاں سے ظاہر میں ملے گئے جہاں سے بکھولے نہ بھلے گئے جہاں سے تازے دکھلے گئے جہاں سے شکوے و گلے گئے جہاں سے</p>
--	--

بیماروں اور ضعیفوں کو نصیحت

تراب

یار و پیروی میں نہ رنج و فکر ہماری کرو
صبح سے تا شام دن بھر خواہ غفلت میں
اس جہاں کے عیش و عشرت پر بہت ہنس کر
شامت اعمال سے ہاں حشر میں ہو سبک
نفس و شیطاں ہیں عدو دین ایمان کو
آشنائی نا خدا سے کرتے ہیں ہر اک تراب
کو کس حلت پہ گیا چلنے کی تیاری کرو
رات آئی اب تو جاگو کار بیداری کرو
غم اُدھر کاجی میں لاؤ گریہ و زاری کرو
یہاں گناہوں سے میزانِ عمل کی
مطلوبہ اُن سے نہ تو تم اپنی خود داری کرو
تم خدا و انوں سے از بہرِ خدایاری کرو

بھاری دشمن کون ہے اور برہیلوں کون ہے

تراب

ہو دشمن سخت نفس پیار
کہتا ہوں اُسی کو پہلوں میں
نقصان ہو جس سے دین و دل کا
یاد آتی ہے موت اُنکو بھی کم
مرتا ہے یہ کم کسی کے مارے
شیطان کو اپنے جو بچھاڑ
دشمن ہیں یہ یار و دوست
بیٹھے ہیں جو گور کے کنارے

اچھی اور سچی بہادری

ذوق

کسی یکس کو اسی بیدار گراما تو کہا مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو کہ سپر بجاتا
جو آپ ہی مر رہا ہو اُسکو گراما تو کہا مارا
اگر پارہ کو اسی کہ گراما تو کہا مارا

ہنسے موزی کو مار انفسل مارہ لوگر مارا ہنسی کے ساتھ ہیاں دنا ہی نقل ہیا	تنگ واژدہاوشیر زار کو کبارا کسی نے قہقہہ آمیز ہنجر مارا تو کبارا
---	---

دلی کدورت اور محبتِ صل و عفت

کبا غرض لاکھ خدائی میں بچوں دوست دے رہیں جوں شیشہ ساعت دہ مکہ کو توں	انجائندہ ہوں جو بند ہیں محبت دے کبھی مل بھی گئے دوں کدورت دے
حرص کے پھیلے ہیں یانوں بقدر وسعت نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خوش	تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت دے دیکھ تو ہم بھی ہیں کبا صبر قناعت دے
کبا تاشاہی کہ مثل مہ نوا پنا فروغ	جائے اپنی حقارت کو ہوں شہرت دے

عشق مجازی کی خرابیاں

رُسوائی اور خرابی ہی انجامِ عشق کا جس کو پیالہ زہر کا پیا ضرور مہو	زہنار کوئی زباں سے نہ نامِ عشق کا اُس سے کہو فرسے سب سے جاوِ عشق کا
محمود کو ایاز کیا شاہ کو گدا ہر گز نہو تمام کہاں تک کوئی سنے	کبا برخلافِ عقل کے ہی کامِ عشق کا قصہ کہوں میں صبح سے شامِ عشق کا

رشک اور حسدِ ناحق ہی

جو جسکے حق میں سمجھا وہ بہتر بنا دیا	مجھ کو فقیر شہجہ کو تو انگوٹیا
--------------------------------------	--------------------------------

خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا پھر
غافل مقام شک نہیں جائے شکر ہی
دارا کوئی کسی کو سکت در بنادیا
سو سے بڑا تو ایک سے بہتر بنادیا

حرص کی بُرائی اور قناعت کی بھلائی

زنہار ہو جو کونہ دلا مبتلا ہے حرص
دنیا میں در بدر مجھے کتنا کچھ حرص
دنیا کی ساری خاک اگر ہو غدا حرص
تو کٹوں جو اپنے پائے طلب مندہر
ہر کشتی نجات قناعت ہی غافلہ
ذلت بھی دوڑی آتی ہی نادان قناعت
یارب قناعت آگاہیں جلد جاحص
وہی ہی اسی حرص کا اشتہا ہے حرص
تدبیر وہ کروں کہ شکستہ ہو یا حرص
ڈوبینگے سحر غم میں جو ہیں اشتہا حرص

ناسخ

صبر اور تحمل

یار و دشمن کی بدی پر نہ نہ لکھو چپ ہو
کہہ لے جو چاہے مخالفت و نامو دل
راہ چلتے تم پر گرجھینٹیں جس ڈاکوئی
گر چین میں باغبان مگھونہ جادے تراب
عیب اسکو کرنے دو کچھ تم نہ ہو کو چپ ہو
سُنکے دل کو صبر کی پیراں میں تو کو چپ ہو
نور اپنے گھر پہ آؤ داغ دھو کو چپ ہو
باز آؤ دُور سے چھو کوں کی ہو کو چپ ہو

تراب

حرص کی مذمت

اسبودہ زیر حیرت نہیں آشنائے حرص
انسان نہ ہو دلیل زمانہ کے ہاتھ سے
دن میں ہزار در جو پھر آگدا ہے حرص
ذلت کسی کو کوئی ندیوے سوا حرص

سکوز

اپنے سوا کسی کو نیا یا حرص حیف	کی قطع نوزگار نے مجھ پر قباے حرص
اوقات ہر طرح سے بخوبی بسر ہو سوز	پر درمیاں نہ ہوئے بشرطیکہ با حرص

الف

اپنی قسمت پر ہوشا کرے نہ ہر گز حرص	جزیریشانی نوزگت کے نہیں انجام حرص
ہو گیا مشہور بدنامی سے ہر نام حرص	کس طرح ناقص ہو آغاز اور انجام حرص
تیرگی غم سے اسکے نورِ فرحت ہو کمال	صبح ماتم سے گویا پیدا ہوئی ہی شام حرص
دشمن جاں ہی نہ اسکی دوستی پر خیا	کرتی ہی انساں کو لبِ عنایتِ بام حرص
اسکے چھوڑے بن نہیں ملتی ہمتا دلی	کامیابی سے کہے ہی ہر طرح ناکام حرص
پردہ غرت جلا کر دل کرے ہی بیغبا	خاک کرے آبروئے آتشِ اندام حرص
کاخِ عشرت کو گرائے بارِ غم سے تو فکر	رتبہ بالا رتی کھتا نہیں ہی بام حرص
کاٹ دیتی ہی سرِ مرد و وفا کو بیدھرک	خنجرِ جلاذساں خونِ ریز ہی مصمم حرص
صبحِ عشرت کی نہو اسکی شبِ بے یور کو	راتِ دن گردش میں ہوتے ہیں دلا بام حرص
کیف اس بادہ کالاتا ہی خمارِ رنج و غم	دانا تو پیسے نہیں ہر چیزِ بے جا حرص

نئے نئے حال

کہو نکر نہ لائے رنگ گلستاں نئے نئے	گلاستے ہیں اک مرغِ خوش الحان نئے نئے
شاعر نئے نئے ہیں سخذاں نئے نئے	پیدا ہوئے ہیں اب تو غرِ خواں نئے نئے
ہر روز ایک وادی نو سیر گاہ ہی	وحشت دکھا رہی ہی بیاباں نئے نئے

<p>نغم کا گز رہی گاہ گے حرمی کا دخل ہر مرتبہ زمانہ کو ہوتا ہی انقلاب ملکِ عدم ہی یا کوئی نالگوئی کا شہر پابند اک مقام کے ہوئے نہیں پیر کر سیرِ حشیم غور سے جو ذوقِ شعر ہو</p>	<p>اے تے ہیں روز گھرے مہمان نے لاقی ہو سوانگ گردشِ دور کی نے ہر روز رواں سے کتے ہیں مایں نے شیروں کے واسطے ہیں نشتیاں نے مضمون کھائیے کامراد پواں نے</p>
---	--

بادشاہِ وقت کی سالگرہ کی تہنیت

ناسخ

<p>طربِ فرا ہو صد بست سالِ سالگرہ بسانِ کاکشان ہو درازِ شتہ عمر جلو میں سالگرہ کے جوائیِ فضل بہا فقط ہوے ہیں بشرِ ثلثا خوشی بہا جہاں کو صدقہ نو شیرِ دانِ عادل قومی ہمیشہ تن و جانِ بادشاہِ رجا</p>	<p>دکھائے ہر برس اپنا جمالِ سالگرہ کہی نجومِ فلک کی مثالِ سالگرہ کیگی باغِ جہاں کو نہاں سالگرہ ابھی ہو بدِ وجود کیے ہاں سالگرہ کیگی صاحبِ مالِ منالِ سالگرہ طربِ فرا ہو صد بست سالِ سالگرہ</p>
--	---

نئے سال کی خوشی

جوہر

<p>وہ سال پاڑ ہوا اور سالِ حال آیا شگفتگی کا ہر اک طبع سے سوال آیا</p>	<p>خدا کے فضل سے جو نہرِ نیال آیا چلی بشارتِ نورِ زکیہ بادِ بہا</p>
---	--

کمالِ فضلِ الہی سے ماہِ نو دیکھا کیا معجزہ کوئیں ربِ عزت نے برنگِ گل نہ کبھی زربہ آدمی چھو سیاہ نامہ اعمال تا کجا جوہر	اشارہ عید کا دیتا ہوا مال آیا خدا کے فضل سے اقبالِ نیرِ دل آیا وہ پایمال بھی نہوگا جو ہاتھ مال آیا لگاہ کیجئے خط میں سفیدال آیا
---	--

موسمِ بہار یعنی بہارِ بہار

چمن میں آیا ہی آبِ موسمِ بہارِ بہار لگائی موندہ سے جو شہنائی گلِ شبنم بنانا قلمِ نرگسوں سے پچکاری خزانہ کھول گلِ شرفی سے خوش ہو کر نہ کیوں ہو ابرِ بہار ہی کی آبر و براب جو بیٹھا تختِ خیاباں پتھرِ گل ہی چمن میں غنچے ہو اسے جو پھول پھول ہوئی زمانہ میں عیش و نشاط اس عیا	قبلا سنتی پہناتا ہی گلزارِ بہار ترانہ سنج ہی با شوقِ دل پکارِ بہار چمن میں کھیلتا ہو لی ہی طفلِ وارِ بہار کرے مبارکبادی میں رنثارِ بہار کہ دل میں ہو لی کے کھے ہو غبارِ بہار ہو اہی کشورِ گلشن کا تاجدارِ بہار کرے ہی خندہ خوشی ہو اسے کو بہارِ بہار سو خوشی کے نہ لگتا ہی کاروبارِ بہار
--	---

چمن میں ابر کی جیتک کہ آبِ پاشی ہو
رہے شگفتہ یہ چہرہ پندِ نو بہارِ بہار

باغِ دنیا میں بہار آئی ہی کبا پچھا گن کی	غنچہ دل کو کھلاتی ہی ہوا پچھا گن کی
--	-------------------------------------

<p>جسکے ہزار سے نکلتے ہیں صد بھاگن کی کب ہی گلزار سے کم سیر دلا بھاگن کی ہی زباں برگِ دختاں میں صد بھاگن کی بنگنی ڈومنی کیا بادِ صبا بھاگن کی کب کبھی کستے غزل تیرے سو بھاگن کی</p>	<p>اغصوں عیش و طرب ہی یہ گویا روست رنگ چہرے کے ہوئے جاکمونی پر ہی بھلا بانسری شاخِ قلم موہ نہ سے بجا رگس گیت گاتی ہی بجاتی ہی دھن گل خوش ہو کبا ہی اندازِ نیا تو نے نکالا جو ہر</p>
---	---

ایضاً

<p>فرخندہ سا قیا ہی نہ آیا بخت کا بیٹھا ہی شاخسار پہ تھا نا بخت کا گاتی ہی عندلیب ترانہ بخت کا کرتا ہی جس سبب ترانہ بخت کا</p>	<p>مطرب سے کہہ شروع کرے گا بخت کا تیغ بہار چل گئی ملکِ خزاں چب گل کھوئے کان سناتا ہی دیتا ہی غنچہ نال خورشید نے لباس کیا تجھ بغیر زرد</p>	<p>خورشید</p>
---	--	---------------

بہارِ یہ

<p>بہار اگئی کھلے ہیں غنچے زمر میں ہی چمن کا سا ماں</p>	<p>نسیم</p>
<p>وطنِ فہ گل ہیرانِ دلوں میں ترانہ عندلیبِ نالاں</p>	
<p>فسانہ غم نے بعدِ مدت اثر دکھایا ہی غفلتوں کا</p>	
<p>ہوئے ہیں مصروف چارہ سازی لطفِ طایفِ خاطرِ ریشاں</p>	
<p>صدایہ دیتا ہی گوسگس دوں ترانہ صبحِ عیدِ سینے</p>	
<p>جگا رہا ہی خیالِ تازہ کو خوابِ غفلت سے ہر غنچہ</p>	

<p>نہیں بھروسہ ہے زندگی کا رہینگے یہ یادگار دور</p>	<p>نہیں بھروسہ ہے یہ یادگار دور</p>
<p>مراج مشتاق گفتگو ہی خیال مصروف جستجو ہی</p>	<p>مراج مشتاق گفتگو ہی خیال مصروف جستجو ہی</p>
<p>پڑھوں وہ مطلع کہ جسکی غفلت میں سر جھکا ہر اک سنجیدہ</p>	<p>پڑھوں وہ مطلع کہ جسکی غفلت میں سر جھکا ہر اک سنجیدہ</p>
<p>شادی بہار کی ہو ہو اہی چمن دست مر کر ہوئی ہو گئیں بیمار تندرست کرا باغیاں نشیب و فراز چمن دست کرا تا ہی حیرت پر دل کے کس دست ہوتا ہی پھر نشان فرا کس دست</p>	<p>غنیچہ نے تاج گل سے کیا یہ بن دست پیغامِ ستیز ہی آمد بہار کی گل جلوہ گر ہیں آفصل بہار ہو پیوندِ مہر و ماہ لگاتا ہی روز و شب کرتی ہی جسے بادِ صبا خاکِ منتشر</p>
<p>نہیں</p>	<p>نہیں</p>
<p>آئی تخران چمن میں گئے دن بہار کے نگس یہ دیکھہ گئی آنکھیں بیمار کے چمنوں میں ڈھیر لگ گئے خاشاک و غار کے کوئی نہیں جہان میں قابلِ پیار کے باہم ہیں وہ اسی سے سببِ اعتبار کے قربانِ جانیے غرض اس کردگار کے دل کو اُدھر زور لگا مار مار کے</p>	<p>بلبل نے باغیاں سے کہا گل بیکار کے مر جھا گئے ہیں غنیچے کھلا گئے ہیں گل اب سیرِ باغ دیکھئے آتا نہیں کوئی صورت یہی ہی حسنِ مجازی و عشق کی واں حسنِ عارضی ہی ہیں عشقِ عارضی جسے یہ سب بنایا رہیگا وہی بنا اپدھر سے جی اٹھائے خدائے تیرے</p>

برسات

رند
 جھوم جھوم آئی ہے گھنگھو گھٹاساں کی
 ٹھنڈی ٹھنڈی چلی آئی ہے ہواساں کی
 کوئے کے اک سمت پیپا کہیں کوئل کرشن
 مور جلاستے ہیں ت آئی ہے کپاساں کی
 لہلہانے لگے جنگل ہو پھر کھیت ہے
 روپ کھلانے لگی نشوونما ساون کی
 اس سے بالیدہ ہوں اشجار کھلا جو یہ گل
 کم نہیں باد بہاری سے ہواساون کی

مینہ اور بادل

ناسخ
 جھومتی آئی ہے ستوالی گھٹا
 ہی سیست کج کی کالی گھٹا
 روتے روتے اشک لکھن نہیں ہیر
 ایسی برسی ہو گئی خالی گھٹا
 زور ناسخ کا تو نقشہ ہو چکا
 اب شفق کی بھی کھالائی گھٹا

ہریالی

غالب
 پھر اس انداز سے بہار آئی
 کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
 دیکھو آئی ساکنانِ خطہ خاک
 اسکو کہتے ہیں عالم آرائی
 کہ نہیں ہو گئی ہی سرتاسر
 روکشِ سطحِ چرخِ عینائی
 سبزہ کو جب کہیں جگہ نہ ملی
 بنگیاروے آب پر کائی
 سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے
 چشمِ رنگس کو دی ہے بینائی

غالب
 سورج کا نکلنا اور ستاروں کا چھپنا
 صبح و دم دروازہ حنا کھلا
 مہرِ عالم تاب کا منظر کھلا

<p>خسر و انجم کے آیا صرف میں وہ بھی تھی اک سپیا کی سی نمود ہیں کو اکب کچھ نظر آئے تہیں کچھ سطح گردوں پر پڑا سٹھارات کو</p>	<p>شب کو تھا گنجپ نہ کو ہر کھلا صبح کو رازِ زہد و خستہ کھلا دیتے تہیں دھوکا یہ باز لگ کھلا نوتیوں کا ہر طرف زور کھلا</p>
<p>سچی اور جھوٹی دوستی میں فرق کرنا</p>	
<p>ایس میں ہی جو سب سے روادار دوستی جو رنج و غم میں حاضر غائب ہوا ک طرح جو دوستی کے پردہ میں کرتا ہوں دشمنی اوم کا دوستدار ہوں شیطان کی طرح جو</p>	<p>کہیے اُسی کو یار و مددگار دوستی ملے اُسی سے ہی وہ نرا دار دوستی اُس سے عبت ہو کوئی طلبگار دوستی ہنگو تو اسیے شخص سے ہی عار دوستی</p>
<p>کھانے کے میت</p>	
<p>جو نہ متواضع کسی سے ہو سکیں کیا ان کے خود وہ ڈر کھاتے ہیں مہمان کی تحفہ مفسس قلاش کے پاس اب جا بھی نہیں ایک فاقہ کی ہوا میں اڑ گئے کھٹی کٹی حاکم معزول سے پوچھو کہ صبر جا ہے فقر میں صبر و فاعت جنگ و حاصل ہی تر</p>	<p>اس نے کوئی نزدیک اُنکے دور کیا جان کے ایک دن کھانا نہ کھاتے تھے جو مہمان کے جو دو وقتہ بیٹھتے تھے گرد و ستر خوان کے سب رکابی مذہب و حرمی پلاؤن کے جو مصاحب تھے تھاکر کابل ملتان کے رہتے ہیں شاگرد ہی سہ کے حسان کے</p>

رتاب

تراب

شمع اور پروانہ

تراب

شمع سے ہو کے مات پروانہ
 اُسکا منہ دیکھتے ہی لگ گئی لگ
 جب تک بال و پر ہیں اُڑتا ہو
 خیر چاہے تو پھر کبھی اُس طرف
 جس جگہ پر چراغ جلتا ہی
 اپنی شمع مراد دیکھ کر اب

مر تھیا جل کے رات پروانہ
 کہنے پایا نہ بات پروانہ
 پاوے کیونکر نجات پروانہ
 نہ کرے التفات پروانہ
 جلتا ہی اُسکے ساتھ پروانہ
 ہی یہ سب کائنات پروانہ

گل و بلبل

رند

دید گل کے تجھے بڑھا لائے بلبل
 کان کھولے ہوئے گل گوشن آواز آج
 پھر وہی گنج قفس ہی وہی صیا و گھر
 پہلے گلشن کی ہوا دیکھ لے ہلکے چہرے
 دست انداز نہو گل پہ بھی اچھی گلچیں
 بے اجازت میں قدم باغ میں مھر نہا
 ہاتھ اور اوراق گل آویں تو بنا کر اجزا
 کوئی ارمان نہیں لیکے چلے باغ سے ہم
 کس طرف جائیگی برداشتہ خاطر ہو کر

پڑ گئی گر کسی صیاد کے پالے بلبل
 در و درل جتھے کہنا ہی سناے بلبل
 چار دن آؤر ہوا باغ کی کھالے بلبل
 اشیان کا تو ابھی طرح نہ ڈالے بلبل
 صبر کر صبر فرا باغ سے چالے بلبل
 منتظر ہوں درِ گلزار پہ آئے بلبل
 لکھوں رنگین مضامین کے رسالے بلبل
 دل کے جو جو صلے تھے خوب کابیل
 باغ کیوں کرتی ہی گلچیں کے حوالے بلبل

<p>باغ تک خانہ صیاد سے آئی اڑ کر دعویٰ ملک تو اثبات کرے گلچین دام میں پھنسے لکھنا ترانا ممکن ہی درد آئیز پہنچتی نہیں کانوں میں صدا دمدم سینہ سوزان سے نہ کرنا کہ گرم ایک دو گل سے جو تسکین نہ ہو وادی جس شجر پر تراجی جا ہے نشیمن کرے مانگ خالق سے بعد بقا گل کی نہ ہے گل ہی گلستاں میں جو رہنما کسی غنچہ کو چھو اور نہ کوئی گل توڑا</p>	<p>بارے پھر تو نے پروا بال نہ کیا بلبل لا کے دکھلائے گلستاں کے قبا بلبل تا بمقدور پروا بال ملا لے بلبل بے اثر ہو گئے کیسے ترے بلبل پر نہجائیں تری منقار میں چھا بلبل باغ کا باغ ہی سر پر نہ اٹھا بلبل بھٹ پڑینگے نہ ترے بوجھ ڈالے بلبل پہلے صیاد سے خیر اپنی منا بلبل اکٹھ گئے سب کی بچاؤ لے بلبل گھورتی کیوں ہی مجھے نکلے گا بلبل</p>
--	--

چھپے رند کر لیا تو ہیہ ہو جائیگا بند
کدے گلچین کہ زباں اپنی سنبھالے بلبل

<p>غیر ہی حسرت گلزار میں حال بلبل گوش دل سے شنوا ہوئے حال بلبل باغباں کوں ہی بچا ہی خیال بلبل موسم گل میں اکھیرے پروا بلبل باغ تاراج ہوا لوٹ گئی بادخراں</p>	<p>دیکھوں کن آنکھوں صیاد ملاں بلبل گل پہ ثابت ہوا اگر صدق مقال بلبل لائے صرف میں گل تو ہی مان بلبل جان صیاد یہ بڑ جائے و بال بلبل آگے آگے آیا م زوال بلبل</p>
--	---

گل کو دیکھا تو بندھا مجھ کو خیال بلبل
 مجھ سے دیکھا نہیں جانیکا ملاں بلبل
 آج لکھنی ہی مجھے صوتِ حان بلبل
 دیکھنا دیدہ و جاہ و جلال بلبل
 کٹ گئے یوں شب و روز و مسائل بلبل
 ہو گیا سنتے ہیں گلشن میں وصال بلبل
 کس کو معلوم تھا یہ ہو گا مال بلبل
 جھڑ گئے کنجِ قفس میں پرواں بلبل

سرودیکھا تو تصور مجھے قمری کا بندھا
 میں چلا جاؤں تو کل تو یو تو اسی پر
 شاخِ گل ہاتھ لگی تو ترشوں کا قلم
 فصلِ گل آئی ہی کیا بھولی ہوئی بھی
 شاو و دوں ہی و دوں ہی گلینِ بول
 گل میں مصروف غدار یوں میں بھول آج
 بعدِ مردن ہوئی مدفون شجرِ گل کے تلے
 کچھ خبر ہی تجھے صیادِ شکر کہ نہیں

ایضاً

ہی جاے قلم ہاتھ میں شاخِ شجرِ گل
 بلبل جو لیا مول ویا میں نے زرِ گل
 گلشن میں کھڑے راستِ فتح و ظفرِ گل
 گلشن میں صبا زور لگاتی ہی زرِ گل
 ہی نا کہ بلبل سببِ دردِ سرِ گل
 نقصان ہی بلبل کا نہ ہمسے ضررِ گل
 بیٹا نہ لگا قلب نہ ٹھہر تو زرِ گل
 کافی کسی گلچیں نے جو شاخِ شجرِ گل

منظور جو لکھنا ہی مجھے صرفِ گل
 پھر گادیا صیاد کو انصاف نے میرے
 دی بادِ بہار ہی شکستِ گنہگار کو
 ہاتھ لگئی ہی سیرِ حرم کو کیا مفت کی دوت
 کرتا ہی زربس حد سے سوا سمعِ خرمی
 آنکھ میں مانندِ صبا سیرِ حرم کو
 ہے قیمتِ بلبل میں اگر دے کوئی صیاد
 بلبل کے قفس کے لیے لاؤ گا چمیر

رند

افسوس ہے کیا خاک اڑائی ہے خزاں ق
 گونا نام و نشان مٹ گیا پراوہی جھکو
 گلگشتِ چمن تکو مبارک ہے اسی رند
 یہ باغ وہ چمن کہ تھا فرشِ زرگل
 یہاں سرو کے تھے پڑھیاں گے شجر گل
 سوداے گلستاں بسیرن نہ سرگل

صیاد کی بیدا اور مرغانِ چمن کی فریاد

کھلی ہے کنجِ قفس میں مئی باں صیاد
 دکھائی گئے اگر سیر کو بستاں صیاد
 جہاں گیا میں گیا دام لگے وہاں صیاد
 دکھایا کنجِ قفس مجھ کو آبِ وداد نے
 میں کھینچوں دام میں بلبل تو آشیانہ جلا
 عجیب قصہ ہے دلچسپ اک حکایت تکر
 نہ گل کھلینگے نہ چکار لگا کوئی بلبل
 خبر نہیں کسے کہتے ہیں گل چمن کیسا
 اداس دیکھ کے مجھ کو چمن دکھاتا ہے
 رہے نہ قابلِ پرواز بال و پر میرے
 قفس کو شام سے لٹکے فرشِ خواب پر
 کریگا یاد مرے فرمؤں کو بعد مرے
 سناؤں واقعہ اپنا تجھے تمام دکھاں

میں ناجرانی چمن کہا کروں بیاں صیاد
 پھٹک پھٹک کے قفس ہی میں لگا جا
 پھر تلاش میں میری کہاں کہاں صیاد
 وگرنہ دام کہاں میں کہاں کہاں صیاد
 بہم یہ مشورہ کرتے ہیں باغبان صیاد
 سناؤ لگا گل و بلبل کی داستان صیاد
 بہارِ باغ کو بھونے تو دُخراں صیاد
 قفس کو جانتے ہیں ہم تو آشیانہ صیاد
 کتنی برس میں ہوا ہی فرا جہاں صیاد
 قفس سے اڑ کے میں اب جاؤں گا کہاں صیاد
 سنا کیا مری تا صبح داستان صیاد
 ہوں چند روز ترے گھر میں مسکان صیاد
 جو گوشِ دل سے سنے میری داستان صیاد

پکارتے ہیں گرفتارِ لامانِ صیاد
 بہ از چین ہوا ابتو ترا مکانِ صیاد
 نہوے تا میری جانب سے بدگماںِ صیاد
 قفس کو لیکے میں اُڑ جاؤں گا کہاںِ صیاد
 ہزار تجھ کو سناؤں گا دہشتاںِ صیاد
 یقین نہوے تو کر میرا امتحاںِ صیاد
 اداسے شکر کروں گا میں بہ زباںِ صیاد
 رہا جب آٹھ پہر گھات میں نہاںِ صیاد
 ہزار شکر ہوا مجھے مہرباںِ صیاد
 ملا ہی خوبی قسمت سے دریاںِ صیاد
 لکائے بیٹھے ہیں پھند جہاںِ صیاد
 قفس کے چاکوں سے اٹھنے لگے دھواںِ صیاد
 غضب یہ ہے کہ سمجھتا نہیں زباںِ صیاد
 زباں دراز ہوں میں اور بزرِ زباںِ صیاد
 الٰہی قطع ہو منقار سے زباںِ صیاد

ستم زیادہ نہ کر حکم دے رہائی کا
 ہزار مرغ خوش الحان چبکتے ہیں ہر سو
 میں جھانکتا نہیں چاکِ قفس سے بھی گلو
 پروں کو کھول دے ظالم جو بند کرتا ہے
 نہوں گا بند قفس میں بھی میں وہ بلبل ہوں
 در قفس بھی کھلیں گا تو اب نجاؤں گا
 رہا بھی ہو کے نہ بھوکوں گا حقِ قدرت
 چمن میں بلبل و قمری کا پر نہ چھوٹے گا
 قفس پر رکھنے لگا ابتو ہار چھوٹوں
 غنچہ رکھتا ہی کرتا ہی خاطر میں میری
 کا کیونہ قدم آشیاں سے او بلبل
 وہ عند لیب ہوں جلیکے کروں غنا گرم
 مرے بیاں کو سن جس کے کان پہ کانپ اٹھا
 الٰہی دیکھیے کیونکر نہ باہ ہوتا ہی
 سولے شکر شکایت اگر کبھی کی ہو

فریبِ دانہ نہ کھاتا میں سپہا را می رند
 نہ کرتا دام اگر خاک میں نہاںِ صیاد

تر

اُجاڑت کسی بلبل کا آئیناں صیاد
چمن میں ہی ترے ہاتھوں سے انا صیاد
جو باغ سبز دکھاتا ہو باغبان صیاد
جو لیکے پھولوں کی بھی پھر وہاں صیاد
پڑے نہ ٹوٹ کہیں تجھ پہ آسمان صیاد
پڑینگے پانوں میں تیر بھیڑیاں صیاد
اگر بہار میں ہو اس پہ مہرباں صیاد
وہ باغ کیوں نہ ہو سونا بسے جہاں صیاد
نہوگا مجھ سے سا کوئی صید ناتواں صیاد
جو اہل حرص ہیں انکو ہی اک جہاں صیاد

تو جال لیکے نجاسوی نجاستاں صیاد
زبسکہ جال ترا چاروں طرف پھیلا تجھ
فریب بلبل سکین کس طرح کھاوے
بھلا نہ کس طرح بلبل اس پر ہواڑے
خدا سے ڈرنے بہت عرصہ ہیں کرتنگ
بہت نہ مرغ چمن کے گلے میں پھانسی
یقین ہی رنج نفس بھول جا بلبل سے
چمن کا لطف تو ہی چھپے سے بلبل
نہ زور اڑنے کا رکھتا ہوں نے پھر کئے کا
طبع سے دانے کے پھنستے ہیں صید بچا

ایک گھوڑے کی تعریف

ناسخ

پر سیرت و خلقت میں تو انساں ہی گھوڑا
سب کہتے ہیں خوشدہ رخشاں ہی گھوڑا
رتبہ میں فلک سے بھی وچنداں ہی گھوڑا
قمری نے کہا سرخ زاماں ہی گھوڑا
حیوان ہی تو کیا چشمہ حیواں ہی گھوڑا

رفتار میں اورنگِ سلیمان ہی گھوڑا
چمکاتے ہی جاتا ہی میں سے جو فلک پہ
ہی جلوہ تماشای جہاں چاند کی مانند
گردن یہ بلند اسکی ہی گلشن میں جو گذرا
اٹا ہی سپنا جو اسے آبِ بقا ہی

ایسا ہی بدن صاف کہ ٹوٹا جو نہیں ہے کہیے جو اس سے برق تجلی تو بجا ہی برجھے ہیں اگر اسکی جلو میں تو بجا ہی	سب کہنے لگے گو غداں ہی گھوٹا نفلوں سے ہمیشہ شرافتاش ہی گھوٹا کچھ شبہ نہیں شیرنیاں ہی گھوٹا
--	--

کس کس میں کہا کہا نہیں اور کس کس سے کہا کہا بہت نہیں

آتش

فیہ کو دل اہل صفائیں آہ نہیں بدن ساشتر نہیں دل سبادشاہ نہیں صدایہ قبر سے بیدار دل کو آتی تھی غضب خدا کا ہی عاد و اجاب شاہ نہیں عذاب حشر ہی دنیا کے رنج سے بدتر	وہ دشت ہی یہ جہاں آب زیر کاہ نہیں حواس خمسہ سے بہتر کوئی سپاہ نہیں عمل جو نیک ہوں تو ایسی خواجگاہ نہیں وہ کون ہی کہ خدا سے جو داد خواہ نہیں سوا خدا کے کرم کے کہیں بنا نہیں
--	---

اصلی وطن اور سفر

تاسخ

ای ہمسفر نہ پوچھہ عبت ہی کہاں سرا جسمیں کہ ہم نے تنے کیا ہی ہم مقام دنیا میں اکل و شرب ہی حاضر مسافر	ہم ہیں مسافر اور یہاں کلرواں سرا عشر شراب ہوئی تھی وہ ای جانِ سرا اللہ نے بنائی ہی کہاں میہماں سرا
--	--

غافل رہو نہ کوچ سے گھر جانکر ہے	ارمان کا مقام ہی ہیہ میراں سرا
ناسخ وطن میں دیکھیے دیکھینے گھر کو ب	غربت میں نقش سے ہی اپنا مکاں سرا

حد ا حد مضمون

آتش

لگا دے پھر دہی امی گئے تر شاخ	ہوا ہی دستِ خالی بے تر شاخ
قدم سے تیرے امی ابر کرست	پھلے بھوے برا بھشت تر شاخ
تماشا نخل ہی نخل توکل	ہر اک میں ہی رکھتی اسکی ہر شاخ
جوانی کو غنیمت جان غافل	ہری ہوئی نہیں پھر سوکھ کر شاخ

مقدّر میں اگر ہی میں چکینا
ملیگی جھک کے آتش بار تر شاخ

غاکر

یک ذرہ نہیں نہیں بیکار باغ کا	یہاں جادہ بھی قیلہ ہی لاکر باغ کا
بیل کے کار و بار ہیں جند باگل	کہتے ہیں جب کو عشقِ خلل ہی باغ کا
تازہ نہیں ہی نشہ فکر سخن مجھے	تریا کی قدیم ہوں خود چرخ کا
باغِ شگفتہ تیرا بساطِ نشاۃ ال	ابر بہا جھکے کس کے دماغ کا

ایضاً

گلشن میں بند و بست نگ دگر ہی آج	قری کا طوقِ صلۃ بیرون رہی آج
اٹا ہی ایک پارہ دل ہر نفس کے تھ	تا نفس کندِ شمارِ اثر ہی آج
ای حافیت کنارہ کراۓ انتظام چل	سیلاب گریہ و رپے دھار دور ہی آج

غالب

سب کہاں کچھ لارہ کل میں نیا ہو گئیں
 یاد تھیں تھکے بھی نگارنگ بزم آریاں
 میں حین میں کہا گیا گویا دبستان لکھ گیا
 رنج سے خود گریہا انسان قحط جاتا ہوں

خاک میں کہا صوفی ہو گئی کہ نہاں ہو گئیں
 لیکن اب نقش و نگار طاق نہاں ہو گئیں
 بلبلیں سکر مرے نالے غر خوان ہو گئیں
 مشکلیں مجھ پر پڑی اتنی کہ آسان ہو گئیں

یوں ہی گردنارہا غالب تو اسی اہل جہاں
 دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ وہاں ہو گئیں

نسیم

دکھانہ خوش و خروش اپنا زور پر چھکے
 مہر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوب ہے زر

گئے جہاں میں دریا بہت اتر چھکے
 اگر کھلے ہی تو صراف کی نظر چھکے

جو مارے غصے کو اور کو اپنے نفس کو پیہر
 بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چھکے

ذوق

زہیں پر نورِ قمر کے گرنے سے صاف اظہارِ روشنی ہو

کہ ہی جو روشِ ضمیر کا قریح انکلی نہ وتنی ہو

نہیں ہی قانع کو خواہش نہ وہ مفلسی میں بھی ہو تو انگہ

جہاں میں مانند کیمیا کہ ہمیشہ محنت لے ل غنی ہو

تکلف منہ دل محبت نہ کہ چلا چل تو بے تکلف

کہ جابجا خارزارِ وحشت سے زیرِ پا فرشِ سوزنی ہو

الگ تہا ہو نہ کچھ کچھ مہر تارِ اس سے
 نہ دامنِ خار چھوٹے چھوٹے خار دامن سے

غیر اصل نہیں سرمایہ بہت کو کہ دریا مرتی بھی نہیں دیے خلتنگ کو ہیں آتش	گرہ دیکر نہ بانڈھا گو شہر وار دامن سے کہ صحرانہ چھٹا ہی کس بنا خان دامن سے
فرشتے تیرے دامن کو بنائیں جانا ز اپنی اگر دھو ڈالے تو داغِ حق پیدا ر دامن سے	
کہا کہیں مرگ حیا میں جو سہکو غم ہوا بخل جتنا ہی زیادہ جو دُستا کم ہوا خاکساروں سے ملا کر تہہ چھٹ کر گیا زندگی چشمِ جہاں میں خوار رکھتی ہوئی	گر مواءِ دشمن کوئی اوسکا بھی اک تہم ہوا آج تک پیدا نہ کوئی دوسرا تہم ہوا آسمان پیش نہیں بہر تو وضعِ خم ہوا دوش پر سب نے لیا جب آدمی سہم ہوا
خضر کو اُسے پامردی کے لنگ ٹھہرایا ملاقاتِ دُور و زہ کو یہاں آئے تھے ہم لکھن لہو و سپہ چروں کی نظر آتی تھی گو گول وہ بیزنگی کہ بیزنگی بھی جسکو کہ نہیں سکتے	کہ جس نے ہر نفس کو قاطعِ فرنگ ٹھہرایا سراپے ہر کو سب نے مقامِ جنگ ٹھہرایا تمشا ہی کہ اُسے آئینہ میں نگ ٹھہرایا
سے بھی سب نے اپنے وہم میں اک نگ ٹھہرایا	
ساقِ پامردی کے شغل میں کھوتا ہوا یہ رفرہ تو کہ جابے سکونت جہاں نہیں ہو یہ بھی ایک فرنگستانِ ہر کا	فکرِ یکپہ ضلہ ہو فکرِ مکاں عبث گردش میں کب ہی اٹھ کر سماں عبث ای عند کلبِ دور ہی رنگِ خان عبث

آخر غذا کے مور ہی ہر جبتہ قوی
اظہارِ زور کرتے ہیں سب دماں عبت

دل سبکِ ضلوع سے اپنا آشنا ہوتا ہے
ہیں جوانی میں بوجھِ اہم ہو اظہارِ پیش
ننگِ مضا طیس ہرگز کہہ یا ہوتا ہے
کوئی چیز ناکر سن سال ارزا ہوتا ہے
محو اعضاء سے نشانِ کبر یا ہوتا ہے
فقر کو ایسی مری خاطر سے ہی چسپدی

ناسخ

ہو سرِ سلطنت یا تختِ تابوت فقر
پردہ باغ و دل مرا شاہ و گدا ہوتا ہے

سوئے کوزہ مانہ میں رسمِ دراز نہیں
میں گو کہ حسنِ خطا میں مثلِ ما نہیں
وہ کون جا ہی جہاں آئے بیکراہ نہیں
ہزار شکر کہ باطنِ مریا ہ نہیں
شکستہ دل جو ہو اس کے لب پہ نہیں
ہوئی ہی محک جو جس کے پاتِ آب تہا

ایضا

ہمیشہ کام میں غیروں کے ہیں سعادت مند
ہم کو اپنے لیے فکرِ عجز و جاہ نہیں

رفت کبھی کسی کی گواریاں نہیں
دفعہ ذرا یک وضع پہ ننگِ جہاں نہیں
جس سرزمین کے ہم ہیں ہاں آسمان نہیں
وہ کون سا چمن ہے کہ جسکو خزاں نہیں
پہری میں بھی خیالِ اجل کا کیا نہیں
سر و چین ہی کون جو سرِ رواں نہیں
عبرت کی جا ہی لاکھوں ہی طفلِ جہاں نہیں
ہر گل ہی بس چین سے گزیراں ننگِ

باغ جہاں میں فصل بہار و خزان نہیں	نہ مرده ایک ہی تو شگفتہ ہی دوسرا
	زردار بچہ میں کھنٹے میں خنداں بزرنگ گل
	باغ جہاں میں ربھی کم از عرفان نہیں
وقت اپونچا سفر کا پاس کھچے تھوڑا دھڑکے تراب	چاہیے بیمار کو ہر دم خدا کی یاد ہو
الاماں غفلت میں جسکی عمر سب یاد ہو	مرد غافل کو سکھائیے جسکو طویل
جو کہ تیرا گھر اُچار ہے کہہ کر آباؤ	دشمنوں کو بد و عاہر گزند و امی دوستو
راہ چل سکتا نہیں پیدھی کوئی بے اہر	پیر ہو ظاہر میں یا باطن میں کوئی ہٹاؤ
تو ہی اور ہم نہیں عین ملک دم ہی	رشکِ حاسد سے بھگوان کا غم
وہ تو حیوانِ سبک آدم ہی	جس میں انسانیت نہ ہو کچھ بھی
اس جہاں کا عجیب عالم ہی	چشمِ عیون سے پہننے دیکھا خوب
اک طرف آہ و درو و ماتم ہی	اک طرف شور و غلِ عیش و تنہی
موندہ پہ موندون کے کوئی سہم	پھول ہنستا ہی اور کلی چپ ہی
	کس سے کہیے تراب اسکا بھید
	اس حقیقت سے کون محرم ہی
فصل گل کی ہی عالم چھوٹا ہی	بلبلوں پر کرم ای صبا و حسن چھوٹا
دیکھنے کیلئے تماشے گھٹاں چھوٹے	اک طرف پھولیں غنچہ اک طرف ہیں گل

<p>کہوں کیلئے باغیاں گلچیں کا دامن چھوڑ اسکو حیوان جو اخلاق انسان چھوڑ</p>	<p>بھڑکے اہل زلیخا تباہی وہ بھر بھر چو اومیت جیسے تھوکتے ہیں اسکو آدمی</p>
<p>اُس سے گردیدہ تمام آفاق ہی کان لطف معدن ثقیان ہی صحبت اہل اللہ کی تریاق ہی</p>	<p>جو کوئی خوش وضع خوش اخلاق ہی کہوں نہ دو رویش سب کا خیر خواہ ہم کو دنیا ساز کی صحبت ہی شان</p>
<p>باپ کی فرمانبری جس سے تھو ناخلف کیئے وہ بیٹا عاق ہی</p>	
<p>آفاق میں خدا کا کوئی دوسرا یہ طرفہ کارواں ہی کہ جس میں نہ وہ آشنا ہی جس کا کوئی آشنا نہ ظاہر ہو سیکے شہ کا کوئی بجز اُس کے سوا ہمیں طلب ماسوا نہ مقبول وہ نماز ہی جس میں یا نہ</p>	<p>عاجز بن سب غور کیا بجا عمر رواں رواں ہی کوئی جان نہ یار و غریب کا کوئی اُس کے سوا دارالعمل سے خارجہ کا ثبوت ہی دستے ہیں کس شمار میں خورشیدِ حضور سجدہ خدا کو کیئے کہا خلق کے حضور</p>
<p>دولت وہی ہی جسکو کہتے ہیں ترکِ حرص دل ہی غنی کو حاجتِ سپہ و طلا نہیں</p>	
<p>حیوان سمجھتے ہیں ہم لئے وہ نہیں</p>	<p>فکرِ عادیہاں جسے شام و سحر نہیں</p>

تیرا

اس

شیر

سرکش کو باغ و بہر میں نیکی کا پھل کھا انساں گمراہی علم و فن اُس میں ہی کو پتا کہیوں سب خریدتے ہیں دُر ابدار کو دل صاف ہی وہ جیسے کہ ایاں کا نور علم و تواضع و ہنر و داد و یاد و حق ہر شے میں یار و جوہر ذاتی کو ہی قیام ظالم جو بھی کہی نہ کہی نامراد ہو	دیکھو کہ سرو میں کبھی ہوتا شرنہیں بے آب و ہوی آدمی کو علم گر نہیں بے آب کا خریدنا کوئی گمراہ نہیں اندھا ہی جسکی آنکھ میں نورِ بصر نہیں جس شخص میں یہ صفت نہیں وہ شرنہیں دیکھو فروغ بخش ہمیشہ تمہیں ہوتا نہال ظلم کبھی یار و رہنیں
--	---

غفلت سے باز آہو سسپم وزر کو چھوڑ
دارِ فنا ہی شیرِ یسویے کا گھرنہیں

راحت

اُسکا ہی کون جسکی مدد پر خدا ہو اوج و حقیض لازم و ملزوم ہیں اُس بُوریا نشین کا دلائل میں ہیں گزرے ہی ہفت شرفِ فلاح یہ صفت محراب نہ سپر ہی قائمِ جان میں پل میں بہانے کا یہ پل آسمان ملک کو سے ہیں اُسے کہ جو باطن کا ہو راحت مزا نہیں ہی رانی میں ہیں	دُوبے وہ ناوح کا خدا نا خدا کوئی بھلا بڑھا ہی کہ آخر گھٹا ہو جسکے ریاضت میں ہو کیا ہو تیر دعا ہی بارنگاہِ جفا ہو جبتک کہ آبدیدہ کوئی دل جلا ہو سیلِ سرشک ہی یہ ہو کہی گھٹا ہو دیتے اُسے دعا ہیں کہ جس میں دعا ہو سب کا بھلا ہو اور کس کا برا ہو
--	--

فضیلت رحمت

رحمت

سُنیے یہ بات گوشِ جاں سے
کھتا ہوں میں انگشتی باں سے
برسے ہی رحمتِ الہی
باراں جیسے کہ آسمان سے
سُن رحمتِ مثلِ پرِ نور
اُترے ہی نہیں پہ لگاں سے
نازل ہوئی تھی رحمتِ حق
جس طرح کہ شبنم آسمان سے
نیکوں کے خمیر میں ہی رحمت
چون نہ کہ جدا نہیں کہاں سے
جس سے ہو ظہورِ اسکا خوش آہی
خوشتر ہوئے جو ہو شہاں سے
جیسے رکھتا ہی چشمِ رحمت
تو خالقِ ارض و آسمان سے
ہرگز مت رکھ دریغ اسکو
تو بھی ہر پروانا تو اس سے
رحمن و رحیم ہی صفت یہ
حق کی سُن رکھ مرنی باں سے
پس ہی یہ وصف جس کی میں
برٹھکر ہو تمام اُنسِ جاں سے
انساں ہی نہیں ہی جو زحما
تغریب کی آنکھ عاصیاں سے
ہو کون ایسا جو صاف بنگلے
وقتِ انصاف امتحاں سے

راحت با امیدِ رحمتِ حق
رخست ہو تا ہی اس جاں سے

متفرق مضمون

جستجو مہتی ہو دولت کا پتا ملتا نہیں
سرِ سہرا کرتا ہی یہ پُٹل ہما ملتا نہیں

اس پر

<p>پر کہیں دنیا میں صادق آشنا ملتا ہے دھونڈتے ہیں خاک میں قاروں کے ملتا ہے ڈوبتی ہی اپنی کشتی نا خدا ملتا ہے منزلوں یا ان رفتہ کا پتلا ملتا ہے چین دانے کو زیرِ سیا ملتا ہے نخل کو پانی پیے نشو و نما ملتا ہے خلق صورت میں ہی معنی آشنا ملتا ہے چھانٹتے ہیں خاک سب مضمون ملتا ہے شیر و ایلہ طفل کو بھی بے بکا ملتا ہے دھونڈتے ہیں بچہ تخلص بھی نیا ملتا ہے</p>	<p>ہی تجسّس شرط یہاں ملے کو کہا ملتا ہے دے جو محتاجوں کو دنیا ہو کہ فرصت ہے آمد و موقع مدد کا ہی یہ امی بادِ مراد ہے دھونڈتے پھر تے ہیں ہم صحر میں مثلِ گد ہے آدمی کبوں طالبِ راحت ہے دو چرخ ہے گلشنِ بہشتی میں ایک مروت کا ہی قحط ہے شکلِ آئینہ نہ پوچھو میری حیرت کا سبب ہے حق اگر پوچھو تو یہ بھی نسخہ اک ہی ہے رُو کے مانگ امد سے کیا جو سعت و کس ہے شاعرانِ حال کہا مضمونِ نغمہ نہیں اس پر ہے</p>
---	---

بطورِ حمد

<p>مقدور کہاں نطق کو کہا نہیں ہو گیا ذات اُسکی جو وقف ہے سب اس پر نہاں حقا کہ خداوند ہی وہ کون مہاں کا قاصر ہی یہاں مدد کہہ ہر خرد و کلاں کا اس جا ہی تعقل کا گذرانہ گھاں کا گذرے جو بہاراں ہی سمِ بحرِ خاں کا</p>	<p>تقریر کرے وصف کو خلاقِ ہماں کا خارج ہی تخیل سے تو ہم سے گھاں سے حامد ہیں سبھی ذرّہ سے خورشید تک اُسکے ادراک کو درگاہِ تلک اُسکی نہیں بار ممکن نہیں تلک اُسکی تجلی کا بیاں ہو رہتا نہیں دمِ کنور اک طرزِ یہ عالم</p>
---	---

حضورِ ملکہِ معظمہ دامِ اقبالہا کے لیے دلی دعا

مؤلف

<p>خداوندِ اوتو۔ ملکہ کی حمایت اور تحفظ کر تو اپنے فضل و رحمت سے اسے معمور کیا رکھا و کٹوریا نام مظفر جیسا اُسکا ہے تو ہندستان و بنگلہ کونج میں ماں سے</p>	<p>رہے وہ شاد اور آباد الہی سر ہمارے کہ ہے وہ رحمدان ہم پر جو جیسے مہر بار تو دے فتح و ظفر بھی اُسکو سا اُسکے اُٹھ ہمارے علم و دولت میں تھی بخش اعلیٰ تر</p>
--	--

پانچویں فصل

قصیدوں میں

قصیدہ کے کبھی غزل کی مانند سب شعر ایک من پر ہوتے ہیں اور پہلے شعر کے دو آٹھوں مصرعے اور باقی شعروں کے اخیر مصرعے ایک قافیہ پر ضرور ہوتے ہیں مگر اُس کے شعر تعداد میں زیادہ ہوتے ہیں یعنی اکثر کے نزدیک کم سے کم پندرہ اور زیادہ جتنے چاہے ہوں اور یہ بھی کہ قصیدہ میں اکثر کسی شخص یا چیز کی تعریف یا ہجو بیان کیجاتی یا انکابیان مذکور ہوتا ہے * شعر اسکا بھی پہلا شعر مطلع اور دوسرا زیب مطلع اور جس مطلع اور آخر کا مقطع کہلاتا ہے اور ایک مطلع کے دو یا تین یا زیادہ مطلع بھی ہوتے ہیں * قصیدہ بہاریہ کہلاتا ہے جسکی تشبیب یعنی تمہید میں جو اصل مقصد پہلے

* اس مجموعہ میں بعض قصیدے ایسے بھی ہیں جنہیں تعداد شعر و نکی کم ہیں کہ انکے باقی شعر چھوڑ دیئے گئے ہیں ایسے کہ انکے مضامین اس کتاب کے مطالب سے مناسبت نہ رکھتے تھے *

مذکور ہوتی یا سارے قصیدہ میں بہار کی تعریف و توصیف نہ ہو۔ رزمیہ
 کہلاتا اگر اُس میں کسی لڑائی کا ذکر نہ ہو۔ حالیکہ کہلاتا اگر زمانہ کے انقلاب یا گونگنا
 حال مذکور نہ ہو۔ فخریہ اگر شاعر اپنی یا اپنے شعروں کی تعریف کرتا ہو۔ الفیہ کہلاتا
 اگر شعروں کا آخر حرف الف نہ ہو۔ اسی طرح لامیہ و میمیہ سمجھو۔ مجدد کہلاتا اگر
 اُس میں تشبیب نہ ہو۔ مقتضب کہلاتا اگر تشبیب کے بعد اصل مقصد کی طرف
 رجوع کرنے کا اشارہ نہ ہو جبکہ گریز اور تخلص اور حسن تخلص کہتے ہیں *

قصید

س

مؤمن

اے محمدؐ کو اہب العطایا	اس شور نے کہا مزا چھٹا
والشکر کُصانع الشرف	حسبے ہمیں آدمی بنایا
احسان میں اُسکے کہا اگر نیا	سر سب شہاد کا جھکایا
سجنا تک یا اللہ عالم	عالم ترا عجب نہ دکھایا
ہر جانی ہی جلوہ تیرا لیکن	دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا
یہاں عقل ہی کم کہ بس تجھی کو	پایا ہر شی میں نہ پایا
تجھ کو ہی سزا ہی کی بانی	کر سی نہ عرش کا یہ پایا
مؤمن کو بقا ہی عیب دیا	کہا مژدہ جانقر اُسنا یا
تو واحد بے نظیر و بہت	تو حاکم و خالق برایا
اوسے ترمی حمد کا تو قسم	یہ حوصلہ میں کہاں سے لایا
ہوں بندہ شور و عجب اور اک	نا کام کو کام سے لگایا

کس طرح یہ شور و غل مچایا	کہا جانے ایسے بیزبان نے
ہیاں علم نے عقل کو گنوا دیا	معلوم خود کی نکستیابی
جبریل کا پانچ لکھ طہایا	کہا صعب گذار ہی رہا
اس آوج نے خاک پر گرایا	مرغانِ دراز جنحہ کو
مین نے تجھے بنجر دجایا	مومن ہی زمانِ عرضِ احوال
کہا ابر کرم ہی سر چھایا	رُور و کے دعا اگر گنوا دیکھ
وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا	اللہ مرے گناہِ حید
اسے تو کچھ سدا برھایا	ہی عام خطاب یا عبادی
افلاک کو بے سُتوں تھایا	کہنؤنکر نہوتیری آس تو نے
یوسف کو گناہ سے بچایا	مجھ کو بھی بچائے جیسے تو نے

مومن کے کس سے حال آخر
ہی کون ترے سوا خدا دیا

بادشاہ وقت کو نوروز کی مبارکبادی

دیکھ کر بھاگے جسے نہ ہرگز نہ	طرب افزا ہی وہ نوروز کا نارجی رنگ
چہمے کرنے لگی بیل تصویرِ رنگ	واہ کہا گلشنِ آفاق میں ہی خوشنہار
تختہ لالہ و گل صفو نقشِ آرزنگ	کلامِ نقاشی قدر سے گلستاں میں ہوا

فوق

خسروا تو نے کہا آج وہ جشنِ نوروز	دیکھ کر جسکے تھل کو تہو جھنڈ بھی تنگ
ہی تری بزمِ طرب میں ہے رسمِ نوروز	صورتِ بیضہ رنگیں فلکِ پنا رنگ
مشکِ افشاں ہو جہاں میں تری نکستِ غلغلا	ناغِ آہوی خلق سے ہو کم داغِ ملنگ
بلکہ تہو جوشِ بہار ان کرم سے تیرے	کہا عجب شاخ میں آہو کے گلِ نگارنگ
گلشنِ بہر میں ہلالِ مبارک چھکھو	جشنِ نوروز بہر رنگِ تاجِ واورنگ

اور تیرے حاسدِ بد میں کو دکھائیں لاگھو
خسروا زبانی رنگِ فلک کے رنگ

بہاریہ

برنگِ گل جسے اب دیکھیے وہ خندان ہے	بہارِ عیش سے ہندوستان کی گویا
بنایا ہند کو گلشنِ بہار نے ایسا	کہ شوقِ سیر میں سروچمنِ خراماں ہے
بہارِ باغ میں کہا کہا کھلا رہی ہے گل	شگفتہ غنچہ منتقارِ عندلیبِ باں ہے
چمن میں کیجے اشارہ جو خوشِ حنا	تو ساتھ اشارہ سے انگلی برنگِ حنا ہے
چمن میں بات جو کیجے تو موندہ چھوٹ	ربانِ بونوں میں فیضِ بہارِ بستان ہے
زمین پر دائہ بوجھید کا تو گرے نخل ہوا	نمو کی سعی سے صیادِ سختِ حیراں ہے
گر از میں پہ اگر کوئی مویئے کا پھول	صفا سے گوہرِ غلطاں کھچ غلطاں ہے
کہیں ہی آئینہ سے عیاں تو چمنِ چمن	کہ اُس سے سبزہ نارسہ تک نمایاں ہے
نہاں گلشنِ نقوشِ تک شمر لائیں	بہار کا چمنِ ہر میں فیضانِ ہوا ہے

<p>لگا ہی جو شجر بارور میں اگر سنگ ہی شوق گل میں عجب نگ آج گلچیدہ کا زبانِ جال سے کہتی ہی موجِ نکلت گل جگہ نہیں ہی کہ گردشِ ہوشِ نگر کس کو ہو اپنی قمری سے نالا اگر کوئی تہذیبوں فروعِ آتشِ گل سے ہی شاخِ گلشنِ شمع کہاں تلک بھر درمن میں پھول گلچیز حروف سے خطِ سطر اُٹوں جیسے پوشیدہ قلم میں لپٹے ہی بالیدگی سے وقتِ قلم زمین پر دھوکے سے دور اہا تکھ چیرنے ہوئے جھوکے سے اگر اگر جو یوسف گل بجای کہیے ہر اک گھر کو خانہ باغ اگر</p>	<p>نگہیں کی طرح سے اُس میں شجرِ نمایاں ہی جو دیکھیے تو گریباں بھی شکلِ داماں ہی اب ان نون یہ ہجومِ گل گلستاں ہی جو کہیے بھرت ہیں یہ عین بہتاں ہی چمن کے فیض سے وہ شکِ مہربستاں ہی ہوئی پتنگ بوجیل ہزار دستاں ہی چمن میں خرمن گل اُسکے تا گریباں ہی اُسی روش سے روشنِ ریزہ بہناں ہی ہر ایک سطر مگر شاخِ عشقِ پچاں ہی کہ اپنے سایہ پہ اُسکو خیالِ ریحاں ہی تو چاد باغِ عنادل کو چاہِ کفیاں ہی ستونِ خانہ و شمشادِ باغِ مکیاں ہی</p>
--	---

یقین ہی سیر کو اب آئے بلبلِ شہراز
گلِ نشاط سے ہندوستان گلستاں ہی

<p>کہ کھنکے غنچہِ تصویر ہو گئے گل تر بہال ہو گئے ہیں گلشنِ جہاں کے شجر بغیرِ لطفِ گریباں گل ہو چاک اگر</p>	<p>بہار نے یہ کیا گلشنِ جہاں میں اثر خوشی سے پھول تو پھو نہیں سما کر ہر ایک خار ہو سوزنِ برا بھنیہ گری</p>
--	--

گویا

<p>وگر نہ سایہ گل تھا رنگ گلِ حسن ہوا ہی لاکہ کو وہ نازکی سے داغِ جگر نظر کرو تو پھسلنے لگے ہی لبِ نظر کہ اب نہالِ تصاویر میں لگے ہیں شمر ادھر سے صاف نظر آئے جو طرِ ابرو پڑے جو عکسِ گلِ تر تو لعل ہو چہر سمن کی دیکھو سپیدی جو جیسے صافِ بحر کہ یہ اترتے ہیں گلگشت کے لئے آخر کہ صاف بگلے طاووس طائرانِ نظر</p>	<p>نہیں یہ گر کے نراک سے ہو گیا ہی کیوں پڑا ہی عکسِ جو پتلی کا وقتِ نظارہ صفاروش کی نہیں کچھ سیان ہو سکتی عجب نہیں ہی جو ہوں کہ ہوئی شائین زیادہ آئینہ سے ہی صفا ہے ہر دیوار کمالِ جوش پہ گلزار کی ہی بنگسِ پنی سیا ہی دیکھ کے سنبھل کی شام کا ہو گھا غلط ہی یہ جو مجھے ہی گمانِ شبنم کا ہر ایک رنگ سے یہ ہو ہی ہی نیرنگی</p>
---	---

ہر ایک مرغِ نواسج ہی جو غنیمتِ سرا
نواں دیتے ہیں کفبارگ سے بھی شجر

<p>کہ نخلِ طور ہیں گلشن میں اک قلمِ شجا کہ کان تک نہیں آتی تو لبِ بلبل زار عجب نہیں ہی جو رنگی بھی ہو دیں گلِ رخسار چلے جو بادِ خزاں بھی تو ہو نسیمِ بہار لگے جو بوئے لعلِ طوطی سبزہ گلزار کہ کچھ تفت نہیں کرتی بہارِ فیضِ انار</p>	<p>ہوا ہی آتشِ گل سے یہ عالمِ گلزار خروشِ خندہ کل اس قدر ہی عالمِ پیر گزر جو زاغ کا ہو تو بزرگِ طوطی ہو جو گردِ باد اُسٹھے خاک سے بنے وہ زمین تو غیرتِ آئینہ ہی عجب کہا ہی اگلا ہی خندہ گلِ تخمِ اشکِ بلبل سے</p>
---	---

خمدہ شاخ ہر گل کی ہر تڑکت سے
 چمن میں بھرتی تھی مستی سے لکھڑائی ہوئی
 یہ عندلیبوں نے گائے ہیں نغمہ رنگیں
 رنگ شمع ہیں گلچیں کی انگلیاں روشن
 رنگ شاخ گل تر ہو گردن طاووس
 دماغ سب کا فلک پر ہوا عجب کیا ہو
 قلم بنا کے اگر کوئی شاخ گلبن کا
 رنگ شمع ہر گل نخل ہی عیاں اُس سے
 چمن کے سبزہ پہ اگر گرا جو شاخ سھول
 رنگ تیر بنے شاخ برگ گل میں پر
 ہر ایک شے میں طوبت نے یہ کیا ہو اثر
 بہار دیکھی جو یہ مین نے باغ باغ ہوا
 گل طرب سے ہوئی شاد بسکہ بلبل طبع
 صبا سے کمند و کاتب گل کے لاؤرت

ہوا تڑنگ بھی اپنا گلوں کے اوپر بار
 کسی دوش پر صبا اور کہیں سپہا
 کہ رشک غنچہ گل ہی ہر ایک کی منقا
 زبس فروغ پہ آتش گل گلزار
 چمن میں نوبتوں چلتی ہی سپہا
 اڑیں جو کرک شتاب ساں حجر سے شرا
 خط غبار لکھے تو بنے خط گلزار
 مگر ہی غنیت فناؤں باغ کی دیوہا
 سنا نہ تھا کبھی ہوئے گل پیادہ سوا
 مثال مرغ خزاں کو کیا چمن نے شکا
 بنا ہی کاغذ ابری رنگ ابر بہا
 بساں غنچہ گل کھل گیا مادل زار
 خیال آیا کہ رنگیں کہیے کچھ اشعا
 ہی اب مجھے نے زکس قلم کی جادو کا

عوض دوات کے لازم ہی غنچہ پوسن

عوض میں آب کے شایاں بھی شبنم گلزار

رنگ گل جھکے ہی ہر پاس کے کچھل

جب سے خورشید ہو ہی چمن افروز چل

مہر

خوبی دلکش گل دیکھنے کو ہوا حوّل
لا لہ رنگس و گل سے ہیں بھر دشت چبل
سبزہ غلطان ہی لب جو یہ کہ خواب محفل
خشک بھی شاخ نے اب سبزنگالی کو بھر
اگل کی گر کہیں سلاک کے رکھے ہیں منتقل
کسی گلبن کے تلے آپ بھی لب ہنسنے چل

وقت وہ ہی کہ زربس شوق سے چشم بلب
جوش گل یہ ہی جہان تک کرے ہی کام
لطف و سیدگی مت پوچھہ کہیں شہنشاہ
سیر کرتا زنگی و خمی و رشادابی
برگ گل فیض ہوا کرتی ہی ہر اخلہ کو
بیت سبھی کے لینے مرغ چمن آئے نہار

نخل ہی لالہ زبس چاک کر اب سیدہ چل
آتش گل سے جلا کرتا ہی سارا جھگل

تیغ اُردی نے کیا ملکِ خزانِ مصل
دیکھ کر باغِ جہاں میں کرم عروجل
داں سے بات تلک بھول لیکر تاپا بھل
ابھو قطع لگی کرے فروش پر نخل
پوشش چھپت قلم کار بہرشت چبل
کار نقاشی مانی ہی دوم یہ اول
ہار پہناتے کو اشجار کے ہر سوا بال
لوٹے ہی سبزہ پاز بسکہ ہوا ہی بیکل
شمع ساں گرمی نظارہ جاتی ہی بھل

اٹھ گیا بہمن و دی کا چستانِ عمل
سجدہ شکریں ہی شاخِ ثمر دار ہر ایک
قوتِ نامیہ لیتی ہی نباتات کی عرض
واسطے خلعتِ نور و زکے ہر باغ کے سج
بخشتی ہی گل نورستہ کی رنگ آمیزی
عکس گلشنِ زمین پر ہی کہ جسکے آگے
تارِ بارش میں پڑتے ہیں گہرے تگرگ
بار سے آب و ان عکسِ ہجوم گل کے
شاخ میں گل کی نزاکت یہ ہم پہنچی ہی

سبز ہوتا ہی فصیح کے سخن پر ہر بار
 دست گلخیزہ و شاخ گل گلزار ہرسم
 غنچہ پر کچھ نہیں موقوف عجب فصل ہی یہ
 آئے ہی ایک نظر لاکھ طرح کا وہ گل
 یاسین رنگ جو کھتی ہی چین سے مانا
 چشم زنگس کی بصارت کے زبس ہی در پی
 اس قدر محو تماشا ہی کہ زنگس کی طرح
 ابجو گرد چین لمعہ خورشید سے ہی
 سایہ برگ ہی اس لطف ہر اک گل پر
 سنگ نے رتبہ آئینہ کیا ہی پیدا
 برگ برگ چین ایسی ہی صفا رکھتا ہی
 لڑکھڑائی ہوئی پھرتی ہی خیاباں میں
 اتنی ہی لغزش کثرت بزین ہر باغ
 فیض تاثیر ہوا یہ ہی کہ اب جنطل سے
 کشت کرنے میں ہر اک تخم کے انقیاد
 سبز فام لہڑوں آتا ہی فطر ہر گلو
 جوہری کو چنستان جہاں میں اس فصل

جو زباں سے سخن آج طوطی کے آتا ہی
 بجاں نشوونما کرنے میں ہی ضرب
 گل ہییم ہیونچے ہی عقدہ ہر کسی طرح
 ان گلوں چھٹ بونگہ کے ہیں مستعمل
 چاہتی ہی بساجت کر کے سبزہ بدل
 غنچہ لالہ نے سرمہ سے بھری ہی گل
 چشم سیر گلستان سمجھتی نہیں یہ
 خط گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول
 ساغر لعل میں جس طرح زمرہ ہر حل
 تیغ کسار ہوئی بسکہ ہوا سے صقل
 گل کو دیکھو تو نگہ مارے سنبل ہی
 پانوں کھتی ہی صبا صحن میں گلشن
 جو شمشاخ سے اتر سو گرسے کھل
 شہد ٹپکے جو لگے نشتر زہر عسل
 گرتے گرتے بزین برگ و بر آتا ہی
 خواہ ہر شیش پیر خواہ وہ فرزند نعل
 آگیا لعل و زمرہ کے پر کھتے ہیں نعل

تاکجا شرج کروں میں کہ بقولِ عمر فی
اخذ از من فیض ہوا سبز شود و در نقل

حسن سے لیکے یہ کچھ عارضِ گل ہی محمود
فیض سے بادِ بہاری کے کر دیکا سال
قوتِ نامیہ کی نشوونما کے باعث
پشتِ طاووس بنا روی ہوا بسکہ ہوا
جو بھی جوشِ نظارت کا زمانہ میں ہا
بعل نے رنگِ زمرہ کا کیا ہی سپید
باغ میں جو گیا گلگشت کو اُس نے کیا
گر چھو و برگِ جنا کو تو اثر سے اُسکے
گرد پھرتی ہی خیاباں میں نسیمِ سحر
جھوٹے لیتا ہی ہر اک نخلِ گلستانِ اسطو
غنجہ کرتا ہی تبسم کہیں گل ہنستا ہی
جوششِ ابرِ بہاری سے تعجب کیا ہا
گرمِ بازارِ گل پہونچی ہی اس تہ کو

رنگِ خسارتِیاں سبز تہو جسکے حصو
ا کہ بلبیل کی شجر سے گل تاثرِ غنہ
وانہ اشک بھی سرسبز اگر ہو گیا دور
دامنِ بادِ صبا سبزہ و گل سے محمود
کہا عجب خم کا بھی سبز اگر ہو انگور
سبز زنگار کی مانند ہوا ہی کافور
فصلِ گل آتی ہی ہرگز نہ کبھی اس سنو
سرخ ہو جائے اگر ہاتھ نہ سمجھو کچھ دور
گل سے دامن کو صبا اپنے کیے ہی محمود
جس طرح کھاتا ہوا غرض کہیں با پی محمود
اب جو ایک طرف دیکھو تو ہی بر سرِ شور
روغنِ گلِ عوضِ شہد اگر دے نہ ہو
اہلِ دنیا کی بھی گل ہو گئی ہی شمعِ شہو

یہ ذہنِ خوب شکفتہ ہی تو اسمیں ای رند
تازہ مضمون کی اک تازہ غزل کہ اسطو

غالب

سایہ لالہ بیدار سویدای بہار
تازہ ہوی ریشہ نارنج صفت دوی شراب
راہ خوابیدہ ہوئی خندہ گل سے بیدار
سر نوشت دوہاں ابریک سطر غبار
قوت نامیہ اسکو بھی نچھوڑے بیکا
دام ہر کاغذ آتش زدہ طاؤس شکا
گم کرے گوشہ نیخانہ میں گر تو دستا

سازگیزہ نہیں فیض چمن سے بیکا
سبز ہی جام زمرہ کی طرح داغ پلنگ
کوہ و صحرا ہمہ سموی شوق بلبل
سوچے ہی فیض ہوا صوت مرکاٹیم
کاٹکڑے سینکے ناخن تو بانداز ہلال
کف ہر خاک بگردوں شدہ قمری پردہ
موج گل ڈھونڈھ بجاو تکدہ غنچہ باغ

کھینچے گرامی اندیشہ چمن کی تصویر
سبز مثل خط نوشتہ نہ خط پر کار

ذوق

زہے نشاط اگر کیجیے اُسے تحریر
زباں سے ذکر اگر چھڑے تو پیدا ہو
ہوایہ باغ جہاں میں شگفتہ کا جوش
کرے ہی والہ غنچہ در ہزار سخن
کچھ انبساط ہوای چمن سے نہیں
اثر سے باد بہاری کے لہلہانے میں
گل کے سنگ سے گر ہو ترارہ تخم نشا
ہوایہ دور تا ہی اسطر سے ابر سیا

عیان ہو خامہ سے تحریر نغمہ جامی مرہر
نفس کے تار سے آواز خوشتر از مرہر
کلید قفل دل تنگ خاطر دلگیر
چمن میں موج تبسم کی کھولکڑ زنجیر
جووا ہو غنچہ زینت بلبل تصویر
زہیں پہ سربل ہی موج نقش چھپر
تو سبز فیض ہوا سے ہو وہ رنگ شعر
کہ جیسے جلے کوئی پیل مست زہر

ہر ایک تارِ رگِ سنگ بھی ہر تارِ حر پر
 برستا ٹٹھم ہی آتش سے مثلِ ابرِ طہر
 کہ سنگِ سنگ میں گنگ کی ہی تار
 ہر اک گہ گہر شجرِ رخ پر تنو پر
 کہ جسطرح بہم آمیختہ ہو شک کو شیر
 سو اور مشکِ جن پر ہی لاکھ لاکھ گویہ
 بہارِ عیش میں گلچیں کی طرح سے گلگیر
 حیا سے نگِ گلِ آفتاب ہو تغیر
 خانی پہنچے ہوں تاکِ چنار بیدِ بخیر
 کہ آئے ہی نظر اک قدرتِ خدا پر
 نسیمِ نکستِ گلِ اطہر و لطیف و فہر
 کہ قرصِ عنبر اگر ہی زمین تو گر دعبیر
 بنا ہی عالمِ بالا بھی عالمِ تصویر
 کہ ہی ہجومِ نشا و نورِ جہم غفیر

نہ خارِ دشت ہی نمی میں خوابِ نخل ہی
 ہوا میں یہ ہی طراوت کہ دودِ گلخن بھی
 یہ کیا جوش میں بارانِ رحمتِ باری
 ہر ایک قطرہ شبنم گہر کی طرح خوشاب
 کرے ہی صبحِ شکر خندہ اس مرکز کے صفہ
 سنوار تی ہی خوشام اپنی زلفِ مشکین کو
 نہالِ شمع سے ہر شبِ چنے گلِ شبنم
 ہنسے چراغ تو اسی ہنسی میں بچھو جھڑ
 عجب نہیں ہی کہ آرایشِ زمانہ سے
 نہ کہو نہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھوں مطلع
 ظہورِ نرسِ گلِ جلوہ سمیع و بصیر
 شہیمِ عیش سے ہی یہ زمانہ عطرِ گلین
 محل سے حوتِ تلک جا بجا ہیں تصویر
 جہاتِ ستہ سے بزمِ جہاں ہی وسعتِ خواہ

رز مئیہ بہار

کھینچے ہی اب خزاں پہ صفتِ لشکرِ بہا
 سو دا
 پہونچا حضور سے طرفِ باغِ روزگار

بروجِ محل میں بیٹھ کے خاور کا تاجدار
 کہتے ہیں یوں زبانی پیکِ صبا یہ حکم

مرکب جو شاخسار کے ہیں ان پر آبِ شباب
 ہیں بخشی دوز پر جو مہرچ و ماہتاب
 موندہ کھول دوزخ ان گل اشرفی کے تم
 چہرہ لکھا کے سرخ نگہدشت اب کرو
 کر دو یہ حکم پہر فلک کو کہ ای دہر
 اہل قلم جو دفتر بخشگی کے ہیں
 گلگونہ لالہ اگر کہیں بیدار رہ گیا
 لینا ہی کام مجھ کو جو ان باغ سے
 ابلاغ خانساں کو تو ہووے اس امر کا
 معمول سے زیادہ مقید ہوں کہی سال
 پس اہلکار لالہ خود دوسے یوں کہے
 دگلے نہار رنگ کے پہناویں ابر کو
 تقسیم کر دیں فرد غنچہ کو چلتیں
 لہدیں کہ چارہ تر سے گلشن کے صحن باغ
 دار و گولی پر پتیاں میکدے کے بیچ
 بند و قیلے بدیشے کے بھر بھر مہرچ
 جتنے ہیں تو نواز جہاں بیچ اب کریں

پونچیں سوار ہو کے جو ان برگ و بار
 آنکھوں یہ حکم ہی کہ اسپدان نامدار
 پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار
 تعداد پوچھتے ہو تو بید و بے شمار
 ہووے محرزوں کا تغافل اگر شمار
 اُسے کہیں برے تقدیر بار بار
 چیر سینگے پیٹ ہر مقصدی کا غنچہ
 بھر بھر سیر گلوں کے تنہا دوز عیا
 تارے کہے بلا کے وہ اپنے بھی شیکار
 جس طرح چاہیے کریں اس فوج کا لشکار
 رنجیں شتاب مستک پیلان کو ہمار
 معوج ہوا تلمک ہو زورہ پوش ابکی بار
 دین کو پیٹے رسا کہ گل ہو امیدوار
 چار آئینہ کو بیچ کے رہیں مستقر کار
 رکھیں نہ اب سولے کے مگر کسبہ زہنہار
 اگر شتاب صحن چمن میں کریں گزار
 پیشہ وہ کہ تار کے بجائے کا اختیار

پایا ہی امر مطیع تانی نے شہتہا
 گلگوں پہ اپنے ترک ہزارا ہوا
 کرتا ہنوز کھینچ کے شمشیر کدیا
 گرداب ڈھال رُو کے ہی مارے ہی جگہ
 ڈالے ہے ہی موندہ پہ جھلم سنگ انبیا
 بکتر سجا ہی دیکھو ہنوں کبا لیل کبا ہیا
 ہوتا ہی اس یقین کا دل میں ہلن
 لیکر پھر ہر قانون کے سر سے بانڈا
 گوئی ہی ڈھالتا ہی سحاب تلگ بار
 کرتے ہیں نہ سپر سے جاؤ سطر گذار
 گجناں کی طرح سے چمکاڑے ہی بابا
 سنکر نہیں سے چونک اٹھا ہو کئے
 اٹھکے کے خاکداں سے کریم حشر کما
 یارب یہہ ابکے سال قیامت ہی بابا
 گرتے ہیں یہہ صد کہ جو انان لارزا
 جلدی سے بانڈھکر کمر کپنہ استوا
 تا وقت کار دامن گل سے نہ ابجھے خا

باور اگر نہیں تو اسی آن دیکھ لو
 ترکش لگا کے دینے کو ہتھیار
 اک کلہ نہیں کہ جہاں آب سینتر
 غصے سے اک دگر کٹے مرتے ہیں کھوج
 بن خود ایک دن نہیں ہوتا سر حباب
 اندام جو بار بار یہ اب عکس آب سے
 جاتا ہی نیستان کی جو روئیدگی یہ ہم
 بکھے ہی بانڈھ بانڈھ کمر کو گسستہ
 رنجک ہی ہر شق اڑا کر ہے ہی
 اکوڑ توپ در ہکڑہ رعد روز و شب
 گر پار چہ بھی ابرسیہ کا ہوا میں نہ
 تھا جس قدر کہ سبزہ خواہیدہ یہہ
 اسودگان خواب عدم بھی ہی غنقر
 گرتے ہیں طائران چین آب نہہ نمر
 طاؤس نام وہ جو ہیں افوج کے نقب
 باہم سے دست بستہ خدائو کھڑے
 میدان صاف کرتی ہی جارو با دتند

صد برگ و بعفری گل اشرفی نے آب
 ستم کہ صف قشون خزان کے جگہ
 استادہ ہی جہاں علف سبزہ خاک پر
 بھالا اہی اور برجمی ہی بلم ہی اور بیل
 ہر آن میں ترانہ بلبیل کے وسطے
 از سایہاے بید مژگہ بہر طرف
 ترک صبا کے ہی مرا تپہ بارگشت
 خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر ایک دم
 دامن کو باندھ باندھ ہو مستعد جو فروق
 ایسا نہ ہو کہ طعن کریں ہم کو بلبلیں
 رنگس کو باوجود ہی بیماری شدید
 لکارتی ہی توں کہ وہ بھیاں ہو جوئی
 گر کہہ کے ہر درخت یوں سنگتے غبار
 لیکن تو دیکھو کہ خدا وہ گھڑی کرے
 دل میں غرض ہر ایک کے میں کیا پایں
 نکلین بجای وادہ ستر کچھ عجیب نہیں

گیسریے بلب نے کر کے یہ باہم کیا قرار
 ہو کر اُتارے کچھ میڈاں میں کارزار
 پانی کی جسطرف کو نہیں پر چلے ہی دھا
 خنجر ہی اور تیغ ہی دشمنہ ہی اور کٹا
 ہی اندکون یہ شعر تجلی کار و بکار
 دار دزمیں کھان سیہ تو زور کنا
 ہو پشت پر جریہ تو نکلے جگر کے پا
 مانگے ہی برگ بید سے خنجر کو ہر خیاب
 قمری ہر ایک کمتی ہی یوں نعرہ مارا
 لڑیو قدم کو گاڑ جو امانِ طر حدار
 سپر چمن میں آن کے وہ ناتوان فرار
 مٹے تو بارے کٹکے میرے عصا کاوا
 گستاہی گر چہ ہاتھ میں شیشہ ہی تیرے پا
 کشتوں کا سر میں توڑوں توں تھوڑی
 پایا ہی آتش غضب کیس نے یہ قرا
 دے جے اگر اناز کو پنجہ میں لے فشار

موسم فرحت افزا اور عذاب دہوا

واہ داکبا معتدل ہی باغ عالم میں ہو
 ہی گلؤں کے حق میں شبنم مہم زم زم
 ہو گیا موقوف یہ سودا کا بالکل اجرت
 ہو گیا زائل مزاج دہرے یہاں تک جو
 ہوتا ہی لطف ہوا سے اس قدر پہاڑ
 پانی یہ اصلاح صفر لے کر دنیا میں کہیں
 ہر مزاج بلغمی میں ہوتی ہی تولیدِ خوں
 نام کو ایشیا میں نہ تلخی رہی نہ سمیت
 لبِ عجب جدوار کی تا نگر کے کئے قوم
 نیش کی جانکوش ہو دنیا زنبور
 راحت و آرام کا اس دور میں ہی دور
 موتیا بند آنکھ میں اپنی جو کھتی ہی صد
 آگیا اصلاح پر ایسا زمانہ کا مزاج
 فرق چاہا یہاں تک اعضا میں ہی درد
 لاغروں کو ہو کمال و طاقت یہ شتاب

مشائخ صاحبِ محبت ہی ہر صبح صبا
 شاخِ بیکسے کو ہی بارش کا قطرہ فوٹا
 لالہ بے داغ سید پائے لگا نشو و نما
 بیہوشوں کا بھی محراب میں نہیں باقی تھا
 برگ میں ہر نخل کے سرخی ہی چون گنہا
 زرد چشم لب دیکھنے کو بھی نہیں ہی نہرا
 چاندنی کا پھول ہو گرا غواہی ہی بجا
 بنگلی تریاک افیوں نہ ہر میٹھا ہو گیا
 کہا عجب گراخِ غفل دو شہت کا مڑا
 کام میں اضی کے ہو مہرہ بجای آہلا
 چاہیے وقف نہ وہ دورانِ سر سے کیا
 اب رکھے ہی روشنی مثلِ دلِ اہل صفا
 آزار بان خامہ بھی آتا نہیں حرفِ روا
 درد کے جو حرف ہیں ہر کچھ ہی میں جلا
 کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب میں بدلتا

صبح صادق کے ہر گھوڑے میں سفیدی گئی
لیکن اس پر پی میں بھی صادق ہی رہا
قوس سے خورشید کے جیتنے کے لئے نا
بھر جو دیکھا صبح کو اسلام میں کچھ تھا
جید الکیموس ہی جو خلق سے سب سے
نام گلشن میں نہیں ہی رنگس بیمار کا

صبح صادق کے ہر گھوڑے میں سفیدی گئی
لیکن اس پر پی میں بھی صادق ہی رہا
قوس سے خورشید کے جیتنے کے لئے نا
بھر جو دیکھا صبح کو اسلام میں کچھ تھا
جید الکیموس ہی جو خلق سے سب سے
نام گلشن میں نہیں ہی رنگس بیمار کا

کسی گھوڑے کی تعریف

باغ میں سوس نہیں کستی باچندین با
کبا یہ چر رہا ہی سجائی گشت زعفران
جای نہیں ہی گریبان کفل کے دینا
جلد کے نیچے سے ہر قطرہ لہو کا ہوا
دیں الا ان حرم بھی نعلبندی وہاں
دیکھے سو جانے سننے سے کسی ہوا
لالہ کے اوپر پہنچنم جس طرح گھر
جوں پون پہننے سے لہر تار ہو رہا
صدقہ کرتے ہیں خرافہ نارا بناد لہر
اس طرح اڑ جای جوں چہرہ رنگ عشتار

حسن و لطف کشفنگی کا جس کا نوک بایا
اُس کے پٹھے کو سمجھ کے قہقہہ کہتی غلو
خوش کمر اتنا کہ جو بن ہویتہ ابرو میں خال
خوش بن از بسکہ ہر جوں اختر برج کبود
نقش شمع حسن دشت پر اس کے ہو جسے خیر کا
گرم ہو دے وہ پری سیکو تو اس کا حسن و لطف
ہر گل رنگ خنایوں میں دے ہی ہما
ہی حلاوت میں اس گلگوں کی نداری کا
جب قدم کھتا ہی وہ محبوب تیر کا کام
تیرا چاک جاو عنان اس میں خوش فاش

سودا

گر صفِ اعدا پسیدھا ہو تو چوں تر خد
ڈانٹے اسکو تو پونچے پتلن زوار و ہاں

پونچنے پاوے ہوا کھجی نہ موہ نہ باب
پونچے ہی بادِ سیما ہاں وہاں اور و ہاں

ایک ہاتھی کی تعریف

لکشاںِ جوں شبِ یلدا میں نمایاں فلک
عرشِ رفعت میں ہر حلے میں ہر جہت
رنگین ترنیں کے لیے جسکڑی اسکا
تارے جسطرح ہیں اُتار دھیر جھٹک
اُسکے ہاتھوں کو یہ سمجھے تو کوئی ہنسی
منے کو محبوبوں سُن سلسلہ یا کی جھٹک
سرکے وہاں سے نہ جہاں کہ زمین کا سر
دافین اک مرتبہ سوتوب جو ہم سنگ اٹک
بان بجلی کی کرک کا کبھی کبھو اُس تک
پانو کھلوانے لگے سونڈ میں لیکر لوک
مہر میں ابر کے سایہ سے ہو سایہ کی جھٹک
پانو کی اُسکے دل کو پونچے نہ جھٹک

اُسکی گجگاہ کی ابد رے چہرہ یہ لٹک
بیٹھنے میں ہی وہ کوہ اٹھنے میں ہی اُٹک
شجر طور کا چہرہ بہ ہوا اُسکے جلوہ
جھول پر اُسکی ستاروں کا کہوں کہاں سز
لیکے خرطوم میں زنجیر پھراوے اُگرت
لیلی نے ہاتھ نکالے ہیں یہ خیمے
روزِ میداں اُسے دیکھو تو دلاور اتنا
سامنے اُسکے چھوٹے ہی ٹانگوں کی کمر
چرخ کا چیرہ ہوا دے دے جیسے غامیں
چاہے وہ توڑے جوں شکر اُسکی چھڑک
بے لگان اسقدر اُسکا ہی جلاوادیہ
اسقدر ہی وہ سب کو کبھی چلتے وقت

اعلم طب اور اپنے طبیب کی صفت

علمِ طبی ہی طبابت کی بنیاد ہے۔ کچھ ہر دم
قاعدہ فنِ طبابت کا بیاں تجھے کرے
کام میں فن میں رکھے سب ہی تشخیص
فی الحقیقت ہی اطباء میں وہی شخص طبیب
جنہیں نبض سے اور لون سے قارورہ کے
ادویہ میں کر کے تنقیح خواص مفید
سین بیمار پہ کر غورِ مداوہ کرے
چار چہروں سے مرکب بدنِ انسان کا جو
حد سے ان چاروں میں جگایا دے جو چہر
ہی یہ لازم کہ کسل کا سبب یا سببِ طویر
بعد تشخیص و واسعہ مرض کی بالضرر
غورِ اخلاط کی کیفیت و کمیت پر
زیادتی چاروں میں جسکی ہو مرض کا جو
رکھہ کے منظور طبیعت کی مرضی توت
قاعدہ یوں ہی پھر آگے ہی شفا اسکے

متفق اسے طبابین جہاں میں باہم
نہم کے گوش جو تو اپنے نہ رکھتا ہو ہم
یہ نہ جو جس میں تو پھر صرف سمجھ اسکی قلم
جو کما بین فی ان چیزوں کا ہو وہ علم
ہو وہ فی الفور جسے اصل میں مستقیم
ہو وہ ترکیب مرکب کے وزن محرم
اور ملحوظ رکھے آب و ہوا اور موسم
خون و سودا ہی ہر اک جسم میں صفر لغیم
حکما کہتے ہیں انسان کا مزاج اس میں ضم
ٹھہرے جو خلط کریں اسکا تدارک پیہم
حفظِ صحت کے لئے نسخہ ہو بالمثل ضم
ہو نہ منظور جسے اسکی دوا ہوتی ہو ہم
عقل کی رو سے یہ پیر ہی اسکی اُمد
تنقیہ کر کے مناسب یں اس خلط کو کم
جسکے ہی قبضہ قدرت میں علاجِ عالم

سودا کے وقت ملک کی تباہی

اب سامنے میرے بھوکوئی پر و جوں
 میں حضرت سودا کو سنا بولنے یا رو
 اتنا میں کیا عرض کہ فرمایے حضرت
 سکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا
 کہا کہ بایں بتاؤں کہ زمانہ کی کسی شکل
 بگھڑائے اگر تو کمری کہتے ہیں کسی
 گزرے ہی سداؤں علف و دانہ کی خاطر
 ثابت ہی خود گلا تو نہیں موزوں کہ حال
 گستاہی نعرہ کو صراف سے جا کر
 یہ سُنکے دیا کچھ تو ہوئی عید و گرنہ
 اس رنج سے جپٹ مگے چھتیر مہینے
 لیے ہیں میں ویسی وہ تو دو ماہ
 ملا جو اذان دے ہی تو مونہہ باندھ کے اٹکا
 سینے ہی گدھا آٹھ پہر گھر میں خدا کے
 اور وہ بچہ ہیں کہ فرود ہاں آئے پھیلے

دعویٰ نہ کرے یہ کہ موئے نہ میں یاں
 اللہ سے اللہ وہ کہا نظم بیاں ہی
 آرام سے کٹنے کی کوئی طرح یہاں ہی
 اُس میں قاصر تو فرشتوں کی زباں ہی
 ہی وہ معاش اپنی شو جو کھایا یہاں ہی
 تخواہ کا پھر عالم بالا یہ نشان ہی
 شمشیر جو گھر میں تو سپرینے کے یاں ہی
 پتوں میں ہی رگی ہی تپ جلا کھاں ہی
 بی بی نے تو کچھ کھایا ہی قافہ میاں ہی
 سوال بھی پھر ماہ مبارک مہمان ہی
 تخواہ کا پھر بٹا اس شکل سے یاں ہی
 ملک و مونس دھڑے کی خنجیں تباہ تو
 کہتے ہیں کہ خاموش مسلمان کی کہاں ہی
 نہ ذکر صلوة اور نہ سجدہ نہ اذان ہی
 ریتی کی جواگے کی یہ ہر ایک کاں ہی

اٹھ اٹھ کھڑے تھے میں نہیں جان دینا
یوں بھی نہ ملا کچھ تو پھر کاپلی لگے
کوئی سر پہ کیے خاک کوئی چاک لگیا
ہندو مسلمان کو پھر اس پالکی اوپر
یہ مسخرگی دیکھ کے جب صاحب رتھی
گر ہو جیتے جا کر کسی عمدہ کے مصدا
وہ جاگے جو راتوں کو ٹوٹے ہیں دوزخ
بے وقت خورش اسکی جو ہوئے تین چھ
گھڑیاں کی چٹ ہوئے گئے ہیں گھڑیاں
خمیازہ پھمیاڑہ ہی اور چرت اور چرت
صفیہ بہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر
صحت ہی یہ اُس سے اگر اقا کی تین چھنک
دیے ہیں منگاتر و کھاں ہاتھ میں اس کے
اور ماحضر اوپر جو وہ نواب کو دیکھے
مطبوع میں ہی خبر بُرہ اور خبر بُرہ دُور
یہ بھی تو نہیں ہی کہ اسی سے ہوشتی
اس میں جو کہیں در و اٹھا پیٹ میں

دربار و اس عہد میں جو خرد و کلاں ہو
اس سچ سے سالہ کار سالہ ہی مان ہو
کوئی رُودے ہی مونہ پیٹ کوئی سغہ مان ہو
ار تھی کا تو ہم ہی جنازہ کا گماں ہو
کرتے ہیں ہماں عرض تو مان ہی مان ہو
اسکی تواذیت ہی ہی آفت جان ہو
کیسا ہی اگر اپنے تئیں خواب گراں ہو
سوکا اکوں تجھ سے کہ مصیبت کا پان ہو
اور سچ خلا رُودوں میں اپنی سپان ہو
مونہ صورت سُوفا کر شکل کھاں ہو
سود و سوردی کا جو کسی عمدہ مان ہو
اوپے تو وہ اسکو بخشونت نگراں ہو
ٹھنڈی ہوا آئے کا اگر اسوقت کاں ہو
کھانا تو یہ کھاتے ہیں اسکو خفقاں ہو
ہی دودھ پہ مچھلی تس اوپر کا وز بان ہو
اس سب پہ تفتن کے لیے بیسی ناں ہو
گر تو علی سینا ہی تو پھر ہی چراں ہو

کہتے ہیں غرض موت سے لڑنے کو یہاں ہی
 سوداگری کیجے تو یہی نہیں شقت
 ہر صبح یہ خطرہ ہی کہ طحی کیجئے منزل
 ایسا جو کسی عہدہ کی سرکار میں ہی جنس
 قیمت جو چٹکاتے ہیں سوداگر طحی کہ کٹا
 جب مول شخص ہو مرضی کے موافق
 پروانہ لکھا کر گئے حامل کے جست
 اور دھڑ سے پھرتے تو کہا جنس لیجاو
 آخر کو جو دکھو تو پیسے ہیں نہ وہ جنس
 ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعہ کے گگے
 دو بیل کی جا کر جو کہیں کیجئے کھیتی
 ہیں خشکی و غرقی کے تفکیریں شب و روز
 گر خان و خانین کی لے کوئی دکالت
 ہر عہدہ کے دروازہ پر بس پوش پہنچا
 ہر گھر میں وہ چاہے کہیں فارہ سا چھوٹا
 دیوان کے بخشی کے بیانات کے حاضر
 بہت پلٹا ہی رہے صبح سے شام

گر نوکر ہی سمجھو یہ طبابت کی کہاں ہو
 دکھن میں جبکہ وہ جو خرید و صندھان ہی
 ہر شام بہ دل سو سہ سود و زیاں ہی
 یہ درد جو سنئے تو عجب طرفہ بیاں ہی
 سمجھے ہی فرو نشندہ بہ مذہبی کا گراں ہی
 پھر شیعوں کا جاگیر کے عامل نشان ہی
 کتا ہی وہ پیسا ابھی مجھہ پاس کہاں ہی
 دیوان بیویات یہ کہتے ہیں گراں ہی
 ہر اک مقصدی سے میاں و رٹیاں ہی
 جو بالکی نکلی تو یہ منہ دیکھاں ہی
 اور مینہ بھی موافق ہی پڑے تو ٹوٹا رہا
 نہ امن ہی دل کی تپن نہ جی کو اماں ہی
 اسکا تو بیاں کیا کروں تجھ سے کہ عیاں ہی
 پوچھے ہی ہر اک شخص سے نو کیاں ہی
 ہر کوچہ میں چوں آب چکا پودہ دیاں ہی
 مانند کنھیا کے جہاں دیکھو تہاں ہی
 بیبل کے پوتے کہ پطرح موند میں ناہی

لاوے بلکہ چہری سے وہ انہوں کا سیاہ
 سوا ہے یہ بیٹھے ہی ولے یا سوہر خیر
 بتا دے غرض یہیے اگر کہو رو پوشت
 جس وقت سنایا وہیں آواز بدل کر
 پھر ہو جو موکل سے کہیں وہ صفیٹا
 عرضی یہ ہوا ہم سیاہ یہ ہو اجیم
 کا ہے کی غرض غرضی ہی اور کسی کا
 انصاف جو کچھ تو نہیں اسکی بھی آ
 شاعر جو سنے جاتے ہیں مستغنی الہام
 مشتاق ملاقات انھوں کا کس واکر
 گر عید کا مسجد میں بٹھیں جا دو گانہ
 تاریخ تو لکھ کی رہے آٹھ ہر فک
 اسقاط حل ہو تو کہیں مشیہ ایسا
 ملائی اگر کیجے تو ملا کی ہی رہت
 اور حاضر اخوند کا اب کیا میں تیا
 دکان تو بچا رہ وہ بڑھایا کرے کڑ
 تیر یہ ستم ہی کہ نہا لے اوسکے

مجاے موکل کو یہ کیا خوب مکان ہی
 اور زر کے اجارہ کی بھی اردو میں کار ہی
 گھر جا کے پکارے جو کوئی لا کر کہا ہی
 اسی کہا گھر میں کشن چدیاں ہی
 اسناد کا جاگیر یہ اس سے یہ سیا ہی
 پروانہ میں تم پر ہوں تصدق میں جا ہی
 کیدھر ہی وہ پروانہ وہ جاگیر کہا ہی
 سب ہاصل ان باتوں کا ال پارچہ نا ہی
 دیکھے جو کوئی فکر و تردد تو یہاں ہی
 ملنا انھیں انسے جو فلاں بن فلاں ہی
 نیت قطعہ تمنیت خان ماں ہی
 گر رحم میں بیگم کے سنیں لطفہ خان ہی
 پھر کوئی نہ بوجھے میاں مسکین کہا ہی
 ہوں دور وہ اس کے جو کوئی مثنوی ہی
 یک کاسہ دال عدس و جو کی فانی ہی
 شب خیر لکھے گھر کا اگر سند دال ہی
 لڑکوں کی شہادت کے سدا خط نہاں ہی

بھاگے یہ عمل کر کے جو شیطان کا لشکر
 اب کچھ انسان کہ جسکی تہذیب اور آداب
 جس روز سے کاتب کا لکھا حال میں ہے
 وہ بیت طے سینکڑے لکھنے کو بھی محتاج
 یہ بھی میں تحف ہی سے کہتا ہوں دگر نہ
 احیا ہو جو مومے کا زانہ میں نے پھر
 ہدیہ ہو سوا یا رخ طے گذری میں آکر
 و مڑی کو کتابت لکھیں دھیلے کو قبلا
 جا ہے جو کوئی شیخ بنے بہر فرغت
 اسکا جو کوئی دیکھے تو وہ بہر معشت
 پوچھے ہی مریدوں سے یہ ہر صبح کو ٹھکر
 تحقیق ہو غرض تو کر ڈار ہی میں کنکھی
 اور حاصل اس رنج و مصیبت کا جو تو چھو
 سب پیشوں کو چ کر جو کوئی ہو متوکل
 اور بیٹے کے دل کو ہی خرافت سے تھن
 بالقرض اگر آب ہوئے ہفت ہزار
 ملک دیکھنا منصور علیخان کا احوال

ماٹھی کو لیے انکے تعاقب میں دوڑ کر
 آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہاں ہی
 ہر صفحہ کا غنہ پہ قلم اشک نشان ہی
 خوبی میں خطاب جسکا یہ خطبتاں ہی
 آفاق میں ان خیروں کی آقا رکھاں ہی
 خطاط کی اتنی ہی رہے قد جو بھیاں ہی
 یا قوت پکارے جو بکا و قرآن ہی
 بیٹھے ہوئے ہاں ہر علی ہو کجاں ہی
 جھٹے ہی تو شاعر کا وہ مطعون ہاں ہی
 اس فکر و تردید ہی میں ہر ایک ماں ہی
 ہی آج کہ ہر عرس کی شب کو کہاں ہی
 لے خیل مریدیں گئے وہ بزم جہاں ہی
 ڈالا ہوا دیاں ڈال خود قلیہ و ناں ہی
 جو رو تو یہ سمجھے کہ ٹھٹھو یہ میاں ہی
 بیسی کو جنوں ہوئے کا بابا یہ کجاں ہی
 یہ سکنل بھی مت سمجھو کہ راحت جاں ہی
 چھائی یہ کوکن بجلی ہی پور شیداں ہی

اگر تم کو کہیں کا سنا تو نے کچھ احوال
جمعیت خاطر کوئی صوت ہو کہاں

مستغرق مضمون

عجب نادان ہیں جو جنکو ہر تاج سلطان
فداک مال ہا کوئل میں سنا کر گیس لانی
فراہم تر کا کڑا باغٹ اندوہ دل ہو
حصول جمع سے غنچہ کو آخر ہر پشانی
عروج دست بہت کو نہیں کچھ قد بریں کم
سد اخورشہ کی جگہ پیسادی ہی ہوتا
برنگ گوہ رہ خاموش حرفت ناسرا
کہ تابد گو صد غیب سے کھینچے شیا

سودا

یہ دشمن ہیں رنگ شمع ریا باد و کش
مواہج گر نہ ہوئے صوت ہو و شمعانی

آج وہ دن ہے کہ امن نہ سرو والا گوہر
کوہ و سہ نہ تھے لعل تو دریا گوہر
نظر خلق سے چھپ سکتے نہیں اہل
تیرہ یل سے بھی جا بھوٹہ نہ نکالا گوہر
زین تو درخور خواہش ہی ہو نہ جا گوہر
مرغ کو دانہ ملا ہنس سنے پلا گوہر
پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گویا گوہر
گور باطن کو ہو کجا جوہر انش کی جنت
سرکشی کرتے ہیں بیغیر نہ بیغیر وقار
بطن ناچہر سے کرتے ہیں کوئی یک نما
کھراش اور ہی طاقت و دل ہی کھینچو
میں کو عالم بالائے ہی شرط استعداد

ذوق

کوہ و سہ نہ تھے لعل تو دریا گوہر
تیرہ یل سے بھی جا بھوٹہ نہ نکالا گوہر
مرغ کو دانہ ملا ہنس سنے پلا گوہر
عرف ہی آپ میں برتر نہیں اصلا گوہر
کہ پرکھتا نہیں جودیدہ مینا گوہر
خیز جاب آب سے سر کھینچنے بالا گوہر
ہونہ ہم صحبت تازہ گی خدا گوہر
کہ نہ گوہر کی بھی سپر ہونہ سیر گوہر
قطرہ اکجا تو طباشیر ہی اکجا گوہر

صدق اور کذب یہ ہر نکتہ کے ہی شہر و نظر
کو رکبا جلنے یہ سچا ہی کہ جھوٹا گوہر

ہوئی غربت میں اگر قدر نہ خوش جوہر کی
تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

تمنیت نوروز

صحیفہ

کہ ہر بہارِ ربیع سے گلشنِ نوروز
زمین خشک میں بوسیدہ استخوانِ نوروز
زمین یہ چرخ سے لایا ہی گلشنِ نوروز
ہوا ہی خود سببِ رزق کا تباہِ نوروز
میانِ خانہٴ زلالِ تختیاں نوروز
کہیں ہی آئینہٴ ریح ہندیاں نوروز
کہیں ہی نقشِ کشِ ساعتِ زماں نوروز
یہاں ہی دستخوشِ بستِ کوہِ کمان نوروز
ہوا ہی بھینہٴ آخِ زہِ شادماں نوروز
نہ باغِ دہر میں دی کار ہائیاں نوروز
کہ دھڑکے بھاگ گیا لشکرِ خزاں نوروز
نہ آفتاب کو جانے دے تا کھانِ نوروز
نقیس کھانوں کے لاکر کے ہواں نوروز

کرے نہ کیونکہ زمینِ شکِ گلستانِ نوروز
بزرگِ دانہٴ زرخشاں سبز کرتا ہی
یہ آبِ جو میں نہ عکسِ شگوفہ کی ہی بہا
ہر اک جگہ ہی جو تقویم سالِ نو کی طلب
ز بسکہ زائے کجے کھینچے ہیں صاف کرتا ہی
اٹپیں ہی چہرہٴ کمالِ اہلِ فارس کا
کہیں طریقہٴ تحتِ الشعاع ہی مرقوم
فلکِ لڑائے ہی بھینے وہاں کو اک کے
وے قطارِ لڑنے یہ گلشنِ ہی خوشتر
ہزار شکر کہ تیرے قدم کی برکت سے
یہ یوڑیاں تیرے تیزوں کی ایک نظر
مبادا اس میں سوائے نورِ عشرت کم
یہ دن ہو وہ کہ شہانِ جہیں جہیں کرتے

<p>یہ دن وہ نہ کہہ سچھا کر بڑا کیڑی جو زرد ہوئے تو زردی ہی کا لڑے حکام جو سب ہو تو زانہ کو سب خوش کرے جو صندلی ہو تو پہنائے صندلی جا وگر ہو رنگ کسی سال اسکا بادامی غرض ہمیشہ سے آواں میں مختلف اسکے پر ایک سال یہ گردش نے ماہ کی چاہا لے آوے باغ سے گلہ سہاگہ اوڑی جو ساز جش میں ایسا تکر گیا ہرگز ہر اک کے نام میں یہاں تک بھرا ہو عیش و نشاط دلع شاہ پر ہاب اور یہ دم غنیمت جان</p>	<p>کرے ہی رنگ پر اپنے تن شہاں کو روز بنا ہی مجلس شہ کشت زعفران کو روز برخت و زمزمی رنگ ارغواں کو روز برائے راسخہ بخشی مغرباں کو روز دکھاوے اسمیں شگوفہ کا پھر سماں کو روز ملا ہی سکے یہ رنگ آسمان کو روز کہ جلوہ گر ہو بہر پیرہن کتاں کو روز برائے مشکیش شاہ کامراں کو روز جم اپنے عہد میں ایسا نہ اسلاں کو روز کہ یہاں کا خواجہ سرا جو ہی مسیاں کو روز کہ مصحفی کو کہاں اور پھر کہاں کو روز</p>
--	--

شہزادہ ڈبوک او اڈوب کے تشریف لائے کی شادی

<p>آید شہزادہ ہی گلشن ہی سارا لکھنؤ مثل گل خنداں ہی شادی پر اک پر دوا ہیں جوانان چین بھی بادہ عشرت سے مست جو ترک ہی روشنی میں نکشاں گم آنکھ</p>	<p>سبز ہی باران رحمت سے نہال آنر عہد ہی ملتے ہیں شہ ہیں جے کو کو جھومتے ہیں سرو گلشن میں کناں کو منزل متاب تاباں ہیں کانیں جاں کو</p>
--	--

داسطی

کہا چمک ہی کیا اصفائی ہو درود تو
 ہی رعایا شاد کیا مالک تسلیم ہند
 ولہ کہا اقبال ہی کیا جاہ ہی کیا غوث شاہ
 ہو در دولت کا دریاں ہی دارا کا
 سخت سے اس کے جواہر کا ہوا یا یہ بلند
 عدل میں نوشہرواں کیا اس سے ہمسر ہو
 علم اس درجہ کیا ہی حق تعالیٰ سے عطا
 زندہ ہوئے اندنوں بقراط و افلاطون
 بحث حکمت میں کے اس سے اسطو کیا بجا
 مؤرخانی پر اگر آئے کبھی منکر و منین
 کہا اولو العزمی ہی راہ بحر و بر و کام ہی
 ہر جگہ ہر ملک میں جا جا کے کھیلنا ہی
 کی سکندر نے سیاحت پر نہ ایسی ہیں
 حکم ہی عاجز نوازی کا کہ باغ و بہر میں
 اس قدر عالم میں دست فیض ہی گو ہر شاہ
 ذکر قری نے مگر اس کی سخاوت کا کیا
 خلق عالی آسماں ہی تمام آفاق پر

ہر قدم پر آتے ہیں ہر وہاں کے روبرو
 کرتے ہیں ہر وہ خوش ہو ہو باہم
 کہا حقیقت فیض متافاں کی اس کے روبرو
 آئینہ داری کی کھتا ہی سکندر آرزو
 تاج سے اس کے دریکتا نے پائی آبرو
 غیر ممکن ہی کہ ہو ہچشم دریا آب جو
 عالم و فاضل کی کہا طاق کہ ہو گفتگو
 بے تکلف دل سے شاگردی کی کرتے آرزو
 بند و باتوں میں ہو جاڑاں بے گفتگو
 کاسہ خورشید تاباں میں نکل سکتے ہیں
 ملک دیکھے ہیں پھر ہیں شہنشاہ میں
 دشت و دریا کا تماشا ہی نگہ کے روبرو
 فخر سیاحان عالم میں ہی بے گفتگو
 تاجیب گل ہو تارا شک لب سے نو
 پانی پانی ابر نیساں بھی ہی جس کے روبرو
 واہ رے تاثیر تیزیں ہو گیا طوق گل
 مشک نہ نے کے چھپانے کے چھپتی ہی

دیکھ کر آنکھیں اٹھان مخلص رو سفید
 کہا شجاعت ہو تمام آفاق پر چھایا
 تو سن چالاک میں وہ تیز رفتاری کہ برق
 فیل کا رتبہ کہیں ہی آسمان سے بھی
 گفتگو سے کر سکے کہا کوئی تعریفوں گل
 واسطی وقت دعا ہی کر یہ خالق نے دعا
 رنگ و بو کی گلشنِ چشمت ترقی پر ہے
 کا عدم ہو جائیں جو بدخواہ ہیں سرکار
 مصرعِ تاریخ آمد فارسی میں یوں ہوا

خون دشمن سے ہی تیغِ قہر اسکی سُرخ
 کانپتے ہیں خواب میں بھی بید کی صورت
 کھو کرین کھاتی تھوئی پھرتی ہے جسکے زور
 مہر ہی زریں عمارت کہا ہی اسمیں گنگو
 کس طرح گنجائش دریا ہو ما بین سب
 سامنے مدوح ہی استادہ ہی تو زور
 جب تک ہی گلشنِ عالم میں خوش رنگ
 خیر خواہوں کو ملے ہر دم زیادہ آبرو
 کردہ فیضِ مقدم شہزادہ لندن لکھنے
 ۱۸۷۷ء

چھٹی فصل

قطعوں میں

قطعہ کے کم سے کم دو شعر ہوتے اور زیادہ کے لیے حد نہیں
 جیسقدر چاہے ہوں۔ وہ سب ایک ایک وزن اور قافیہ پر ہوتے مگر
 غزل اور قصیدہ کی مانند اس میں مطلع نہیں ہوتا۔ اس کے شعروں کا مجموعہ بھی
 ایک دوسرے سے علاقہ رکھتا ہے۔ ایسے شعر کبھی کبھی غزل اور قصیدہ کے
 درمیان بھی ہوتے ہیں اور قطعہ بند کلمات پر ہیں۔

قطع

شکرِ نعمت

تراب

قدرِ نعمتِ مریض سے چھوٹے	تندرستی ہزار نعمت ہے
دیکھ میں شکھ ہو جو باریک و سست	صحبتِ یارِ عارفِ نعمت ہے
واقعی اس جہانِ فانی میں	یادِ حق پادِ نعمت ہے
شکرِ نعمت جو کوئی لائے	اُسکے تین سازگار نعمت ہے
کیوں نہ ہر دم ترابِ شکر کرے	شکر پروردگارِ نعمت ہے

خدا ہی مددگار رہی

کوئی ہم سے سروکار رکھے چاہے	دن رات رہے حق سے سرگزار
کا ہے کو ترابِ اُور سے ہم چاہیں	ہر آن ہی اللہ مددگار ہمارا

مخالفوں کی دہشت کرنا

گوفخلف ہو لائقِ تنبیہ	صبرِ کراؤ سکو مار نہ کوٹ
-----------------------	--------------------------

صبر دار وہی تلخ ہی تو تراب
موند کے آنکھ پی لے کر دھوٹ

مفلسی میں تسلی

مہر

بے زری کا گلہ کر غافل
اتنے منعم جہاں میں گند
صاحب جاہ و شوکت اقبال
تھی یہ سب کائنات زینگیر
لعل و یاقوت و ہم زرد گوہر
آخر کار جب جہاں سے گیا
عیب طولِ کلام مت کریو
خوش باجبتک باجبتا
رکھ تسلی کہ یوں مقدر تھا
وقتِ رحلت کے کس کنہ تھا
کہ از انجملہ اک سکندر تھا
ساتھ مورو ملج سناٹا تھا
چاہیے جس قدر میسر تھا
ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا
کہا کروں میں سخن سے خوش تھا
میر معلوم ہی قلندر تھا

مہوسی اور دولتمندوں کو

تراب

گدا سے زیادہ تر محتاج ہیں اسوعد کے
طمع دار ایک اند کے لئے سو مرتبہ گھوٹ
کہ ہر صاحبِ محل کو مبتلا ہی کیا پایا
ہمیشہ اسکو گردش میں چوسنا کیا پایا

اہلِ نخوت کو عبرت

مہر

اکی نظر گورِ سلیمان کی ایک دوز
پتھر پر اُس نزار کے تھایہ قم ہوا

ای سرکشہاں میں کھینچا تھا ہے سہر
پایاں کارمور کے خاکِ قدم ہوا

کھیا توڑنا اور کھا چوٹنا

کیسی دل شکنی تھے خوش کریں ہر دل
وہ کون لوگ ہیں کیسے ہیں کیا ہیں چھکوتا
یقین جان گیا ٹوٹل مرادوں ہی
جو خار جسکے مرے پانویں ٹراٹوٹا
وے شکست ہی اس فقیر بھلائی
قدح طبع کا اگر توڑے سنگ ستھنا

سودا

تواضع

ہی باغ جہاں میں تجھے گرمی ملے
اگر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ
لیتے ہیں شمشاخِ شرد کو بھکا کر
جھکتے ہیں سخی بہت کرم اور زیادہ

ذوق

کسی کے بُرا کہنے سے نہ اماننا

تو بھلا ہی تو برا ہو نہیں سکتا آدمی
ہی برا وہ ہی کہ جو بھکوا برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہی تو وہ سچ کہتا ہے
کیون برا کہنے سے تو اسکے برا ماننا ہے

دنیا کے جھگڑوں سے چھٹکارا معلوم

کل یک تار کی نیا سے میں نے پوچھا دوں
کہ تو اکھڑ کے ادھر سے ادھر ہو رہا
گزرتی ہوگی آبادِ مِزنگی تیری
کہ بھکوا بے غمیت ہی نہ دمی
کہا یہ سنے کہ قیامت میں انسان
کبھی نہ ہو گا ولی اسودہ کو بہرِ مست

اٹھائے ہاتھ جہاں سے لیک لیا ہوا	کہ باغِ رخ کر کے کنجِ عافیت میں نشست
نہیں ہوا دمِ علائق سے مطلق آزاد	مجاں کیا کہ کھجائے کوئی کر کے حسبت

انقلابِ روزگار

خون بہا رہا سے پھوٹا	دو ہی پھر صحرِ خزاں سے گرا
رنگ یہ دیکھ کر حیران کا رہا	دل تماشائی کو تباہ سے گرا

ایضاً

یاشب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ نشین	دامانِ باغبانِ مکنِ گفروش ہی
با صبح دمِ خود دیکھتے اگر تو بزم میں	نہ وہ سرور و سورنہ خوش و خرم

اس زندگی کا بھروسہ نہیں

کہا ہماری اصل و بنیاد وہ سچا کام کیا	ایک دن ڈھانچے کے آخر گلی پر پڑ گیا
کون سی صوت ہماری نیست کی تلو	ایک جانِ ناتواں ہی سینکڑوں آنا ہیر

ایضاً

بمجر جہاں میں پست ہماری	سُکھِ حبابِ دیدِ گذری
کس سے کہتے گون سنیگا	کہا کیا گذرا کہا کیا گذری

ایضاً

اس قدر نازان تھو یہ نگ کل پر تباہ	چار دن کیواسے بیل ہی گلشن کی بہا
-----------------------------------	----------------------------------

کون دیکھے بے ثباتی عالم ایجاد کی
عارضِ گل کی طرح مہاں ہی گلشن کی

اگلے ناموں کے حال پر عبرت کی نظر

گذرنا گاہ جو میرا ہوا شہر خوشاں میں
عجب نقشہ نظر آیا وہاں شاہانِ عالم کا
کہیں آئینہ نہ آئو گھنڈر کا شکستہ
کسی جانب پڑا تھا کاسہ سرخاں میں

دوق

ایضاً

اس خراب سے گیا کب طاق بھی کس کی تھی
دہر سے گذر افریو تو صراواں چھوڑ کر
جہم نے چھوڑا جامِ آئینہ سکندر نے یہاں
اٹھ گیا دنیا سے تختِ پائیا سلیمان چھوڑ کر

آباد

محبت کس سے چاہیے

ہفتوں کی دوستی نے مین دنیا کو اجاڑا
پوچھ تو جا کر گلستاں سے خراساں کا خٹا
خاک سے جسے بنایا حضرت انسان کو
فیض گر چاہے تو کر اس باغبان کا خٹا

سوز

ایضاً

مطلق نہ اشنائی دنیا پہ گر گھمنڈ
ظاہر پرست ہوتے ہیں سب اشنا محض
اشنا خیال محض ہی اسپر نہ بھولیو
ہرگز کسی کے ساتھ نہ دے خدا غر

الشنا

بہاریہ

بارک اللہ کہ دوزخستان ہی تو امی ابرہا
خیر مقدم کہ خراماں ہی تو امی بولہا

دوق

سدا کھ لبالب ہی ہے عیش سے جام
 شر ریشہ فرما دے پیدا ہوئے گل
 کہا عجیب حمتِ باری کہ وقتِ بارش
 ذوقِ مستی سے ہی طاقِ حسنِ شیر
 شورِ بلبل بھی یہ کھتا ہے نکاح کہ گل
 ہوں مستلم ہاتھ اگر کوئی لکھے خطِ غیا

شکر دے درِ رنگ سے ہی چمنِ بالال
 بل سے خوش گلِ خود درِ زباں اچال
 ایرِ مردہ سے بھی ہو قطرہ فشاں
 شوقِ آہنگ سے ہی سرِ تیرِ قہر
 بنگیا کز تِ شبنم سے نمکِ داں کی مثال
 صفحہ دہر پہ کیا دخل کہ ہو گردِ دلال

شعرو سخن

میں ایک فارسی اس لہا کہ اب مجھ کو
 جو آپ کیجئے اصلاحِ شعر کی میر
 ہی نورِ زینِ فلک ذاتِ میرزا فاخر
 شوکِ انھوں کو ہی اصلاح کا سکے غم
 کہا یہ بعدِ تامل کہ دوس جواب تجھے
 جو چاہے یہ کہ کہ ہند کا زباناں شعر
 و گرنہ کہکے وہ کیوں شعرِ فارسی ناحق
 کوئی زبانِ ہولازم ہی خوبی مضمون
 اگر فہم ہی تو حشیمِ دل سے کہ نظر
 کہاں تک انکی زبان تو درست ہو

سودا

ہوئی ہی ہندش اشعارِ فرسِ نشین
 نہا یہ غلطی تو محاورہ میں کہیں
 سلامت اُنکو رکھے حقِ بیانِ دین
 قبول کب کوئے انکی متانتِ تکبر
 جو میری بات کا ای بار مجھ کو ہو کھنڈ
 تو بہتر اُسکے لیے رنجتہ کا ہی امن
 ہمیشہ فارسی اُن کا ہو مور و نفراں
 زبانِ فرس یہ کچھ منحصر سخن نہیں
 زبانِ کامرتہ سعدی سے کیے بھر
 زبانِ اپنی میں تو باندھ معنی نہیں

دیار ہند میں دو چار ایسے ہو گئے	جنہوں نے باز رکھا منھ حکمت سے اپنے
چنانچہ خسرو فیضی وارز وود فقہ	سخن انھوں کا نفل کے ہی قابلِ تحسین
سولے انکے کوئی اور بھی ہو پر شاعر	
سوا دہند میں وہ ہی ہیں یا مزہ نگین	
کھینچ لیتا ہے شبیہ شعر کا نقشہ خیال	فکر نگین کام اُسیر کرتی تھی روپ کا
بنائش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کہن پر	
شاعری بھی کام ہی آتش مرصع ساز کا	
بند و بست عالم کا بیاں تحریر کرتا ہے	قلم ہی شاعروں کا یا کوئی روبرو ہے ہر کا
خزاں کے جور سے زمین ہانگ لگتی ہے	چمن کا اپنے صرصر سے کبھی تباہ نہیں
مستشرق مضمون	
ہنر کو نفسی ہرگز ضرر نہیں کہ نہ پر	چنار کو تہ پستی سے نقص چہر کا
نٹا دگی میں عینت ہے ویکھ امی سرکڑ	کہ نیک بد نے کیا نقش پاکوڑا
نہیں ہی کام مجھے شعر و شاعری کے	خرد نے مجھ کو نصائح سے باور پایہ کہا
زباں یہ لا سخن خوب مٹو نہ رکھ دیر	کہ اُس گہ کی نہیں قدرِ بوحصد میں
برنگِ عکس سبکبار بحر دنیا میں	تورہ کہ موجِ حاوٹ نڈیوے کجکھو
الضیاء	
ہنسی میں جسکی گزری عمر سہی	وہی نیا سے چلتے وقت مویا

آتش

سودا

ترباب

یہاں جو کچھ کیا پایا وہاں سب وہی دانا جا آخسہ جو پویا

جناب شہزادہ پرنس آؤ ویلرنبشا

ولیعہد سلطنتِ بھارت ہندستان کی صحت کی تہنیت اشکرا

مبارک امیحت داؤد مبارک

طفیل حضرت عیسیٰ مبارک

رعایا کی خوشی شاہا مبارک

نہال مدعا پھولا مبارک

ہوا تلمیہ کلام اپنا مبارک

بافضال الہی غسل صحت

گیا دکھ درد آئی تندرستی

مبارک باد کا غل چاہی ہو

وہ شاد و میند ہیں دل جو غمیں

خوشی کو بسکہ تھا دل ہر کا

اگر تاریخ کی ہر حرف کرسلم
لکھو تم غسل صحت کا مبارک

ساتویں فصل

مثنویوں میں

مثنوی کے کم سے کم دو شعر ہوتے ہیں زیادہ کے لیے کوئی مقرر نہیں۔ ان شعروں میں ہر ایک کے دو کونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے مگر ایک شعر کے قافیہ کا دوسرے سے ملنا ضرور نہیں اور سارے شعر کا ہی وزن پر ہوتے۔ اکثر بڑی بڑی کتابیں مثنوی میں ہی کہی جاتیں ہیں۔

مثنویاں

خدا کی حمد و ثناء میں انسان عاجز ہو

<p>قلم ہی سبید کی مانند لڑا کہ ہر وہ رشتہ پامیں گرفتار لکھے کہو نکرستائیں کافرانہ کہ میدان حسد کا لانا تھا کہ خود خارہ ستوں زیر رخ پہنچو کہے کہ بانور کی خاک کی تاثیر</p>	<p>لکھوں میں کس طرح توجہ دے گذر اس راہ میں اسکا ہی دشوار کہے کہ بانور زبان حمد گمانہ کہے اک پانو کا کبابہ طری بیاں کہ با حمد حق میں مثل نہی عبث ہی دعویٰ حمد نیایش</p>
---	--

رسا

ایضاً

<p>کہاں طاقیت باں نے میری نوہی رزاق اور میں بیوا ہوں</p>	<p>کہوں کہ مع نہ سے میں حمد الہی کہ تہی بادشاہ لو میں گدا ہوں</p>
--	---

محمد علی

مری پیشانی کس لائق ہی یازد	کروں سجدہ جو تیرا ہو محبوب
زبان و دست تیرے سیر ہیں یگانہ	برانا شکر کا تیرے ہجو دشوار
اگرچہ ہوں میں عصیان میں گنہگار	تو مالک ہی مرا ستار و غفار
میں ڈوبا ہوں گنہ میں گوسر سہرا	تو اپنے فضل و رحمت بنگہ کر
میں بندہ ہوں اتو میرا خالق	میں ہوں محتاج امد تو میرا رازق
الہی مجھ کو تیرا اسرار ہی	میں بندہ اور تو میرا خدا
الہی تو مجھے دے صبر کا تاج	اور ہمچشموں کا اپنے کر محتاج
الہی نے مجھے توفیق نیکو	کہاں تک دوس میں گئے کو
الہی نے مجھے اپنی محبت	سو اتیرے کسی سے ہو نہ لغت
الہی مجھ کو سیدھی ہ بتا دے	مجھے تونیک ستہ کا بتا دے

حمد غائبانہ

شہد

حمد بچید اسن خدا ہی پاک کو	نور ایماں جس نے بخشا خاک کو
خاک کو چرچور سدا یا کیا	قطرہ ناچہ نہ کدیا کیا

ایضاً

زود

چاہیے نام اسی کا اسی خاصہ	زینت نامہ زیب ستارہ
فلک اسکی نمونہ قدرت کا	اک قلمدان ہند اصنعت کا
رَحِ قرطاس کو مصفا دی	اور سیاہی کو روشنائی دی

مصرع مدح و ثناء

دیانت دہری کو مدح و ثناء

الغنی

حسن

جھکنا جسکے سجدہ کو اول قلم
کہا دوسرا کوئی ترجمہ نہیں
ہوا حرف زن یوں کہ رب العلا
تیری ذات ہی وعدہ لا شریک
کہ ہی ذات تیری غفور الرحیم
تجھے سجدہ کرتا چلوں گے بل
قلم جو لکھے اُس سے افزودہ
مرا جان دل اُسے تہ بان ہو
وہ ابر کریم ہی ہوا دار خلق
وہ پرورش سبکی منظور
جو وہ مہرباں ہو تو کل مہرباں
پرا اُس بن تو کوئی کسی نہیں
اُسی کی طرف سبکی ہی پرکشت
موسے اور جیتے وہی ہی ہی
ہی قبضے میں اُسکے نہان ہو

کروں پہلے تو چند دان تم
سر لوح پر رکھہ باطن جبین
قدیم پیر شہادت کی انگلی اٹھا
سنیں کوئی تیرا نامو کا شریک
پرستش کے قابل ہی تو ای کریم
روح میں تیری امرت حل
وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہی
سبھوں کا وہی بن ایمان ہی
تو تازہ ہی اُس سے گلزار خلوت
اگرچہ وہ بیحد و غیور ہی
کسی سے برا نہ کہچہ کام جا
اگرچہ یہاں کہا ہی اور کہا
موسے پر نہیں اُس سے رفت و گذشت
رہا کون اور کسی بابت ہی
وہی مالک ملک دنیا و دیں

<p>سدا بیخوابوں کی اُس سے نمود قلم کو زباں لگاوا اپنی ہنڈ کہ عاجز ہو سہاں انبیا کی زباں وہ صیود کیا غذا می جہاں دیا عقل اور اک اُس سے ہمیر</p>	<p>دل بسبگاہ کو ہی اُس سے کشو لکھے کس طرح حیدر پرور کا زبان قلم کو یہ قدرت کہاں کہ جس نے کیا کن میں کو من رکا کیا خاک سے پاک اُسے ہمیر</p>
<h3>المضی</h3>	
<p>محمد بجا اُس غذا کو ہی سنو جسے دی افلاک کو یہ برتری جسے مشقت خاک کو گویا کیا جسے آدم کو بنایا خاک سے</p>	<p>جسے برپا کر دیے ارض و سما خاک میں جسے یہ کی صورت لگی مخزن اسرار سرتا پ کیا اور کیا ممتاز روح پاک سے</p>
<p>بہرام فلک ہی اس سے تاباں روشن ہی کیا چراغ گل کا بہا ہو جو دہ آدمی کا بوی گل تر ہی اُسکی بویا دریا میں جو در کو آب و دی تاباں اُس سے ہی مے نہاں</p>	<p>گلچہرے سے و ننگ گلستاں جز اُسکے نہیں ہی کوئی گل کا ہر پے میں ہی بتا اُسی کا بلبل کو کیا ہی اُسے گویا کو گل کو بھی باغ میں ہی بود ہی مہر سے اُسکی ذرہ ہوشید</p>

رُوشن اُس سے ہستی مغل	حمد اُسکی ہی ہر صفِ بیل
ہر دل میں ہوا مقام اُسکا	ہر اکینہ یاں یہ نام اُسکا
یاں سپنہ خامہ شق ہو اُنچ	یاد اُسکے اُسکی حمد کا نچ
یہاں مرغِ خرد کے جلتے تیرے	بھید اُسکا کھلا نہیں کسی پر
رزاقِ طیور و انس و جان ہے	خلاقِ زمین و آسمان ہے
یہاں خل نہیں سمجھو ری کو	طاقت نہیں حمد کی کسی کو
اک شمع نہ حمد کا بیان ہو	ہر موی بدن اگر زبان ہو
کاموں سے ہی خلق اُسکے	حکم اُسکا ہی شجاعت میں کسر
مرغِ خردِ بلند پرواز	اُڑنے سے ماہی وہاں تک باز
تو ہرزہ درانی میں ہی کب کا	صوفی یہ مقام ہی آدب کا
خاموش ہو جگہ یہ خاموش	اسی خستہ جگر درست کر ہوش
ہو مثل حباب پانی پانی	آسان نہیں اُسکی بات پانی

حمد بطریقِ خطاب

ہی تو ہی خالقِ زمین و زمان	ای خداوند مالکِ دو جہاں
آسمانِ زمین و ما فہما	حکم سے تیرے سب ہو پیدا
زیب روی نہیں ہوئے مردم	رونقِ آسمان ہوئے انجم
پس وہ تو جو تیرے حکم سے ہی	جو نظر آئی ہے جہاں میں شے

وہ

ایک کنہین یہ کائنات
از رحم ارحمین ہی تو لایب

تجربہ فی الجملہ التفات ہوئی
احکام الحاکمین ہی تو لایب

ایضاً مع مناجات

ایک وصانع و قدیم حکیم
آسمان ساز اور زمین پوید
کاتب بنحو زمین و زمیں
خاک کو تو نے ذی صورت پایا
تخل میں شاخ شاخ میں بحر
تو نے انسان میں ہی یہ غنائی
تیری قدرت پر تیری صنع گواہ
مرہم زخم سپند ریشاں بحر
ای مرے کار ساز بندہ نوا
شرم سے بند پوری ہی بنی رہا
روز و شب بند معصیت میں
پاسی بند جنای جرم و خطا
تیرے آگے سلا گئیں کیا

ای خداوند کار ساز کریم
خمیرہ بر پاکن سپر بلند
نقش پر دراز کار گاہ جهان
تو نے بر پاکتے ہیں یہ افلاک
تیری صناعتی کا ہی سب اثر
تجسس گوہر نے یہ چمک پائی
سب کو تجھے ملی وجود کی راہ
تو انیس دل غریبان بحر
معفرت پر ہی تیری سب کو ناز
عرض مطلب میں ہوں جھجکا
روسہ شرمسار پر تقصیر
مبتلائی بلائی خرم نہوا
ہو عیان تجھ چال دل مولا

میں گنہگار تو خدا ہی غفور	میں سزاوار تو ہی نور
بجھپیہ و شن مرا ہی خیر و شر	میرے ہر حال سے ہی تجھ کو خبر
معفت کا امیدوار نہیں	تو رحیم اور گناہ گار ہوں میں

خدا کی نعمتیں اور ان کے لیے شکر گزاری

حمد ہی مہرِ آسمان بیاں	حمد ہی زیب و زینتِ عنوان
حمد سے ہی سخن کو آرائش	حمد سے ہی زبان کو زیبائش
حمد ہی ہر محل کا دروازہ	حمد سے غنچہ دہن تازہ
کوئی جس کا نہیں عدل و نظم	لائی حمد ہی وہ ربِ قدیر
اب دکھنا رکش و صحر	اُسے کیا کیا نہیں کیا پیدا

خاک

مشرق و مغرب و جنوب و شمال
بہم و خورشید و نیم و چرخ و ہلال

جس سے روشن ہے آسمان کا نور	ہی خدا کا یہ ایک شمع نور
نقل اختر سے پُرسپہر کا خون	کیا اُسے بے صبر اک آن
ذائقہ میں زبانِ انسان کے	وہ کروڑوں نعم کو لذت دے
نعمتیں کیا کیا اُسے کیں پیدا	کس زبان سے ہو شکر اُس کا ادا
ہوا سے کھانے اور کھلانے کے	سیوے ہیں باغ میں پائے کے

سودا

فصل سے اُسکے کچھ نہیں ہی کمی
لیک وہ کیا کرے جو ہم نہیں دینی

نار

<p>کبا ہی تدبیر کی ہو خالق نے کھلنے سے ہی زیادہ چاہت آہ طلب آب بھر غسل و وضو چار پائون کو پانی ہی درکار اس لئے کی ہی پانی کی کثرت روٹی مین ہی حکم رب جلیل اگر اس میں بشہ نہ خوشاں غور سے دیکھ حالت اطفال سونپ دیتے ہیں پر معلم کو لہو و بارہیں بیدہ ہوں آپ یوں ہی بے شغل ہو اگر انسان بدلائل ہو اہی ثابت یوں ہو جو کوئی رفاہ و نعمت میں ہو مسرت میں اُسکو نشو و نما خال کیا ہو فساد و طعناں کا</p>	<p>کبا ہی تقدیر کی ہو رازق نے بھوکھ سے پیاس کبا رہی خدا کیڑے دھوئے کو احتیاج ہو کھیت ہوتے ہیں پانی سے تیار کہ نہ دے رنج پانی کی قلت حرکت سے لبر کرین تحصیل ار کتاب امور ہو باطل فہم و درک اٹکو ہی ہنوز موال کہ کبھی کھسین مین نسا و تہو ہوں گرفتہ اسیر میں ناں بابا بیگماں ہوں اُسے بہت نقص متضرر ہو آپ غیب بھی ہو حسین افعال و نیک حالتیں ہو فراغت میں اُسکو نشو و نما مفسدہ ہو مہنہ ر عوناں کا</p>
--	--

خدا کی عبادت

مستعان

بندگی کر بندگی میں حصول
بندگی میں ہی ابد کی زندگی
خداوندی نگرانی پوچھو
بندگی کر بندگی کر بندگی

خدا کا عشق اور محبت برتر اور دنیا
اور اہل دنیا کا فانی اور ناپائیدار

عشق مردہ کا یقیں ہے سودا
عشق اس زندہ کار کو اختیار
عشق اُسکا کر کہ جس سے انبیا
خاک سے کیوں لگایا اہم
دیکھتا ظاہر جو نقش و نگار
یہ ملع سرسبز جا بیکجا
ہی کمال دل جمال جاودا
ترک کر فانی بقا کمال حق
کیونکہ اُسکو ہر نہیں بہبود
جو شرب جاں کرے تجھ پر نثار
مرتبہ پاتے ہیں دنیا دین کا
دھونڈے اُسکو جو ہی صلہ قدم
ہی سرسبز پردہ پر روز و گار
خال و خط کا کچھ اثر فی ہنگام
چشمہ آب حیات اُس میں دل
چھوڑ دے شیطان کو کر تو ذکر حق

ایضاً

دل نگاہ سے سہا سہا شہود
جسکی الفت دہدا تجھ کو شہر

حسن

<p>بات پر دُور دن کی ست مغرور ہو اور سب دُور کچھ ہیں یہ دوستِ دُور دل لگا ہے خدائے میری جان اُمی حسنِ توجانِ غیبِ از خدائے</p>	<p>اُس سے نزدیک و اُس سے دُور ہو اول و آخر وہی ہے تیرا ریا اُس سوا ہی کون تیرا مہربان یہاں نہیں کوئی کچھ آشنا</p>
<h2 style="text-align: center;">حرصِ کارِ شہ تہ توڑنا اور قناعت کانا تا جوڑنا</h2>	
<p>حرص کو دشمن اگر کھسیگا تو حق سے ملکر مردِ کامل ہوئیگا سا لکھوں سے یہ سخن ہی چھکویا سا لکھوں کون وہ غیبِ بے پروردی میں اُنکی رہتا بوت ہو نہرِ دنیا سے زیادہ پی نہ آب نفسِ بد کو قتل کر اسی دیندار جہدِ دشمن کو اپنے تو نکال بات گدے حسن کی یاد تو</p>	<p>دُستانِ حق میں ہو گا سرخرو مرد نہ بالکل فردِ باطل ہوئیگا سچ کہا ہی حرص کا دامن کشا حکم سے جو حق کے کرتے ہیں بیا فتح یا جالوت پر جالوت ہو موج کی مانند دست کھا چہ تاب تیرا ہی جالوت تجھ میں بشار ورنہ ذلت تجھ کو یہ دیکھا کمال دین و دنیا میں رہے پھر شاد تو</p>

غور و دور کرنا ضروری

زنگیں

ہم جو زنگیں بجائیں دار و غور	اگر سے اک دم میں پاؤں سے دور
سب کو بہتر آپ سے توجہ جان سکھ	آپ کو سب سے پہچان سکھ
نخوت و پندار کو اچھوڑ دے	شیشہ کبر و منی کو توڑ دے
پہل تو انسان کے سے کر کے کام	بعد اسکے آدمی رکھ اپنا نام
آدمی ہونا بہت مشکل ہے یاد	آپ کو انسانیت گن زینہ
گر تجھے انسان بننے کا ہے دھیان	تو کسی کو مت ستا اسی مہربان

کسی سے برائی نہ کر اور اپنی بھلائی کا دم بھرتا

کر دی ہرگز نہ حلق اٹھو سے	نکتہ یہ پوچھا ہی ملک اکاٹھ سے
ہم کئی دن کی تیر سیڑی زندگی	لے نہ اپنے واسطے شرمندگی
سب کو یلین کی طرح سے بلست	صاف رہ سب چہرہ تکمیل مت
ہم یہ لائق آپ کو پہچانئے	چاہیے بد سے خود کو بدائیے
آپ کو جو نیک بد سمجھے تمام	جانیے اس کو کہ ہی مرد تمام
اور جو بد آپ کو سمجھے بھلا	سمجھیے اس کو کہ ہی سب بڑا

وصیت خدایا خان

بھائی میرا جس گھری مرے لگا	یوں وصیت بجادہ کو نہ لگا
----------------------------	--------------------------

<p>اپنے خالق سے ڈرا کر تو دم اور محتاجوں کی خاطر کچھ نہ حال دنیا پر نہ کہو کچھ نہ گو بہاؤ و سوبرس کا تیرا سن بات پر اک ذرہ میری مہیاں کھ</p>	<p>مانہ لکڑیں دو جہاں میں کرم دسترس تک جو بنے ہو بھیکو موت کو مت جانو اپنے سے گور میں جانا ہی آخر ایک دن نیت اس ہستی کو اپنی جان کھ</p>
<p>استی</p>	
<p>جو ہی بھر استی کا آشنا ہو الہی رستی ہم کو نصیب</p>	<p>اُسکا پیرا لہی شائق سدا حرص دنیا کی نہو سے قریب</p>
<p>کرم</p>	
<p>ہوتا ہی کرم کا حال تحریر دنیا میں ہی زربسب کرم کا کتا ہی بچل اٹھانا کسکا گر اپنا عیار یہ دکھائے انساں کے لئے الم ہوا مل بے مال کے دل پہ کوہ غم ہو ہی طول آمل نہی سے حاصل جو سبہ فریفتہ ہوا ہو</p>	<p>ہو جسکو بچل سکتے لگے مفلس کے ہی دل پہ کدہ غم کا دل پر بیٹھا ہی نقش اسکا مس کو اکسیر زربانے جنے پایا رہا وہ پامال گر قلب اسے کیجئے الم ہو کر دیتا ہی سب کوست کا مائیوس جہاں سے وہ گیا ہو</p>

شاعر

زائر

ہو دوست ایسی سے اور دشمن
گلشنِ یاس سے اسی گلشن
دینا بہ جمال میں بھلائی
رکھنا اسکا بہت بُرا ہی

ایضاً

انعامِ حق بیانِ کریمِ تاب و توانِ شیر
مطلوبِ عافیت ہی تو کچھ خیر کیجئے
دینا خدا کی راہ میں کارِ معاد ہی
دینا عجب مقام ہی اور جاے سیر ہی
اُسکے اداسی شکر کے قابلِ بانی
یہاں سے نکل کے خلد کی پھر کھجئے
اُس پر کپکا قول مجھے خوب یاد ہی
ہی خیریت اُسی کو جسے دستِ خیر ہی

اور وہی نیکیاں دیکھ کر اپنی بدیوں پر فوس

سچ تو ہی انسان انھیں کا نام ہی
جلن پر اپنی ہی دکھ لیتے ہیں
اور اک انسان ہیں ہم رُسیا
رحم آتا ہی نہیں صلا بھی
باتِ دین تن پروری کی فکر ہی
بہم سے روز و شب میں لاکھوں کو
شرمِ اینِ افعال سے ابھی غریز
ایک دن آخر کو مرنے ہو دیگا
رحم کھانا جگہ کا دم کام ہی
کب اوتار دیتے ہیں ہر
و سب دم کو تے ہیں مجھ جی گناہ
اپنی خاطر مارتے ہیں لاکھ بھی
اور کتنا نعم کھائیں ہم کیا ذکر ہی
کچھ نہیں پایا کسی ہم سے
کون سے دن تجھ کو ادھی تمیز
بارِ دنیا سے گزرنا ہو دیگا

نیکیاں

یہاں سے جانا ہی پڑیکا غالی تھ	کچھ نہیں جانیکا مطلق تیرساتھ
کرے نیکی جتنی تجھے ہو سکے	بیچ اچھا ہی یہ ہو جو ہو سکے
وہ جو ہیں انساں ہی ہی انکا کام	یاد رکھ رنگین نیکتہ و ناسلام

دنیا کی بے ثباتی

سہ

سٹو امی عزیزانِ پیہوش عقل	گمراہ کار گمہ سے کجی ناہی نقل
پیمبرِ پوشتہ ہی کہ درویش ہی	بھوکوں کو کسی راہ دریش ہی
کنو گے کہ آگے تھا کتا کوئی	نہیں اس سراج رہتا کوئی
یہ بیٹھے جو ہیں سلٹھنے ہیں کہاں	جہاں جملہ ہی ایک بزمِ رواں
جسے دیکھو چلنے کا گرم تلاش	یہ منزل نہیں جگے بودا وراث
گدا ہو کہ ہو شاہِ عالی تبار	تیر خاک سبکا ہی دارِ ہمار
ناک بو می خوش ہی ہوا ہو گئی	وہ رپنی باغ کہا ہو گئی
نہ جدوں ہیگی نہ سرو رواں	گلستاں کو پاؤنگے ہو کامکا
سکوں یہاں کا دیکھا سرشتا	چلے جاتے ہیں کوہ جیسے سحاب
بھلا جی کے جانیکا کہا ہی بیا	عیاں ہی کہ کتے ہیں جاں کو رواں

غفلت چھوڑو بیدار ہو

حس

کراپے نخت خوابدہ کو بیدار	تغافل چھوڑو دے اور ہو تو ہمار
بہت غفلت میں سوئے ابھو جاگو	زیب اور کر سے دنیا کے بھاگو

ہوئی آخر شب تار جوانی	کوئی دن کی ہی باقی زندگی
جوانی تھی شب دیوچور غفلت	گر اُس میں ہو گئی کچھ غفلت
عیاں اب تو ہی ظالم صبح پری	مذرا کہ اُسکا کرے گونہ گری
پھنسا ہی سخت حب جا میں تو	گر اہی دن کے اندر چاہیں تو
پیام یاس بھی موکی سفیدی	پڑھیں ہیں استانِ اُسیدی
ہر اک موی سفید تنِ باں ہی	پیام مرگ کو کتر اعمیاں ہی
نہ سمجھا اگر تو یہ روشن بانی	زبانِ حال کی گوہر فشانِ
تو بھائی بھر تری فہمید کیا ہی	ذہانت کیا ہی عقل و دید کیا ہی
نہ چہری میں بھی گر کچھ عبادت	قیامت ہی قیامت ہی قیامت

پچھلے بادشاہوں انا مودوں عبرت کی نظر

ایک دن آخر کو سب اُٹھ جائے	کچھ نہ نیک بد سوا لجا جائے
مال و منصب کے تین جاننے چھوڑ	رشتہ آفت کو سب تھوڑ
خوش و بریکانہ کوئی جاو نہ سہ	یک بیک ہجاویں سب مل جائے
جیشمِ عبرت کے ذرہ دیکھو ہما	حضرتِ آدمؑ کے تانا بن
کہا ہوئے وہ بادشاہِ نامور	کہا ہوئے وہ اہلِ جاو اہلِ نور
کہا ہوا اسکندرِ صاحبِ قراں	کہا ہو جیشمِ دوار سے بھراں

منظر

کیا ہوئے غمزدار وادرت آباد	کیا ہوئے قارون کسری کیتبا
کیا ہوا وہ کرد فراد جہا مال	کیا ہوا رستم ہو کیا پیراں
کیا ہوا وہ ملک مال بشمار	کیا ہوئے حضرت سلیمان نادر
کیا ہوئے یثوب پیر ناتوں	کیا ہوئے یوسف ہر دو جہاں
چاروں گورنج ہوا ہوئے سرور	چھوڑنا دنیا کا اکلن ہی ضرور
عیش باقی کو عوض میں لہجے	ریخ دنیا کا تحمل کچھے
حشر میں ہر ایک کا ہو گا سوال	جتنے قول و فعل ہیں انہی خوشخصا
تاہو دے حشر میں شرمندگی	ہو سکے جتنی کرو تم تب رگی
زندگی بے بندگی شرمندگیست	زندگی مقصود بہر بندگیست

رفاہ عام میں ثواب و نام ہی

بعد کوئی کرے بخوبی ذکر	رہے دنیا میں کیجئے فکر
نقش برآب زندگانی ہی	یہ لباس حیات فانی ہی
جسکے باعث ہے ہمیشہ نام	اسکے کرتے تھے آدمی کا نام
پل و مہمانسرای و مسجد و چاہ	کرتے تعمیر اہل مکتب چاہ
رہائیں یادگار وہ باتیں	اب نہ وہ دن ہیں اور نہ وہ آئیں
غور اب کیجئے ثواب ہی کہاں	وہ جو تھا ایک شخص مومن پنا

<p>لکھ وہ گر گیا ہی ایسا کام نزد اہل خرد کبھی نہ مٹوا کہا کو اہی کہ جسکی مستکنا نالے اٹھتے ہو دس روئے ہیں</p>	<p>کہ سدا با جتا ہی اسکا نام جسکا نکلا ہی اس طرح کا کوا چھکے آوے ہی دیکھنے دریا شرم سے ڈرے اب نہیں</p>
---	--

علم و ہنر کے فائدے

<p>ترقی اگر چاہے اپنی بشر کہ علم و ہنر سے بشر کی ہی قدر جگہ ہو سکی جو صفتِ نعال</p>	<p>تو لازم ہی تحصیل علم و ہنر جہاں میں نہیں ہنر کی ہی قدر تو بونہالے تاصدر اسکو کھا</p>
---	---

ناسخ

ایضاً

<p>نہیں چھپتا ہنر چھپا ہے بشک کی پھیلتی ہی ہو ہر سو</p>	<p>کب چھپا بشک تر چھپا ہے کہ ہنر کی ہی گفتگو ہو</p>
---	---

+

جاہلوں کے ساتھ برتاؤ

<p>جاہلوں سے گرہوا تو اکیل جاہلوں کی دوستی آئی ہوشیار صبر کرنا جاہلوں کے ظلم پر حلم سے نا اہل کی سنا بجا</p>	<p>ہو دیکھا آخر پشیمان او حیل زہر قاتل ہی کر گیا مجکو خوار مجکو ای عاقل ضروری ہی مگر اہل دل کو ہی سہا سہی جلا</p>
--	---

مستعان

شعر و سخن کی خوبان

حسن

سخن کی مجھے فکر دن رات ہے	سخن ہی تو ہے اور کہا بات ہے
سخن کے طلبکار ہیں عقلمند	سخن سے ہی نام نگوایں بلند
سخن کی کریں قدر و دان کا	سخن نام انکار کھے برستار
سخن سے وہی شخص کھتا ہے کلیم	جسے چاہیے ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی	وہاں قلم سے بڑائی رہی
کہاں رستم و گیو وافر سیاب	سخن سے ہی یادِ نعلِ خواہ
سخن کا صلہ یاد دے رہا ہے	جواہرِ ہر اُمول لیتے رہے
سخن کا سد گرم بازار رہی	سخن سنج اسکا خرد پار ہے
رہے جب تک داستان سخن	الہی رہے قدر دان سخن

جھوٹ کا رواج اور اس کی بُرائی

مہر

ای جھوٹ آج شہ میں تیرا ہی دَور ہے	شیوہ یہی بھونکا یہی سبکا طور ہے
ای جھوٹ تو شمار ہوا ساری خلق کا	کہا شہ کا کہا وزیر کا کہا اہلِ ان کا
ای جھوٹ تجھ سے ایک اثر ابی میں شہ ہے	ای جھوٹ تو غضب ہو قیامت ہی دہر ہے
ای جھوٹ فتنہ رفتہ تر اہو گیا رواج	تیری متاع باب ہے ہر چار سوین آج
ای جھوٹ کیا کہوں کہ بلا زیر سر ہے تو	ای جھوٹ سچ یہی کہ عجب فتنہ گری تو

<p>رکھتا ہی جیسے غنیمت باں تو تیریاں پھر حسنِ ظاہری سے بھی باغِ دہشت زنداں میں جل کے برسوں ہا چھوڑ کر دو آتش بگاہ تجھ سے نہ مانہ سدا رہا ہنگامہ و فساد ہی ہر سوراہے ہی تنگ چھوٹ بولنے سے متلاش ان کا ذوقِ نر سے صبحِ نرط جیٹ جاگتی</p>	<p>ای جھوٹ نک تیر کے کوئی کہا یا یوسف کہ تنہا بنی و صداقت شعا تھا پایاں کار تیرے سبب چاک پڑن اسی جھوٹ تو تو کیا لا دینا ہی ملا اسی جھوٹ تجھے فتنے ہزاروں اٹھا اسی جھوٹ اس زمانہ میں کیونکر چلے گا اسی جھوٹ دل مرا بھی بہت دناک ہی</p>
--	---

خطوں کے نام

<p>لکھا نسخہ و رسمِ اسیانِ خطِ غبار خفی اور جلی مثلِ خطِ شعاع رہے دیکھ یہ راں انا کہن</p>	<p>لیا ہاتھ جب خامہ شکیب عروسِ الخطوط اور لبتِ درقاع منگستہ لکھا اور تسلیں جب</p>
---	---

حسن

چار چیزوں سے خوفِ نہاؤ

<p>عرض یہیری ہی اسگو مانیو خون کیجوڑ سکی اُنک لاگ سے چھوٹے ہی ہوں کساں اکھاں دور دل سے کھینچو اسکا نہ غم</p>	<p>چار چیزوں کو نہ ٹھٹھو اجانیو ایک تو درویش بہت سا گل سے کیونکہ اکدم میں یہ کا قراگاہن دوسرے کو تعسبی ہو ہر چند کم</p>
---	--

بچیں

<p>کم ہو گا تو زرخیز صلا کہیں تیسرے پھر خون کرنا قرص سے ایک مڑی قرص ہو یا لاکھ ہو جو تھے عاجز ہو اگر ایسا عدد جی میں اسکو جانو سب کے کڑا نیک دے لے ہو گا کھٹو</p>	<p>اسکو بڑھتے دیر کچھ گنتی نہیں جانو اسکو زیادہ فرض سے دہر میں ترض کی کٹ سا کھ ہو ہو جیو آئین نہ اس سے ایک ٹو سمجھ کیو سب پہلو کٹوں سے بڑا چل نہ اندھوں کی طرح سے راہ ٹو</p>
---	--

اپس کے اتفاق کی بھلائی و اتفاق کی برائی

وضاحت

<p>اور نہ پیدا ہو عداوت اور اتفاق عافیت اور امن سے محفوظ نہیں قہر سے دشمن کے ہو دیا یا مال</p>	<p>جب تلک اک قوم میں ہو اتفاق ظلم سے اعدا کے وہ محفوظ برخلاف اس کے اگر ہو انکی حال</p>
--	--

دوستوں کی قسمیں

شان

<p>ہیں جہاں ہیں دوستوں کی قسمیں ایک کو نانی زبانی دوسرا ناں اسے دیکھو کہ ہی متسوب اور زبانی دوستوں سے دیکھا</p>	<p>باید کہہ ان کے بیان تباہوں ہم تیسرا جانی ہی اسی اہل صفا کچھ نہیں نقصان ہی امیر با باتو وضع بامدارا پیش آ</p>
---	---

کچھ دریغ اُس سے کھنا جان
جو کہا اُسے وہ سب بھی کہا

دوستوں جانی کا لازم خیال
پہ پہیل تک قتل بس اُس کا

سچے اور جھوٹے دوست کا بیان

دوست جانی کہیں تیرے سچ بتا
سب مہیا ناز و نعمت تیری مجھے
آج تو دشمن بھی میرا دوست ہے
بات یہ تب امتحاں ہو جائیگی
جو کہے تو وہ بجالائے ہیں
بھولے دوست دوستی پر اُسکی ٹو
وہ تو ہی اپنی غرض کا آشنا
تب تک تو ہی وہ تجھ سے آشنا
پھر اُسے ہرگز نہیں ہی تجھ کا

اکیت نے پوچھا کسی سے بدلا
تو کہو وہ ایتوں رحمت تیری مجھے
پوچھتے یہ کون تیرا دوست ہے
جب خدا کا کردہ تنگی آئیگی
گدگد پر کہنے دوست ہو جائیں
نہ وہ بغض جو دوست ہی وہ ہی عدا
وہ ہتھیں سچی سے تیرا آشنا
جب تک اُسکی غرض تجھ سے ہی
اُدھر جہاں پایا غرض نے اضر

نگین

ہمت بلند رکھنا

اُسکی منزل ہی عالم بالا
اگر گان زمین کو غار نہیں
دامنہ کے لوگ بے فلاح

سجھنے پائی ہی ہمت والا
کہ گیس چرخ جیفہ خوار نہیں
میخ ز ترپن چرخ کی ہی خوراک

ناسخ

محنت سے عظمت ہو

ناسخ

اٹھا رنج اگر ہی طلبکار گنج
کہ ملتا نہیں گنج بید و رنج
زنگ آ اگر ہوا ذیت تجھے
کہ ہی گنج مزدِ مشقت تجھے

معاش کی تلاش تو کل کے مخالف نہیں

+

ہر کسی کو چاہیے فکرِ معاش
ہو تو کل پر پور و زری کی تلاش
چاہیے کسب اور تو کل ساتھ ہو
سو ہے حق کل سو حرفہ ہاتھ ہو

مصالحِ اعضاے انسانی

ناسخ

کی خدائے بخشنے بانِ عطا
ہی بلا شک عطیتِ عظمیٰ
اس سے ہی مختلف و نئی تیز
اس سے پادشہاں لذتِ ہر چیز
کوئی کڑوی ہی کوئی پیٹھی
نملیں کوئی کوئی کھٹ مٹھی
کوئی اچھی ہی کوئی بُری
فرے سبب و نکلے ہیں کوئی ناگو
سب مژوں سے بانِ وقت
اچھیں ہر کی کاشفِ ہر
جو نہو یہ تو کچھ نہو معلوم
اور بھی ہو قے ہیں باںِ کام
اس سے احکامِ ہر بندہ کی
نہو کوئی مزہ کبھی مفہوم
ہی مُہ وقتِ بلعِ آبِ طعام
قوتِ تامِ ہر و نڈاں ہر

زندگی تازہ کرتے ہیں اپنی	بہنوٹھوں سے کھینچ لیتے ہیں پانی
پہونچے وہ معدہ تک آبسانی	کہ نہو بند حلق میں پانی
نہ بدن پائے کوئی رنج نہ رنج	صدمہ آب سے نہو مجروح
بند ہوتے ہیں کھلتے ہیں جھٹ	مونہ ہی اور دونوں نہو ٹھٹھٹ
ہی یہ ایک مثل تیشہ سنجار	عضو لسان جو ہیں وہ ہیں آزار
کبھی مٹی کے کام آتا ہے	کبھی لکڑی کے کام آتا ہے
ہی عیاں حکمتِ خدا اس سے	کہا جث آدمی کو درنستے
ریزہ ریزہ ہوتا طعام تمام	کتنے ہیں تیز بہر قطع طعام
صورتِ آسیا ہیں دلتے کو	کتنے چپے بنے چبانے کو
جو چباتے ہیں اُنکو بھیجے ہیں	جو غذا کو کھاتے ہیں اُنکے ہیں
نوبت آجائے پھر چبانے کی	گہ ہوا اول شکست دالنے کی
ہو عجب حال منکشف تجھ پر	دیکھے تو اپنے مغر سر کو اگر
صدئوں سے امن میں رہتا ہے	کتنی ہی جھلیوں میں لیٹا ہے
نہیں ہو سکتا ہلنے سے بھل	نہیں کر سکتے عارضے مختلف
صدمہ پہونچے اگر کوئی سر پر	خود سے کم نہیں ہی کا سر پر
گل نہو عقل کا چراغ کبھی	متضرر نہو دماغ کبھی
سر کو وہ پوستان ہی گویا	بال سر پر جو ہوتے ہیں پیدا

تارے پونچھائے رنج اُسے سردی بارشِ برف میں اگر ہیں حجاب ابھی مفصل تو دیکھ رحمتِ آب مثل پردہ خدا نے لٹکایا رسن و حلقہ ہی یہ کیسا نام چاہیں جس دم یہ پردہ لٹکادیں دیدہ مردم ایک غار میں ہی ہی جو بچپردہ دریا نہ گزشت پردہ گوش تک جو پہنچے صدا نہوں تا پردہ ہی گوشِ جرج	رنج گرمی سے بھی نپاٹے کبھی دھوپ میں بھی یہ موی سر ہیں حجاب پلک چشم پر خیالِ کرا ب رسن و حلقہ سے اُسے بانہا شکر رکھا ہی سب نے جب کا نام چاہیں جس دم اٹھائیں اک پل میں فرزہ و پردے جسے صلا میں ہی کہا ہی حکمت ہی اسمیں ہی بانہا نہوا سبب صد مہاسی ہوا رہیں سالم ہمیشہ اور صحیح
--	---

محفل کے آداب

قاعدے محفل کے کہا غامہ لکھے کچھ لکھی جاتیں ہیں باتیں مسند جائے گھر محفل میں تو ای مہربان اور نہ مسند پر کیا ایک بیٹھ جائے خندہ زن ہرگز نہ ہو ہر بات پر اور اپنی دہاں شہنشاہی نکر	ہیں کتب اخلاق کے اُس سے بھر تارے پاویں طول یہ اور ات چند بیٹھ اپنے مرتبے سے تو وہاں تا اٹھا دیوے نہ کوئی دوسرا قدر کم ہوتی ہی خفتِ بیشمار دیدہ و دانستہ نادانی نہ کر
---	---

اپنی تصنیفات اور فرزند کی	کرب نہ تو تشریف محفل میں آخی
اور نہ کہہ باتیں مخالف عقل کے	کر ہر ہر دم کلام نہل سے
زہر میں شکر ملانا کباب ضرور	محفل غم میں نہ کر ذکر کرب
کر نہ غم کا ذکر وہاں ایسی نکتہ دا	ہو کہیں گے محفل شادی عیاں
نیش لانا نوش میں کیا بے مزا	نوش سے سب نیش کرتے تیار
ستھام شہ شیر باں کو استھام	اور لوگوں کا نکرہ قطع کلام
گفتگو میں ہاتھ استھا نا چاہئے	جنش آبرو و چشم و دست سے
اپنے کو ہی خود بنانا شیخند	ریش سے بازی نہ کر ایسی جھند
ہی زبوں فیصل سن ہی شاد	اور نہ چٹخا انگلیوں کو بار بار
بلیغہ محفل میں تو ہر دم باادب	کدیئے ہیں قلعے تجھے سب
تاکہ ہو جاوے پسند خاص عام	کر سچکے وہاں اپی ہر دم کلام

جواب کھیلنے کی برائی

پاسے کی بیسی ہی آسکارا	راجہ نل سلطنت ہی ہارا
دانا تو کرنے کے کب اس طرح	ہارا ہی جو کے نام سے تیل

موسم ہمارے

کسا دھوم ہی گلشن جہاں میں	زگل سنائی بھی کھل گئی ہیں انگھیر
دبجو ہی کشیدگی میں شمشاد	ہر نخل بربنگ گل ہی دلشاد

م لکھنوی

رشید

پھولا ہی حوالہ زار ہو	کس لطف کی ہی بہار ہو
غنجے ہیں چین میں مسکراتے	بیل کو ہنسی میں ہیں اڑاتے
بلبل کے ہیں لفظ تراشے	سجے ہیں چین میں شادیاں
نوبتِ بخوبہار کی ہی آئی	منقا کی سب نے فریجائی
ہیں طائرِ نعمہ سنج مسرور	ہی غنچہ دل سے غلامِ دو
اسبابِ خزانِ گلوں نے لوطا	شاداب ہوا ہی بوٹا بوٹا
ہی موعجِ صبا مزے کھاتی	ہر خار سے بوی گل ہی آئی
ہیں مرغِ چین بہار گاتے	پھولے نہیں آج کل سماتے
چھایا پہیچابِ نسیمِ داو	باراں سے خجل ہی آبِ گوہر
کس طرح نہ باغِ باغ ہو دل	گدھا طرب ہو ہیں اصل
سننے ہیں ثنا گلوں کے لب سے	جلتی ہی صبا بڑے ادب سے
ہی حکم بہار کا گلوں پر	پوشاک نہ چاک ہو سر اسر

ایک خیالی مکان کی سجاو اور سکے باغ کی طرز

عمارت کی ٹوٹی دروں کی ہینا	لگے جس میں ربقتِ سائبان
چھتیں آویر سے بندھے لگانا	دروں پر کھڑی ست بستہ بہا
دھنیش کی ڈوریاں سرسبز	کہ مہ کا بندھا جسمیں نظر

چقبول کا تماشا تھا آنکھوں کا جال
 سنہری بفرق چھتیں ساریاں
 دیئے ہر طرف آئینے جوں لگا
 وہ محل کا فرش اسکا ستھر کر
 رہیں نکلنے اُس میں روشن بدم
 چھپرٹ مرصع کا دالان میں
 زمیں پر تھی اسطور اسکی جھب
 زمیں کا کروں ڈھانکی کیا میں بیا
 بنی سنگ مرمر سے چوڑ کی نہر
 قرینہ سے گرد اُسکے روستہ سی
 ہوا سی بہاری سے گل لہلہ
 زمر کی مانند سبزہ کا رنگ
 روش کی صفائی پر بے اختیار
 چمن سے بھر باغ گل سے چمن
 جمیلی کہیں اور کہیں موتیا
 کھڑے شاخ شبو کے چہرہ نشا
 کہیں ارجواں اور کہیں لالہ زار

ننگہ کو وہاں سے گزرتا محل
 وہ دیوار اور در کی گلکاریاں
 گیا چو گنا لطف اُس میں سما
 بڑھے جسکے آگے نہ باہمی ہو
 معطر شب روز جن سے مشام
 چمکتا تھا اس طرح ہر آن میں
 ستاروں کی جیسی فلک پر چمک
 کہ صندل کا اک پارہ تھا عیا
 گئی چار سوا سکے پانی کی لہر
 چھہ اک دور دور اُس سے سیوہی
 چمن سارے شاداب اور ڈھپھے
 روش پر جواہر لگا جیسے سنگ
 گل شہر فی نے کیا زینشا
 کہیں زر گس گل کہیں ہاسمن
 کہیں رامی میل اور کہیں موگر
 مدبان کی ابوہی آن بان
 جدی اپنے موسم میں سکی بہا

<p> سماں شب کو داؤد یوں گامگیر ہر اک گل سفیدی سے ہتھاپار کے تو کہ خوشبوئیوں کے پہاڑ عجب نگ پر زعفرانی چمن کریں مستریاں سرور پر چھپے چمن کو لگیں دیکھنے بھالنے بے سیزی جادویں کہیں کھڑک رہیں ہاتھ جوں ست گردن میں دامخون کو دیتی ہر اک گل کے بو لیے ساتھ مرغابیوں کے پرے درختوں پہ لگے مندیروں پر نور ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا پرے ہر طرف مولسروں کے چھو تعلیق کی آپس میں باتیں کریں کہ لیں طوطیاں بوستان کا سقا پر چھیں باب پنجم گلستان کا </p>	<p> کہیں حیفی اور گیندا کہیں عجب چاندنی میں گلوں کی بہا کھڑے سرو کی طرح چنبے کے جھا کہیں زرد نسری کہیں سترن پڑی آہ بچو ہر طرف کو بے لیے ہاتھ میں مالنیں سیلچے کہیں تخم پاشی کریں گو دگر کھڑے شاخ در شاخ باہم نہا خراں صبا صحن میں چار سو کھڑے نہر پر قاز اور فرورے صد اور قرون کی بطوں کا شور چمن آتش گل سے دہکا ہوا صبا جو گئی ڈھیریاں کر کے بھو خوشی سے گلوں پر سدائے بلبلیر درختوں نے برگوں کے کھوڑوں سماں قمریاں دیکھ لیں ان کا </p>
---	---

چاندنی مین کسی خانہ کی سیر اور کیفیت

حسن

نظر آئی وہاں چاندنی کی بہا
دروہا بام یک سخت سار سپید
بلوریں دھڑکے ہر طرف سنگ نش
ہر اک سمت ہاں نور کا ازدحام
لپیٹے ہوئے بادلوں سے دخت
ملتب وہ چوٹ کی پاکیزہ نہر
لب نہر رصاف جو غور کی
پڑے آئینے کو چھٹے ہوئے
مقرض پڑا آئینے مقیش جو
لئے گو مقیش چھوئے طرہ
غرض اپنی صورت سے لکھو کوٹ
ہو امیں وہ جگنو سے چلکین ہم
فقط چاندنی مین کہاں طور یہ
زمانہ درخشاں ہوا ورفشاں
کھڑا ایک نگہ آبدار

گر آنکھوں نے کی خبر کی خشتیا
ہر اک طاق محراب صبح سپید
کہ جس سے نور سے رنگ نش
لگے آئے قد آدم تمام
زمین دہوا صاحب تاج و تخت
پڑے حینہ ماہ سے جسمیں لہر
تو پڑھی تھی وہ ایک بلور کی
ہوا بیج موتی سے لگے ہوئے
گر آیا وہاں شک سے ہوئے
ہر اک جاستارے اڑو میں کھڑے
زمین کو فلک کا بنایا تھا جوڑے
میں جلوہ کہ کو زیر مدم
کہ طرہ نہ جتک سے لکھو یہ
زمین سے لکھا تا سما ورفشاں
کہ تھے جسکی جھار کی موتی نشا

<p> ڈھلے ایک سانچے کے لکڑی پر لڑی جون کناسی کی ہوں بار کی کہ سویر کے ہو کر جبے کر کہ تھی چاندنی جس کے قد بولگی کہ تھے وہ فقط حسن ہی بھر جدھر دیکھو اودھر سماں نور کا جو انانِ شب تو کے ہر جا پر ہے کہ چو نے میں پانی کے قطر ہو تو ہی وہ بھی جون سایہ مہرہ بجز نور آتا نہیں کچھ نظر </p>	<p> چڑاؤ وہ استامہ الماس کے کچھچی ڈوری ہر طرف زرتار کی کہوں کہا میں جھاڑ کی اسٹھین مغرب بھی مسند اک جگہ لگی پنہولے سہا تر تھے تکیہ دھر زمین نور کی آساں نور کا چمن سارے داؤد یوں کس بھر ستاروں کا مناب میں حال یوں اگر کیجیے سایہ اوپر نگاہ کرے ہی نگہ جس طرف گزدر </p>
--	--

چاندنی رات میں کسی تالاب کی کیفیت

<p> سیر دریا کو میں اٹھا اک بیا صاف تھا مطلع شبِ مہتاب نور سے تھا خلا وہ شبِ مہتاب نور اگسں تھا چشمہ تالاب میں مگر تھا سناٹا طبعِ بھار </p>	<p> ایک شب تھی جو چاندنی کی بہا پھٹ گیا ابر بہٹ گیا تھا آٹھا تھا فلک سے نہیں تلک اک نور نور افشاں تھا چشمہ مہتاب تھا جہاں میں کہیں نہ گرد و غبار </p>
---	---

پوہنچا آخر میں الملب تالاب	تھا جو تالاب چادر مہتاب
سطح فوری تھا وہ ہر گینہ	موج تالاب تھی ہر آئینہ
اُس میں میں دیکھتا تھا قدر حق	کہ وہ آئینہ تھا مجھے مطلق
آب اسوقت ذوق شوق میں آ	سر کو ہر سناکے پگھلتا تھا
موجزن تھی ہوا باوج ہندم	وجد میں تھی ہر ایک موج اُندم
مرغ دریا تھے ذکر میں اُسکے	چشم گریاں تھی فکر میں اُسکے
دود و ہاں کا سنا الفتح تھا	دل ماہی میں غار الفتح تھا
آئینہ تھی وہاں ہر ایک خرب	چشم حق میں تھی پسند چاک مند
تھے بیا و خداے دانا	بسکہ سباج دانا کو ہر
جلوہ آرا تھا عالم مہتاب	ماہ سے تا ماہ ہی تالاب

کسی شہزادہ کی سالگرہ کا جشن اور اُسکی دھوم مچا

پڑی جب گرہ یار ہوین بال کی	کھلی گل جھڑی غم کے خیال کی
کہا شہ نے بلو اقبال کو کوٹام	کہ ہوں صبح حاضر سنہا میں عام
سواری تکلف سے تیار ہو	مہتاکریں جو کہ درکار ہو
کریں شہر گول کے آئینہ بند	سواری کا ہو لطف جس سے دوجند
رعیت کے خوش ہوں صنوبر کبر	کہ شکیلا گل شہر میں بے نظیر

حسن

یہ فرما محل میں گئے بادشاہ
 ہوئی شب لیا یہ نے جا شہزاد
 خوشی میں گئی جلد خوش گذر
 گیا فردہ صبح لے لے رہا
 کہا شاہ نے اپنے فرزند کو
 غرض شاہزادہ کو نہلا دھلا
 جواہر سدر بنھایا اسے
 لڑھی لٹکن اور کلفی اور نورتن
 فرقع وہ سر پہ چون موعج آب
 وہ کوئی تکی مالا نصیب نہ بین
 غرض اس طرح ہو کے آ رہا
 زبس تھا سواری کا باہر مخموم
 برابر برابر کھڑے تھے سوار
 سنہری رو پہلی وہ عمارت
 چلکے تھوڑے پاس کے نشان
 ہزاروں ہی اطراف میں لکی
 کہا روئی زربفت کی کرتیا

نقیبوں نے سن حکم لی اپنی
 گیا سجدہ شکر میں آفتاب
 ہوئی تاسا منے سے نمایاں سحر
 اٹھا سورج آنکھوں کو ملتا شتاب
 کہ بابا نہاد دھوکے تیار ہو
 دیا خلعت خرد وانیہ بچھا
 جواہر کا دریا بنایا اسے
 عدد ایک سے ایک یہ بد
 منور بشکل رخ آفتاب
 کہیں جسکو آرام جاں لکھائیں
 خراماں ہوا سرو و فاساتہ
 ہوا جبکہ ڈنکا پر پی سب میں
 ہزاروں ہی تھیں ہاتھوں کی قطا
 شب و روز کی سی طرح دریا
 سواروں کے غٹ اور بانو کلی شا
 جھلا پور کی جگہ گلی نالکی
 اور ان کے دبے پانوں کی پھرتیا

بندھی پکڑیاں طاش کی سرور
وہ ہاتھوں میں لئے سوئے گئے
وہ ماہی مرہب وہ تخت و
وہ شہنائیوں کی صدا
وہ ہستہ گھوڑو نیہ نقاری
بجائے ہوئے شادیاں تمام

سوار و سپاہ وہ صغیر و کبیر
وہ نذیرین کہ جس میں تھیں
ہوئے حکم سے شاہ کے پھر
سجے اور سجاے تھے خا و عا
طرق کے طرق اور پر کے پر
وہ فیلوں کی اور میگد تمہ کی شا

چلی پایہ تخت کے ہوتو قیاب
سواری کے آگے بڑھے تمام
نقیب اور جلو دار اور چویدا
اُسی اپنے معمول دستور سے
یلا نوجوان کو بڑھے جائیو

چکا چونڈ میں جس کے آوے نظر
جھلک جسکی ہر ہر قدم پر
وہ نوبت کہ دولا کا جیسے سما
سہانی وہ نوبت کی دھیمی صدا
قدم بات دم بالباسی
چلے آگے آگے ملے شاد کام

رجلو میں تمامی لہر و زور پر
شہ و شانہ زادہ گو گدڑا نیل
چلے سب قہینہ سے باز و طار
لباس نری میں طہس تمام
لچھ ایدھر کچھ اودھو ر کچھ پر
جھلکتے وہ مقیش کے سببان

بدستور شاہانہ نیتی جزیب
لئے سوئے روپے کے عا تمام
یائیں میں کہتے تھے ہر دم کجا
آوب سے تعادلت اور دُور سے
دو جانب سے باگیں لے آئیو

بڑھے جائیں آگے سے چلتے ہیں
 غرض اسطرح سے سوار جی چلی
 تماشائیوں کا جذبہ تھا، جو دم
 لگا قلعہ سے شہر کی حد تک
 منڈھے تھے تماشائی سے پورا
 کیا تھا زبس شہر آسپہ بند
 رعیت کی کثرت جو دم سپاہ
 ہوئے جمع کو ٹھوں جو دم روز
 یہ خالق کی سُن قدرت کا
 لگا لُنج سے ضعیف و نحیف
 دُجوشوں طیوؤں تک خلیل
 نہ پونچا جاک مرغ قبلہ سا
 زبس شانہ زادہ بہت تھا آسپہ
 نظر جسکو آیا وہ ماہ تمام
 دعا شاہ کو دی کہ بارِ الہ
 یہ خوش اپنے نہ سے رشتہ بیا
 غرض شہر سے باہر اک سمت کو

بڑھے عمر و دولت قدم با قدم
 کہ تو کہ باد بہار جی چلی
 کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دھوم
 دکانوں پہ تھی بادے کی جھلک
 تماشائی تھا وہ شہر سونے کا گھر
 ہوا چونک کا لطف ہاں چاہیہ
 گذرتی تھی کنگ کنگ کے ہر جاگہ
 ہر اک سطح تھا جوں میں جہین
 تماشے کو نکلی زنِ حالہ
 تماشے کو نکلی وضع و ترف
 پڑے تماشائیوں اپنے نخل
 سودہ اشیانہ میں ٹپا کیا
 ہوئے دیکھ عاشق کہیں پر
 کیا اسے نہ سمجھا کہ کس کو سلام
 سدا یہ سلامت رہیں مہر و ماہ
 کہ روشن رہے شہر پروردگار
 کوئی باغ تھا شاہ کا نہیں تھے

گھڑی چار تک، خوب سی سر کر	رعیت کو دکھلا کے اپنا سپر
اُسی کثرث فوج سے ہو سوار	بھرا شہر کی طرف وہ شہر یار
سواری کو پونہ پی گئی فوج اُٹھ	گئے اپنی منزل میں شمس و قمر
جہاں تک کہ تھے خاواں محل	خوشی سے ڈوٹو بھی تاک نے محل
قدم اپنے حجروں سے باہر نکال	لیا سب نے آپیشو احوال
بلایین لگے لینے سب کیلبار	کیا جی گو یک سخت سب تیار

شدت مارش

کیا کہوں اب کی کیسی ہی برسات	جو شش باران سے بھگتی ہی بات
بوند تھمتی نہیں ہی اب کی سال	جس رخ گویا ہی آب درغبال
وہی یکساں اندھیری برسے ہی	آسمان چشم اکوتر سے ہی
ماہ و خورشید اب نکلے نہیں	تارے ڈوبے ہوئے اُچھلے نہیں
لے زمین سے ہی تافک غتلاب	چشمہ آفتاب ہی گرد آب
ابر کس کس سیاہستی سے	ہوتے جاہیں بلند و پستی سے
لڑکوں نے کی زمانہ سازی ہی	خاکبازی اب آب بازی ہی
کیسا طعناں یہ مینہ چھایا ہی	زخم دل نے بھی آب اُٹھایا ہی
بیٹھے اُٹھے نہیں ہیں بام و در	یہ خرابی ہی شہر کے اندر
جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہیں	یہاں کورپنا لے چلے دیکھے

مہر

لے گئے ہیں جہاں کو سیلاب	نقشہ عالم کا نقش تھا برآب
نہ ہی جلابہ نہ ربط یاراں ہی	شہر میں ہی تو باد و باراں ہی
نور و شب یہاں ہمیشہ جھمکا ہی	ان دنوں رنگِ بن چمکا ہی
اوسمی ہیں سوکے نکلے ہیں	مردم آبی پھرتے چلتے ہیں
وسعتِ آب بوجھِ ست کچھ یار	کوچے موجدوں کے ہو گئے باز
شعر کے بحر میں بھی ہی بانی	بہتی پھرتی ہی آبِ غزلخانی
ہر طرف ہیں نظریں ابرِ سیاہ	بانی ہی جس طرف کو کرے نگاہ
لکھے کہا پر مینہ کی طغیانی	ہو گئی ہی سیاہی بھی بانی

حارے کی شدت

سردی اچھے برس ہی اتنی شدید	صبح نکلے ہی کانپتا خورشید
چرخ کی اطلسی قبا پر ہمیش	نہیں یہ یکشاں ہی واکِ بیش
جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا	بلکہ کیسے کہ ز مہر پر ہوا
اندول چرخ پر نہیں ہی مہر	گو دین کا نگر ہی کھے ہی سہر
کھڑے نہ کوکتے ہیں سب یار	ٹھنڈے ہی جہاں کے دین
کیک دیکھا جو غور کر کے یں آپ	نکلے ہی موہنے سے آسمانِ بچا
پانی چرس جگہ کہ کائی ہی	سبز وہ شال کی ضیائی ہی
بسکے بے بسہ بھڑ میں ہی آب	برف کی ہی رکابی ہر گرد آب

عکس پانی میں کیوں ہے عکس نہ پر
 نہیں ہو سبز باغ میں اس دم
 تیغ سے کاٹا ہے اب چند
 جسے جاڑے سے ٹر گیا پالا
 اکڑے جاتے ہیں دیکھ نیل کو
 دیکھ گل پر صبا نہیب بڑ
 گرہ پڑے برگ تاک جھڑے تمام
 صرصر صبح جان کھوتی ہے
 جس طرت اب نگاہ جاتی ہے
 کانپتے ہیں درختِ ارض و آسمان
 آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہے
 بے حرارت ہیں سردی کے مارے
 جاڑے لگنے کا بیج تک ہے حرف
 دن کی کٹتی ہے دُھوپ میں آفتاب
 رعدِ سڑھی کے ہاتھ گرم فون
 برف بٹنی نہیں فلک بند
 شبِ خوشد کی یہ بونٹ اوسے

رہتی ہے زیرِ شیشہ جوں قصوہ
 بچہ بچہ ہی تیغِ بچہ سے کم
 آب میں اس قدر ہوتی ہے گزند
 سر وہی داغِ عشقِ بچوں والا
 گٹھری ہو جاوے گل کے غنچ میں بو
 بھرتی تھپرتی ہے ہر طرف ہم
 بلبلیں مر رہیں اکڑے کے تمام
 تیرسی دل کے پار ہوتی تھی
 جو ہی جوں بید تھرتھرتی ہے
 موسمِ دی ہی یارو یا بھوچال
 گودوں کے بیج چھپتی بھرتی ہے
 طرحِ یاقوت کے آبِ نگار
 لپٹی رہتی ہے نمکدوں میں بھی
 نکالے کل میں رات کاٹی ہے رات
 ابرو دوش ہو لایہ بالا پوش
 پہنی ہے واسطے چپکے کچن
 ابر میں کیوں ٹھٹھرتے سجاو

کبا کروں اسکی یار و یمن پر	جوں کسوٹی پہ پونے کی تھو پر
گر کسی شخص کو مرض ہو آب	تو وہ جاڑے ہی گرنے ہی پ
قرطرا سے دیکھیے جسکو	دست زیر بغل ہی مثل سیو
منعموں کے گھروں میں آج اور	ہیں بڑے پردے کے منتقل
پہنتے ہیں سمور اور قاسم	ٹھنڈے گھینچے بہم سودم
اسیہ جاڑے سے ہی یہ اٹھا حال	تاک سے چھوٹا نہیں و مال
کوئی اب جاے بل نہیں سکتا	گھر سے باہر نکل نہیں سکتا
بھرنو کوئی ندان نکلے ہی	ٹھنڈے کے مارے جان نکلے ہی
لیپے رہتے ہیں وئی میں مجبور	جس طرح ناشپاتی دانگور
غرض ایسی ہی کچھ بڑے ہی ٹھنڈ	مٹ گیا زہر کا بھی گھنڈ
سودا آخر ہی سردی کا مذکور	شعر بھی گر خاک ہوئے کھنڈ
اگے جاتا نہیں ہی آب بولا	ہو گئی ہی زبان بھی او لا

گرمی کی شدت

کہوں ہوا اس قدر ہی عالم سوز	انشتی رنگ پر ہوا نور و ز
ابکی رت سے یہ ہو رہی معلوم	چمن آرا ہوش بارات کی دھوم
گرم ہی یہ بیمار کا موسم	شاخ گل بچھڑی ہی نہیں کم
ہی ٹپا جا چکے وقت گلاب	کف ز گیس پہ چھٹی ہی متاب

سودا

دستہ گل کا کہا کہوں میں تنگ	اس میں ہتھ پھول کے سے سینکڑ
خنجر کہتے ہیں یوں ہوا انتشار	گویا پھٹتا ہی داسختے میں اتار
جلوسے میں جوں چیل کے بوڑھے	اس طرح جاتی جوئی کب چھوڑے
نہیں گیند منکے چمن میں درخت	دی ہی آتش ستاروں میں سبخت
کر و صد برگ و جعفری نظر	چھٹ رہی ہیں ہوائیاں مونہ پر
یہی بولے ہی پانی پھر چپکے	ہی کھاپو کا حوض گھن چکر
کہا میں قواروں کا کوں عالم	جوں بھجیا چھٹے ہی لے لے دم
شور پانی کرے ہی رہ رکے	اس طرح چھوڑتے ہیں خوش چکے
سنگ پر یوں ہی اکلی آب کی با	چھاتی پر جوں گرے ہی زلہ حا
مرغ آبی چمن میں اب جوئے	مونہ کھلا ہی کھرے جوں بطور
طوطی کی گسٹے کوئی آواز	نوحے گویا پر ہے ہی سوز و گداز
طائرؤں تک ہی ہوا کا اثر	پر قمری ہی مشق خاکستر
سرد کا حال کہا کہوں میں بیا	پاؤں اسکا ہی اور آبِ روں
جوش ہی یہ بہا میں سال	لب جو رہی عکس کا تجال
رنگ گل اسطرح درخشاں ہی	ہر خیابان اک چراغاں ہی
لاٹے کے ہر چراغ پر اس آن	لٹ دھوین کی ہی شاخ نافراں
ہی حرارت گلوں میں اب تک	نہیں شبنم پہ نکلے ہی چپک

<p> طفل غنچوں کو لگ گئی جھکی جل گیا آہ سبزہ زار خیر آگ جامہ سے نکلی پڑی تہی کنول کاغذی کپڑے جل گردش کا سادا سبت ہی ٹھٹھ ابر نیساں سے آگ سے ہری یادہ گویا ہی آب و درغیاں آگ گرمی کے کبا لکھنوی دھنک آگ دے ہی حیاں کو کپیر جوش کھا جوں ابل چلے ہی شیر چڑی ہی نان مہر ہو کر زم شیشہ آتش ہوا ہی فلک شمع کو نفع کبا کرے کافر چرخ بے سر و خانہ یک جام ماہی جوں موج آب میں تیا سر سوں کے کھیت کا سا کچھ جوں بھلے تے ہوں آگ چھل ادا </p>	<p> پانی کو بلبلیں ہیں بھٹکی شاخ ہر گل کی ہو گئی گلہ یز یہ نہ لالہ کی پتی جھٹکی گیا تالاب میں ہر ایک کنول جل گئیں بلبلیں رہ گیا ہی کٹھ بوند کو دل صدف کا ترے ہی ہی پسینے سے میخوڑ و نکاحاں ہووے جس سال سیاہ کا رنگ تنق آفتاب شام حور مہ کے پرتو کی کبا لکھنوی تقریر ہی ہوا سے تنویر چرخ یہ گرم ساغر مہر گرم ہی ہیانتک پی کے تبرید یوں کے بخور گلخن گرم ہی زمین تمام مہ کے پرتو سے مہر کی تباہ آب زمین پر زبس پڑی ہی دھوپ رہ نور و فو کی چال کا ہی یہ حال </p>
--	---

سایہ کی تیرگی پہ کر تو نگاہ
 مہر سے اندکون میں آکے بجا
 زمیں سمجھے ہی تفتگی ہر آن
 خلق کا تشنگی سے ہی یہ حال
 تو بھی نیت اٹھوئی بھرتی نہیں
 شکل زگرے ہی سب کو حیرانی
 یہی سوچے ہی دل میں تشنہ آب
 رنگ یا قوت کار بانی ہی
 بانی کتنا ہی پیٹ میں ہوا ب
 آگ سے دن کی جل گئی ہی رات
 رات سووئے میں یہ جوانان
 گرمی بڑی ہی یا خدا کا مہر
 بادشاہوں کی بادشاہی ہی
 بھیکہ مانگے ہی شہر میں جو فقیر
 کوئی بندہ خدا کا ایسا آئے
 ٹھیک پہنچی ہی جس گھڑی دہر
 ہونے گرمی سے جب حال جہاں

قرب سے دھوپ پہاڑی سایہ
 گل خورشید تک ہی روگرداں
 توتے کی بوند نوح کا طوفان
 طفل کو خشک اور جواں کو کچھال
 پیاسے مرتے ہیں بیاس میں تپیر
 زرخیزے تک بھرا ہوا پانی
 بحر کو مونہہ لگا دے مثل جباب
 آب آتش کی زندگانی نہی
 شکل آئینہ خشک ہے ہیں لب
 ملی جو ب سیاہی لیکے دورا
 کروٹیں یوں لے جوں تو پران
 کیا کہوں تجھ سے میں کہ شہر بشہر
 اگیا بیتال کی دُ بانی ہی
 دمدم اسکی ہی ہی تفت پر
 مجھ سے بکیں کی جو گلی کو بجا
 لگے ہی دہر دہر جلنے دہر
 گر کوئی زندگی کرے سو کہاں

سرد خانہ کو پوچھنا ہی ضبط
 آگ اور پھوس میں ہی کچھ بھی بٹ
 غیر تنہا نہ جائے اس نہیں
 اب کچھ آرام ہی تو نہ میز پر

آفتاب کے فائدے

ناسخ

دیکھ حال غروب شمس ذرا
 ہیں ہزاروں منافع امی وانا
 بے غروب آفتاب اگر ہوتا
 رنج لوگوں کو بیشتر ہوتا
 عیش و راحت کے ہیں بھی محتاج
 استراحت کے ہیں بھی محتاج
 نکلیں تانانگی سے آنکھیں بد
 پائیں قوت حواس میں دوزن
 قوت ہاضمہ قیام کرے
 فکر مضمر طعام شام کرے
 ہاضمہ میں نہ ہو شور ذرا
 پورے سبکی غذا سوا اعضا
 دن ہمیشہ اگر رہا کرتا
 محنتیں آدمی کیا کرتا
 حرص سے رحتیں بھلا دیتے
 جسم کو آدمی کھلا دیتے
 کہ بلاشبہ لوگ ہیں اکشر
 مستعد مال جمع کرنے پر
 رات کی تیرگی نہ آتی اگر
 محنتوں سے باز رہتے بشر
 متصل ایسے کام کرتے حرص
 کام اپنے تمام کرتے حرص
 آمد شب کا فائدہ سن آؤ
 ہی نیکیست مقام فکر و غور
 دھوپ اگر شام کو نہ مل جاتی
 پھر ٹوسا ہی زمین جل جاتی
 کبھی روئیدگی نہ پانی نبات
 ہوئے ضائع تمام حیوانات

<p> جو اُمورِ انا م کا ہن سپر حکمت پاک کو سی بھایا ہی نظامِ جہاں کا یہ سلوب بار پاتے ہیں جس طرح چرخ تب چراغوں کو کرتے ہیں رخصت سب یہ بہرِ نظامِ عالم ہی اسکے پست بلند پر ہوں نظر چار فصلیں ہیں مختلف ظاہر حبذا قدرتِ حکیم و قدیر دخل باطن میں پاتی ہی گرمی مادے میوے کے ہوں سب پیدا کو کثافت ہو میں آتی ہی اور باران کرتی ہی پیدا قوتیں پاتے ہیں بوجہ اتم بھرتے ہیں مادوں سے ہر ہر حرکت پاتے ہیں نباتِ شجرا گھاس بھوسے شگوفے لگاتے ہیں </p>	<p> پس یہی حکمتِ خدا ہے قدیر اس طرح اس خدا نے ٹھہرایا رہے نور شمس کو طلوع و غروب شب جلاتے ہیں جس طرح چرخ جب وہ پاتے ہیں کاموں سے رخصت سب یہ بہرِ نظامِ عالم ہی گردشِ ارض میں نقشِ کر اسکی تاثیر سے تو ہوا اس مددِ برکتی ہیں عیان تدبیر آکے جاڑا جو جاتی ہی گرمی نبات و شجر میں اسی دانا جب حرارت ہو میں آتی ہی منہ کے سامان کرتی ہی پیدا جسم جاندار ہوتے ہیں محکم فصلِ سر میں جب نباتِ شجر بے تکلف شہدِ و فیضِ ہما شاہانِ حینِ اسی سے ہیں </p>
---	--

جگہ کئی ہی فصل ہست	ہوئی ہیں گرمیاں ہو ہیں عیا
پختہ ہوتے ہیں باطن اثمار	سوکھتی ہیں طوبتیں کیسا
جو رطوبات و غلط فاسد ہیں	جتنے فضلات و مخاط فاسد ہیں
جسم حیاں سے ہو ہیں تحلیل	سب تبدیل ہوتے ہیں تبدیل
نہیں رہتا زمین میں بانی	تاعمارت بنے بانی
صاف ہو جاتی ہی ہواساری	نہیں ہسکتی کوئی جماری
لکھوں ان فصلوں کی جو مصلحتیں	ذقروں میں نہ آئیں منفعتیں
ہی محل نام برج اول کا	دوسرا تو رتیسرا جوڑا
چوتھا سلطان یا پچواں ہی	ہی چھٹا برج سنبہ بیکہ
برج ہفتم کا نام ہی سہرا	برج ہشتم کا نام عقرب جا
ہی نو ان برج برج قوس نہاں	جدی ہی ان برج میں رسول
گبار ہواں دلو بار ہواں ہی	نہیں ان میں کیکو چلے سگ

ہوا کے فائدے

نفع کیا کیا ہوا گو بخشا ہی	صحت جسم اس سے پیدا ہی
بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے	کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے
دم مریں آدمی پڑیں سپنا	میوے فاسد ہو سکیں پھل کیسا
اے طاعون یاد دبا آئے	غلہ پراقت و بلا آئے

حَسَن تَدْبِیر ہر ہی جنبشِ باد
 حکمتِ اصل ہوا کی تجھ سے کہو
 متصل ہو کے وہ بیکدگر
 کرتی تھی جو تھک رہی تھی نفوذ
 قوتِ سامعہ میں لاتی تھی
 کہتے ہیں اپنے آپ یہ مطلب
 حرفِ رہتے ہیں جیسے غنچہ
 کامِ دشوار ہوتا لوگوں کا
 کرین تازہ ہوا کو کر کے بدل
 لوگ تبدیل کرتے ہیں کاغذ
 ہوئی کاغذ سے احتیاجِ سوا
 اکثر اُس سے جو لکھتے تھے
 بن گئی کاغذِ لطیف ہوا
 ہوئی تھی حاملِ سخن وہ ہوا
 ہوئی تھی صاف اور خالص
 رہے اشغالِ گفتگو دن رات
 نہیں ہوتی وہ کہنے و ضائع

کھل گئی قدرتِ خدا سے عباد
 خبر اس بھید کی تجھ میں دل
 فی الحقیقت صدا ہی ایک اثر
 کرتی تھی پس کر ہوا میں نفوذ
 جب ہوا اُس صدا کو پاتی تھی
 باہم انسانِ دہر روزِ شب
 رہتا باتوں کا جو ہوا میں اثر
 تو صدا سے جان بھر جاتا
 ہوئے محتاجِ سب کے خصل
 جیسے جس وقت بھرتے ہیں کاغذ
 باتیں کرنے کا ہی رواجِ سوا
 یعنی انسانِ باتیں کہتے ہیں
 بسکہ ہی خالقِ حکیم خدا
 جس قدر آدمی تھی کہہ سکتا
 اُس سے بڑا ہی گفتگو کا اثر
 کہے انسان یا کچھ اور بھی بات
 کہا ہوا میں ہی قدرتِ صانع

ہی ہوا بھی یہی نسیم یہی	بس ہی غمیت کو اور ہر گاہ
جو مصالح پہلنے پالنے ہیں	فائدے جو تجھے سناٹے ہیں
اس سے ہی زندگانی ابدان	اس سے ہی نفعِ صحتِ انسان
ناک سے جو تن میں عانی ہے	زندگی اس سب سے آتی ہے
خارج تن میں لگتی ہے یہ اگر	حق میں ابدان کے ہی مصلحت
جو صدرا سین ہوئی تھی داخل	کرتی تھی راہِ دور سے حاصل
کان کو وہ صدا سناتی ہے	بوسے خوش شائہ کو لاتی ہے
نہیں تو دیکھتا یہ صبح و ساء	جس طرف سے زیادہ آئے ہوا
فصل جاڑے کی ہو کر گرمی کی	ہوئی تھی موجبِ صلاح وہی
اندھیوں کے جو چلتے ہیں چھو	سب ہوا سے نکلے ہیں چھو
جسم کی جان کی ہی آسائش	اس سے انسان کی ہی آسائش
ہر جگہ سے یہ ابر لاتی تھی	ابر کو ابر سے ملاتی تھی
رابطا پاتا تھی ابر با ہم جو	گھیر لیتا ہی سارے عالم کو
ابر سے منہ جو ہی برس چکنا	کرتی تھی ٹکرے ابر کے جلا
پھلتے تھیں بے دخت اکباری	کشتیاں اس سے ہوئی ہیں
اس سے ہوتا ہی لطفِ ذوقِ طعام	پنچہ تھوڑے تھیں اس سے میوہ خام
خشکی پانیوں میں لاتی تھی	آتشِ مردہ کو جلا تی تھی

نہیں بہتی تری کسی بریں	خشفک کرتی ہی کپڑے مٹھ
یہ ہی کہتے سے حاصل مطلب	جتنی ہیں اس ہول سے چرین سب
جو ہو گا کو خدا نہ کرتا خلق	یعنی خالق ہوا نہ کرتا خلق
تازگی جسم و جاں میں کب آتی	گھاس کنبھلاتی خلق مر جاتی
سب یہ بے آب ہو جاتیں	ساری چرین خراب ہو جاتیں

امموں کی تعریف

بان دل دروست زمرہ سنا	کبوں نہ کھوے دُرِ خرمہ راز
خامہ کا صفحہ پرواں ہونا	شاخِ گل بھی کلفِ شاں ہونا
مجھ سے کہا پوچھتا ہی کب لکھے	نکھتا ہے خرد فرسا لکھے
بابے اُمّوں کا کچھ بیاں ہو جا	خامہ نخلِ رطبِ فشاں ہو جا
آم کا کون مردِ میدان ہی	شرو شاخِ گوی و چوگاں ہی
تاک کے جی میں کبوں سے راز	اُسے یہ گو ہی اور یہ میدان
آم کے آگے پیش جاؤ خاک	پکھوڑتا ہی جلد پھچھوئے تاک
نچلا جب کسی طرح مقدور	بادۂ تاب بنگیا انگور
یہ بھی ناحیا رجبی کا کھونا ہی	شرم سے پانی پانی ہونا ہی
مجھ سے پوچھو تھیں خبر کیا ہی	آم کے آگے نیش کر کیا ہی
نہ گل ہیں نہ شاخ و برگ و بار	جب خزاں آئے تب ہو سکی بیا

غالب

اور دُور اے قیاس کہاں	جان شیریں میں یہ مٹھاس کہاں
نظر آتا ہی نہیں مجھے یہ سحر	گہ دوا حسانہ ازل میں مگر
اتش گل پہ قند کا ہی قوام	شیرہ کے تار کا ہی ریشہ نام
تھا ترنج زرا ایک خضر ہاں	رنگ کا زرد پر کہاں بوباس
آم کو دیکھت اگر اک بار	پھینک دیتا طلا دست افشا
رونیق کا رگاہ برگ و نوا	نازش دودسان آب ہوا
صاحب شاخ و برگ و بار ہی دم	ناز پروردہ ہمار ہی آم

ہاتھ کی چھری کی تعریف اور اس شخصیت بانا

سودا

بہوئی ہی دنیا میں جو کچھ تحفہ چہر	سب سے ہی سودا کو یہ لاکھ بھر
کوچ و مقام اسکا ہی سپاہ تھ	جب کہیں چلیے تو ہی بیغیر تھ
ہاتھ میں رکھے ہیں سے ہوشمند	ڈرتے ہیں سب اس درندہ گرد
کھیچ نہ سکیے جہاں شمشیر تیغ	اسکو لگا بیٹھے وہاں بیدریغ
ایسا تڑم تڑا اور بس شفق	اؤڑ بچی کوئی ہی کسی کا فتن
کس میں ہی توں پہنچے یہ خیال	ہاتھ بکڑ گرتے کو لیوے سنبھال
چوب نہیں دلبر خوشنویس	یار ہی یہ قوت بازو ہی یہ
مرتبہ اسکا ہی نہایت بلند	کو پہ تحقیق ہی ہر بند بند

اِسکے گھر اُنے کا جو کچھ خیال	چھوٹے بڑے جتنے ہیں کمال
کوئی تو ہی غامہ مجھ نظر آ	کوئی سنگداری نے غم ساز
ہر غم کوئی ہی صاحبِ سر	کوئی ہی نیچا کوئی ہی نیشکر
خرد بُو ہوں ہر تر و تسلیم	نام بزرگاں یہ بزرگی علم
اِسکے بزرگوں کی ہی بڑائی قدیم	وال ہی اعجازِ عصا ہے سکھ
ملنے میں انسان کے دو ہیں اثر	یا تو ہو کچھ فائدہ یا ہو ضرر
اِسکے فوائد میں تو نقصان نہیں	اور مقرر ت کا سوا مکان نہیں
اہلِ نظر کی یہ ہدایت پناہ	جادۂ تارِ پک میں ہی شمعِ راہ
بیدہ کچھ بحثی سے وارستہ ہو	استی اپنی پہ کمر بستہ ہو
گو کہ سخن گو نہیں یہ راست باز	تسبیہ یہ سمجھا دے تشبیب از
جو کوئی رکھتا ہی ملکِ لک گویش ہو	اِسکو وہ ہر گز نہ کہیگا خموش
قدرِ خموشاں وہی سمجھا ہی بار	تیغِ زباں سے جو ہوا دلفکار
ہم سے سخندانوں سے بہتر ہو یہ	بے سخن اللہ سخن نور ہو یہ
پاسِ حقیقت اِسے ملحوظ ہی	ہرزہ سخن کہنے سے محفوظ ہو
جو کوئی سمجھے ہی رموزِ درگاہ	اُس سے سدا کہتی ہی لاطحی سیات
گو کہ ہوں آبِ نازک گرہ در گلو	میں بھی تھی سرِ سبزِ جہان میں بھو
تازہ و تر جب میں رہی سالِ ماہ	سناخ و زرخن کی ہوئی آرمگاہ

جب تپیں دنیائے تھی امینم	سمجھے تھی کچھ نہ رقی ستمو ستم
جوں ہی زمانے نے کیا بارور	ووں ہی دکھایا دم تیغ و تبر
بائس کا پھلنا ہی جہان کی مراد	شادی سے بھاگنی کوئی نہ کوئی
شاد بر آئیم کہ درین ہر تنگ	شادی و عیش ہر روز ناز و نور
زیادہ غرض کچھ نہیں کنارہ	بس ہی تھی آہ مری میرا
سجھ ہی یا لکھ ہی کی نفست پرانی	جس میں کہ عبرت کی تیرا پڑی
دل ہی مراد رونمط بعیت	دیکھے ہیں جوں ابرسدا اسکیا
غم کی سیاہی کی گھٹا تھی	آج بھی کیا موم برسات ہی
چپ رہو سودا نہور خود غلط	بس ہی ترے حق میں کیا فقط
لکڑی کی نسبت سے تو معذرت	آدمی ہونا تو بہت دور رہی

نصائح چند لفرزند دلہند

ایمے فرزند دلہند و سعید	حق سمجھے دے عمر اور دولت
علم کی تحصیل پر کد دل رجوع	پہلے کہ آداب کا نسخہ شروع
بعد اسکے بڑھ تو علم صرف نحو	لے سبق جتنا کر تو اسکو محو
چھوڑ غفلت وقت بازی کا	بھرنے یا دیکھا تو وقت ایسا کہیں
کہ بزرگی پہنکھ کر تو اپنا نام	میری فساد زندی کچھ دیکھی کام
جاہلوں سے تو لگا لگا	گو ترے بھنڈے ہوں تو بخیر

ہو الوت ساں آئے جب تیرا پڑا
 باپ بڑیا ماں ہو یا ہو خال و عم
 گھر میں جب جاؤ تو رکھ نہی گئے
 سر سنجکا کر شرم سے چل مشال
 اور چشم میں نہ دانست اپنے دکھا
 اور نہ رکھ فکر جہاں سے دل نہم
 فکر دنیا میں نہ بتا ریش کاؤ
 فکر ہو تو فکرت گھپت سب کی
 طاعت حق میں سدا اکا مو رہ
 ہوں تیرے جیوت بھائی بنیا
 نیک رہے انکو بھی رہ پر لگا
 میں چل سے اب تجاؤ زکر چکا
 پرا بھی تک ہوں ہلنا دست و پا
 ہی مرے جیوت نکات میں
 اور جب یہ دست و پا دینگے جو رہ
 پر توقع ہی مجھے خلاق سے
 مجھ پر رحمت کی نظر جس طرح کی

مثل بابت اُسکے آگے رہ پڑا
 کرادب سے سب کے اگر نیت خم
 نیک خوش کی ہی ہی رسم ورہ
 صا دساں آنکھ اپنی پشت پاڑا
 ہو نہ ہرگز سپن سادناں سما
 بندت رکھ دکھا غنچہ مثل میم
 ہی نہیں دنیا سے عقبی سے لگا
 باز دھاپنی طاعت حق میں کر
 دست بستہ وقت پر آمادہ رہ
 انکو بھی تعلیم کرا می نجات
 میرے جینے کا نہیں کچھ سرا
 کیا بھر دسا میرے جینے کا بھلا
 کم نہیں ہمت ہوئی میری ذرا
 پیچھے بیٹھے کا نہیں میں اگر قدم
 جستجو کا آپ ہو گا بند باب
 رحم تیرے حال پر بھی وہ کہ
 در نہ پیچھے باپ کے کیا چشم

لوگ کہتے تھے بہت ہی جعل ہاتھ آئے ڈھاک کے جب تین پائے مال کی تھک کو بیٹ ہی آرزو جمع کرے گا نہ کر تو بھی خیال سیری بھی کھائی گی یہ نہنگی	باپ نے میرے کیا جبا بیٹا جس کو کی میں نے جب یہ شکے با دل سے کی پھر تو یہیں گفتگو باپ نے جب کچھ نہ چھوڑا اپنا چین سے جس طرح اُن کی کٹ گئی
--	--

مناجات

حسن	اللہی میں بندہ گنہگار ہوں مجھے بخشو میرے پروردگار گناہوں سے بچنے کے لئے تبارک کہ جی تو غفور اور آمرزگار
-----	--

ایضاً

نواب قضا	اللہی میں ہوں بندہ بس گنہگار اللہی در بدر بھگا چھ اٹیں اللہی نفسِ شیطان نے ستایا اللہی ہر طرف سے پھر پھر کے اللہی تو شہنشاہِ جہاں ہو نہیں قادرِ الہی کوئی تجھ سے اللہی شاہ تو ہو ہی میں گدا ہوں اللہی تو غفور اور مین گنہگار کہ بھاگا در سے تیر دن میں سوا نہ آسودہ ہوا ہرگز ذرا میں سجا تا تھا وہاں رستہ بتایا پڑا اب تیرے دروازہ پر کے اللہی دوسرا تجھ سے کہاں ہو نہیں عاجزِ الہی کوئی تجھ سے اللہی تو غنی میں میں بیسوا ہوں اللہی تو کریم اور مین گرفتار
----------	--

<p> الہی تو قوی اور ناقوان میں نکر مجھ سے میں جسکے ہوش ادا الہی کون ہی میرا مددگار الہی کر مری مشکل تو آسان بچھڑا دے ہن آؤ نیلے کئے الہی بخش دے ماں باپ میرے تو کر دے خاتمہ باخیر میرا </p>	<p> الہی تو قوی اور ناقوان میں نکر مجھ سے میں جسکے ہوش ادا الہی میں کروں غم کس سے اظہار الہی کس پر بن بندگاں جان الہی بخش دے اپنے کرم سے الہی ہیں بھی محتاج تیرے الہی اسے ارکھتا ہوں تیرا </p>
---	--

اکھوپن فصل

مسمطوں میں

مسمط اُس نظم کا نام ہے کہ اول کم سے کم تین مصرعے اور زیادہ سے زیادہ دس مصرعے ایک وزن اور قافیہ پر لکھے جاتے ہیں (دو سب ملکہ بند کھلاتے ہیں) پھر دوسرے اور تیسرے وغیرہ بند بھی اُسی وزن پر ہوتے ہیں اور انہیں اُسے ہی مصرعے ہوتے جتنے پہلے بندیں مگر آخر مصرعے کے سوا بجا اول بند کے قافیہ پر ہوتا ہی باقی سب مصرعے دوسرے بندوں کے دوسرے الگ الگ قافیوں پر لکھے جاتے ہیں۔ بندوں کی تعداد معین نہیں ہوتی چاہے ہوں +

اگر بند تین مصرعوں کا ہو تو وہ مسمط مثلث کہلاتا ہے اور چار مصرعوں کا ہو تو مربع اور پانچ کا ہو تو مخمس اور چھ کا ہو تو مسدس اور سات کا ہو تو مسبع اور آٹھ کا ہو تو مثمن اور نو کا ہو تو منشع اور دس کا ہو تو معشر کہلاتا ہے +

مُط

خدا کی ذات و صفات اور اس کی بیشمار مخلوقات و مخلوقات

نظم

الہی توفیقاً مضیٰ اور کریم
مقدس معلیٰ مستعظم
الہی توفیقاً مضیٰ اور کریم
مقدس معلیٰ مستعظم

ترسی ذات والا ہی کیا قدیم

ترے حسن بھارت آئی کر دگا
پہنچتی نہیں عقل انہیں ذرہ وار
کیے ہیں جہاں میں نقش نگا
تجربہ میں ہیں دیکھ کر بار بار

ہیں جتنے یہاں کے ذہین و فہیم

زمین پر سماوات گرداں کیے
نباتاتِ بید نمایاں کیے
نجوم اُن میں کہا کہا درخشاں
عیانِ بحر سے و مرجاں

حجرت سے جواہر بھی اور زہر و ہم

تسکین کیے گلِ نفیس بہا
برو برگ و تھل و شجر شاخسار
عنادل بھی اور قمری و یکسا
طراوت سے خوشبو بہا گام کا

دزاں کی صبا ہر طرف در نسیم	
بیاں کب ہو خلقت کی انواع کا	جو کچھ حصر ہو دے تو جواں گہا
خصوصاً بنی آدم خوش تھا	شرف ان سبھوں میں انھیں کو دیا
بہ اسلام و ایمان دین مستقیم	
عطا کی انھیں دولت معرفت	عبادت اطاعت کو منزلت
حیا حسن الفت ادب مصلحت	تمیز و سخن خلق خوش کرمیت
فزاواں دیئے اور ناز و نصیم	
ترا شکر حسان ہو کس سے ادا	ہمیں مہر سے تو نے پیدا کیا
کیئے اور الطاف بنے آ	نظم اس سوا کا بس کہ سر جھکا
یہ سب تیرے اگر کم ہیں یا کہ کم	
ایضاً	
خدا کی ذات ہی وہ ذوالجلال والا کریم	نہ جس سے ہو میں پرستہ خواص و عوام
اُسی نے ارض و سماوات کو دیا ہی نظام	ایسی ذات کو ہی دامن ثبات و قیام
قدیر و جی و کریم و ضعیف و منعم	
فلک پہ تار و تکی کیا کیا ہر صنم کاری	پھر ان میں سیب فدا کیشاں نگاری کی
ضیا و نور کی کیا کیا تجستی باری کی	بروج بارہ میں لاکر رکھی وہ باری کی
کہ جسکو پوسنے نہ قدرت نہ دانش و ادب	

<p>ثواب اُسے بنا لئے ہیں استدرسیا مگر یہ نام ہیں اُنکے جو سات ہیں سیا</p>	<p>کہ روزِ حشر ملک ہو سکے جہنکا شمار یہ دو ہیں شمس و قمر اور ساتھ اُنکے یا</p>
<p>عطار دوزخ و زہرہ مشتری بہرام</p>	
<p>جو کچھ ہو اُسے بنایا یہ کل نہاں عیاں ہیں ایسے ایسے مکاں اور اُسکے میاں</p>	<p>اُسکی صفت و قدرت ہیں یہ سنایاں بشر جو چاہے کہ سمجھے اُنھیں سو کہاں</p>
<p>ہیں یہاں فرشتوں کے عاجز و ناتوان</p>	
<p>زہیں کو دیکھو تو کل آب پر دیا ہی قرار کیا پھر اور نباتات کے تین اظہار</p>	<p>پھر اُسہیں اور بنائے ہیں کہ وہ بر و بجا کھالے اُسے گل میوہ شاخ و برگ با</p>
<p>سب اُسکے لطفِ کرم کے ہیں عام و انعام</p>	
<p>وہی ہی خالق و رازق وہی قوف و غفور اُسی کے حکم سے خلقت کا یہاں ہو اُچھور</p>	<p>اُسی کی ہر سے پلے ہیں سب خوش و طیب جھک رہا ہے اُسی کی یہ قدر توں کا نور</p>
<p>بہر زمان و بہر ساعت بہر ہنگام</p>	
<p>اُسی نے حکم کیا ہے ہمیں عبادت کا جو غور کی تو ہمارا بھی ہے اسی میں بھلا</p>	<p>اُسی نے طاعت و تعویذ کا حکم بھگودیا کہ اُسکا شکر کریں شب و تاب روز و آد</p>
<p>اطاعت اُسکی بجا لائیں صبح تا شام</p>	
<p>جو ہمیں لطف و عنایت ہے کب کسی میں ہو عبادت اُسکی ہے ہر جگہ ہو دل کی خو</p>	<p>ہر ایک طرف ہے اسی گلِ کرم کی بو نظرِ نکتہ سمجھ مہر و فضلِ خالق کو</p>

اُسی کے فضل سے نون جہاں میں ہے

خدا کی طاعت و اطاعت کی بابت نصیحت

نظم

دلالت کئے گو میرے یقین جان میاں
جوابات تجھ سے کہوں میں نے تو مان میاں
لکھو تو عمر کو غفلت میں ہر مان میاں
دہن میں بھرتی ہی جیتکتی شاہان میاں

خدا کا نام لیا کر تو ان آن میاں

مٹی جہاں میں تجھے یہ جو زندگانی ہے
یہ چند روزہ ہی اسی جان جاودانی ہے
عبادت کی ہزل میں ہی جسے ٹھانی ہے
اُسی کو دُونوں جہاں بیچ شادانی ہے

وہی تو گرجو رہے تو بھی شادان میاں

کجو ہر طرح سے عبادت میں دل لگا دیکھا
تو یہاں بھی خوش رہیگا وہاں بھی خوش رہیگا
ہزاروں فائدے دلخواہ رہیں پا دیکھا
اور اپنی عمر کو غفلت میں تو گنوا دیکھا

تو اس میں ہو گا نہایت ترانیاں میاں

نماز پڑھ کے ذرہ صنم کے چمن کو دیکھ
بہارِ باغِ عنایاتِ ذوالمنن کو دیکھ
ریاضِ صوم کو اور گلستانِ تن کو دیکھ
نغمِ و راحت و آرام و پیرہن کو دیکھ

کہ ہیں خدا کے یہ لطف بیکران میاں

کیے گناہ تو سب و غدا ب دیکھ
بروزِ حشر بہت بیچ و تاب دیکھ
و اگر صواب کر گیا صواب دیکھ
خوشی سے اپنے تئیں کامیاب دیکھ

	ہمیشہ حسن عمل سے لگا تو دھیا میا	
خدا کا شکر بجا لا ہر اک طرح خوش ہو	یہ زندگی ہی غنیمت اسے تو مفت تھو	یہ دنیا فرس عقیقی ہی اس میں نیکی ہو
	کہا نظیر نے جو کچھ تو یا در کھہ اسکو	
	اُسی میں تیری سعادت کا ہی لٹھامیا	
	دو الی اور جوا	
ہر اک مکاں میں جلا بھر دیا دولی کا	ہر اک طرف گوا جالا ہو دولی کا	سبھی کے دل میں جاں بھا گیا دولی کا
	عجب بہا سکا ہی دن بنا دولی کا	
کسی نے نقد لیا اور کوئی کرے ہو	بہاں میں یا ر و عجب طر کھا ہی یہ تو ہا	کھلو نوں کھیلوں تبا سوں کا گرم ہو یا ر
	ہر اک دکاں میں جی اچھو کی ہو ہی ہو ہا	
	سبھوں کو نکا ہی اب جا بجا دولی کا	
پکارے تے ہیں کہ لا رہ دولی ہی آئی	مٹھائیوں کی دکانیں لگا کر حلوائی	بتا سے کہ کوئی بستی کسی نے ملوائی
	رکھو نے والو نکلی اُسے یادہ بن لئی	
	گوا یا اٹھو لکے ہاں راج اگیا دولی کا	
اسٹھوں نے کھایا اسی کے واسطے ہو	صرف حرام کی کوٹھی کا جینکا ہی ہو یا	کہیں میں تہنکے دھواہ سے ہر اک لیا
	دو الی آئی ہی سب دھلائیے اسی بار	
	خدا کے فضل سے ہو کسرا دولی کا	

نظیر

مکان لپ کے ٹھلیا بجو کوری کھلوی اصل جواری تھے اُن میں توجاں سی	جلا چراغ کو کوری وہ جلد جھٹکائی خوشی سے کو د اچھل کر پکارے اُکھائی
شگون پہلے کر دم ذرا دوالی کا	
شگن کی بانی لگی پہلی بار گنڈے کی بڑھی جو ایسی طرح بار بار گنڈے کی	پھر اُس سے بڑھکے لگی تین چار گنڈے کی تو اُس گے لگنے لگی پھر ہزار گنڈے کی
کمال نرخ بڑھا پھر تو آدوالی کا	
کسی نے گھر کی چوٹی کر دیکھا ہا کسی نے خیر کسی کی چور اچھیا ہا	جو کچھ تھی جنس میسر بنا بنا ہا کسی نے گھڑی اٹھا گھر کی اپنے لا ہا
یہ ہرجیت کا حیر چا بڑھا دوالی کا	
کسی کو داؤ پہ لاکئی موٹھ نے مارا کسی کو نو دے چوڑے کر دیا زارا	کسی کے گھر پہ سونختہ انگارا لنگوٹی باندھ کے بیٹھا ازار تک ہا
یہ شور آ کے مچا جا بجا دوالی کا	
تحقین خبر نہیں یارو یہ لٹ ہا رہی تھی تو اُسے جوڑو کی نتمہ اور ازار اتاری تھی	کسی زمانہ میں آگے ہوا جو جواری تھی ازار کبا تھی کہ جوڑو تک بھی ہا رہی تھی
سنا یہ تم نے نہیں ماجرا دوالی کا	
یہ باتیں سچ ہیں نہ جھوٹ انکو جانو یارو جہاں کو جاؤ یہ قصہ بکھائیو یارو	نصیحتیں ہیں انہیں دل میں ٹھائیو یارو جو جواری ہو نہ بُرا اسکا مائیو یارو

نظیر آپ بھی ہوا یاد والی کا

ترتوز

کیوں نہ ہو سبز زعفران کی برابر ترتوز
دل کی گرمی کو نکالے ہی یہ اکثر ترتوز
کرتا ہی خشک کلیجے کی تیں ترتوز
جس طرف دیکھیں بہتر ہے ہی بہتر ترتوز

نظیر

اب تو بازار میں بکتے ہیں سراسر ترتوز

کتنے کھاتے ہیں ناکت رات آتش آتش
کتنے شربت ہی کے پتے میں کھڑے بھر
تاکہ سینہ ہو خشک سردی ٹھنڈا ہو جگر
کتنے بچوں کو کھٹکتے ہیں خشتی ہو ہو

کتنے کھاتے ہیں کفایت منگنا کرتوز

میٹھے اور ٹھنڈے ہیں سبز زعفران
شب کو دو چار منگنا کر جو رات سے میں
ہونٹ چپکے ہیں جدا دانت ہیں کر کچتے
کبا کہوں میں کہ مٹھائی میں دیکھتے

کوئی آؤ لا کوئی مصری کوئی شکر ترتوز

بارش کی شدت اور کچھ طکی کشت

برسات کا جہان میں شکر بھیل
جھڑوں کا میہ بھی آکے سر بھیل
بادل بھی ہر طرف سے ہوا پر بھیل
جھٹا کسی کا شور مچا کر بھیل

نظیر

کوٹھا جھکا امارسی گری بھیل

جنگل نئے نئے تھے مکاں اور مجلس
اسکی چھتیں ٹپکتی ہیں چھلنی ہو جا بسا

دہوار میں بیٹھتی ہیں چھلوں کا غل مچا	لاٹھی کو ٹھیک کر جو سٹوں ہی کھڑا تو کیا
چھٹا اگر اسٹیری کا پتھر پھسل پڑا	
جھڑوں نے اس طرح کا دیا آکے جھڑنگا	سینے جدھر اُدھر کو دھڑکے کی جھڑ
کوئی پکارے ہم مراد روازہ گر حید	کوئی کہے ہی ہاے اُوں تم نہیں کیا
تم در کو جھینکے ہو مراد کھڑ پھسل پڑا	
باراں جب آکے نچتے مکاں کہیں ہلا	کچا مکاں پھر اسکی بھلا کیونکہ اب لا
ہر جھونپڑی میں شور ہی ہر گھر میں دوا	کہتے ہیں یارو دودھ کو بھلا ہی ہاے نا
یا کھے کچھیت سو گئے چھ پھسل پڑا	
یہاں تک ہر اک مکاں پھسلنے کی ہی ہن	نکلے جو گھر سے اسکو پھسلنے کا ہی یقین
مفلس غیب پر ہی یہ موٹوں کچھ نہیں	کبا فیل کا سوار ہی کیا پاکی نشیں
ایا جو اس میں کے اوپر پھسل پڑا	
دیکھو جدھر تھر تھر کو ہی غل پکارا ہی	کوئی پھنسا ہی اور کوئی کچھ نہیں خواہی
پیادہ اسٹھا جو مر کے تو پچھ اسواڑی	گرنے کی دھوم دھام یہ کچھ بھلاڑی
جو ہاتھی پٹا اونٹ گر آخر پھسل پڑا	
چکنی نہیں یہ یہاں تپیں کیڑے بڑے بشمار	کیسا ہی ہوشیار ہو پھسلے ہی ایکبار
تو کر کا بس نہ اسمیں نہ آقا کا اختیار	کو بچے گلی میں ہمنے خود کیا ہستی با
آقا خود لگا لگائے تو تو کر پھسل پڑا	

کو بچے میں کوئی اور کوئی بازار میں گرا رستے کے بچے پانچ پکا پیٹ گیا	کوئی گلی میں گر کے ہی کیچڑ میں لوٹتا اس سب جگہ کے گرنے آ یا جو بچ گیا
وہ اپنے گھر کے صحن میں آکر کھینچا	
حلقے کا کڑاٹا حارٹا	
جب ماہ اگھن کا دھلتا ہوتا دیکھ بھاریں جا کی دن جلدی جلدی چلتا ہوتا دیکھ بھاریں جا کی	اور منہ منہ میں سن جھلتا ہوتا دیکھ بھاریں جا کی پالا بھی برف پھلتا ہوتا دیکھ بھاریں جا کی
جلانم ٹھوک اچھلتا ہوتا دیکھ بھاریں جا کی	
تن ٹھوک مار پچھا ہوتا دھرتی ہو کشتی ہو شورو پھوٹو ہو شورو کا اور دھرتی ہو سی	تھر تھر کا زور کھار ہوتا ہو کشتی ہو کشتی کٹے پر کٹا لگ لگ چلتی ہو منہ میں چکی سی
ہر انت چنے سے لتا ہوتا دیکھ بھاریں جا کی	
ہر لیک میں دھرتی آباد دیا ہو چکر بیٹھی ہو سردی گریں اور برف پھلتا ہو	جو ہر دم کپکپ ہوتی ہو ہرن کر کر اور تھر تھر جھڑ باندھ مھاوٹ پڑتی ہو اور تیر لہریں کر
سناتا باؤ کا چلتا ہوتا دیکھ بھاریں جا کی	
ہر چار طرف سردی ہو اور صحن کھلا ہو کھٹکا چھڑکا ہو ہوائی کا اور خوب پلنگ بھی ہو چکا	اور تن زینہ شبنم کا ہو جھینس کا عطر لگا ہاتھوں میں پایا لشریت کا ہو لگے اک فرش کھ
فراش بھی نکچا جھلتا ہوتا دیکھ بھاریں جا کی	

نظیر

روضہ تابلیج

نظ

یارِ دیتا جلجیو یہاں آشکارا ہو
مستور اسکان نامِ شبِ مودِ ابرو
خوبی میں سبطِ حکا اسے اعتبار ہو
روضہ جو اس مکان میں دریا کنار ہو

نقشے میں اپنے یہ بھی عجیب نکات

روی نہیں یہ یوں تو مکانِ خوب ہیں
پڑس مکان کی خوبیاں کہاں کہاں
سنگِ فید سے جو بنائی قمرِ شال
ایسا چمک باہی تجلی سے یہ مکان

جس سے بلور کی بھی چمک شرما رہی

گنبد ہی اسکانِ نورِ بلند ہی سے بہرہ
گروائے گندیاں بھی جتنی ہوئی ہیں
اور وہ کلسِ نجیبی سرگنبد سے سر بلند
ایسا ہلالِ اُسیہ سنہرا ہی دل پسند

ہر ماہ جسکے خم پہ مہرِ نونشا رہی

گنبد کے نیچے اور مکانِ بروجِ آس پاس
وہ بھی برنگِ سہم چمکتے ہیں خوش آس
برسوں تک اُسیں رہیے تو ہو وہی آس
آتی ہی ہر طرف سے گلِ سپاس کی با

ہوتا ہی شاد اُسیں جو کرا گدا رہی

اور بیچ میں مکان کے دو طرفہ ہیں یہاں
گروائے کے جالی اور محرابِ ہر طرف
سنگین گل جو اُسیں بنا ہیے نشاں
پتے کلی سہاگِ رگ و رنگ ہی عیاں

جو نقش اُسیں ہی وہ جواہر نگار رہی

دلو اُکھس رہیں سنگ میں نازکِ عجیب گار
اسے بھی لگے ہیں مجلا و تابدار
اسے بھی لگے ہیں مجلا و تابدار

دروازوں پر لکھا خطِ طغرائی طرفہ کا
ہر گوشہ پر کھڑے ہیں گنچمنار اُسکے چا

چاروں سے طرفہ آج کی خوبی دیکھو

پہلو میں ایک برج بسی کہتے ہیں آج
اُسے نظر ہیں اُس سے مکانِ دُور دور
مسجد ہی ایسی جسکی صفت کس کا ہو
بے بھراؤر بھی مکاں ہیں دھواور اودھ کھڑ

دروازہ کلاں بھی بلند ستوا رہی

نچو صحن باغ کا ہی وہ ایسا ہی دلکشا
اُتی ہے جس میں گلشنِ فردوس کی ہوا
ہر سونہر چلتی ہے اور ہر طرف ہوا
ہلتی ہیں ایساں بھی ہر گل ہی چھو

کیا کباروشِ دوش پہجوم بہاری

سر و سی کھڑے ہیں قہر سے سز تن
کو کو کریں ہیں قمریاں ہو کر شکنگن
راہیل دیویتی سے بھر ہیں چمن
گلنار و لالہ و گل و سنہرے سنہرے

فوارے چھٹتے ہیں مانجھیا رہی

وہ تاجدار شاہجہاں صاحبِ برہم
بنوایا ہی اُسی نے لگا سیم و زر کثیر
جو دیکھتا ہی اُسکے یہ ہوتا ہی دلپذیر
تعریف اس مکاں کی ہیں کیا کبار و ز

اُسکی صفت تو شہرِ روزگار رہی

نظیر کے وقت اگر ہین بروزِ کاری عالم

ہی آبتو کچھ سخن کا مرے اختیار بند
رہتی ہی طبعِ شوخ میں لیں مہار بند

ہر کس طرح نہ موند میں باں بار بار بند	دریا سخن کی فکر کا ہی موجد بار بند
جب اگر وہ کی خلق کا ہو تو گر کار بند	
کوسٹ کی چھت نہیں ہے یہی چھائی ہو ہر گھر میں اس طرح سے پھرائی ہو	بیر و زگاری نے یہ کھائی ہو دہوار و در کے بیچ سمائی ہو
پانی کا ٹوٹ جاے ہی جو اکیلا بند	
لاچار قرض و وام چھپرے ہیں اس بکھرے پھوس ہے یہ ان چھپرے چال	کڑیاں جو سال کی تھیں بکڑی ہو پھوس اور ٹھیکرے انکے ہیں جو بکھرے
گواہ کہ انکے بھول گئے ہیں جا رہا بند	
اور بے زری میں گھر کا نہ باہر کا بند مفسل جو مفسلی میں گھر کا بند	دنیا میں بقا ہم سے ہی نہ کا بند اقا کا نظام نہ تو کر کا بند
کلمٹی کے تار کا ہی وہ نا استوار بند	
خطرہ نہ چور کا نہ اُچکے کا دریا کھنکار جا گئے سارے مطلق اثر کا	کپڑا نہ گھڑی بیچ نہ تھیلی میں رہا رہنے کو بن کو اڑ کا پھوٹا کھنڈر کا
اس نے سے بھی جو ہو گئے چور و چار	
آتا نظر کسی کا نہیں اکیدم نباہ وہ لوگ ایک کوٹھی کے محتاج ہیں	اب لگہ میں جتنے ہیں لوگ تباہ ماٹگو عزیز و ایسے بے وقت سے پناہ
کسب ہنر کے یاد ہیں جنکو ہنر بند	

صرفہ بیٹے جوہری اور سیٹھ ساہوکار
دیتے تھے سب کو نقد سوکھاتے ہیں اب دھکا
بازار میں گڑے ہی ٹہری خاک بشتار
بیٹھے ہیں بچوں کا کونوں میں اپنی دکاندا

جیسے کہ خور بیٹھے ہوں قیدی قطار بند

سو گروں کو سود نہ کیو پاری کو فلاح
بزار کو ہی نفع نہ پیناری کو فلاح
دلال کو ہی یافت نہ بزاری کو فلاح
دکھیا کو فائدہ نہ پیناری کو فلاح

یہاں تک پہنچے ہیں آن کے لوگوں کا کار بند

مارے ہیں ہاتھ ہاتھ بے سبب یہاں دھکا
اور جتنے پینے دار ہیں وہ ہیں رازدار
کوٹے ہی تن لہا کو پیٹے ہیں سنا
کچھ اکیلے دوسے کام کار و ناہنیں نہ یا

چھتیس منہ والوں کا ہی کار و بار بند

زر کے بھی جتنے کام وہ سب بک گئے
اور ریشمی قوام بھی کیسے چٹک گئے
نہ دارا ٹھٹھ گئے تو بیٹے ترک گئے
چلنے سے کام ناکر کشتوں کے بھی تھک گئے

کسا بال سٹلی کھینچیں جو ہو جا کار بند

بیٹھے بساطی راہ میں تنگ سے چلتے ہمارے
جلتے ہیں ناں بانی کو تو بھر بھرتے بھنتے
دھنیے بھی ہاتھ ملے تہاں دسر کو دھنتے
رو روے ہیں جو مشورع والی مینتے ہیں

اور وہ تو مر گئے جو نہیں تھے ارا بند

گر کاغذی حال کے کاغذ کو دیکھیے
مطلق اُسے خبر نہیں کاغذ کے بھاؤ
رہی قلم دکان میں ٹکڑے ہیں ٹاکے
یہاں تک کہ اپنی چٹھی کے لکھنے کیوا

	کاغذ کا مانگا آہی ہر اک سے ادھار بند	
لوٹے ہیں گردِ پیشِ مخمرازقِ راہ مار کُتوالِ دوویں خاک اڑے تہِ منج کیدا	بیو باری آتے جاتے نہیں درِ زینہا مٹاؤں کا بھی کام نہیں جیتا میرے یا	
	آتے نظر میں گھاٹ سبھی اُپار بند	
ہر دم کا نگروں کو پیرِ بیچ و تاب ہیں مرے تہیں مینا سازِ مصویر کیا ہیں	صحاف اپنے حال میں غم کی کتابیں نقاش اُن سبھوں سے زیادہ خراب ہیں	
	زنگِ قلم کے ہو گئے نقش و نگار بند	
بیچیں تھے وہ جو گوندھکے پھول کی بٹھی جب آدھی رات تک نہ بکے جنسِ آبدار	مُجھار ہی ہو جی کی کلّی دل ہی و خدا لاچار پھر وہ نوکری اپنی نہیں یہ مار	
	جیتے ہیں گردِ کان کو آخر وہ ہار بند	
حجام پر بھی یہاں تیں ہی مفلسی کا زور کاپے ہی سر جھکوتے ہو اُسکی پوٹو	پسیا کہاں جو سان بھڑکوں کا شو کبا بات ایک بال کٹیا راتے کور	
	یہاں تک ہی اُترے نہنی کی ہار بند	
دُور و بجا کے وہ جو آتاریں ہیں نہ ہمار منتر تو جب چلے کہ ہو جب بیٹ کا ہار	اُسہی وہ کھیلے تہیں ہمار شہرِ بیت مار جب مفلسی کل سانپ ہو رنگ گلے کا ہار	
	کبا خاک پھر وہ باندھیں کہیں جی مار بند	
پھرتے ہیں نوکری کو جو بیکر سالدار گھوٹے کی ہی لگا مہرِ ڈھونکی ہی مہار		

یوں ہر کہاں میں آ کے اُترتے ہیں گوار	کپڑے تپا پاں نہ پرتل نہ بوجھ بھا
جنگل میں جیسے رہتے ہیں لاکڑا رند	
اب تو ہمارا کام تمکا بھیج اسی خدا لے جان اب ہماری تو یا بھیج اسی خدا	کوئی پکارتا ہی نہ اُٹھ بھیج اسی خدا کوئی کہے ہی ہاتھ اُٹھا بھیج اسی خدا
کیوں فزنی کی ہیچوں مری پور کا بند	
بیکار کب تک کوئی قرض دھار کھا آتا ہی ایسے حال پہ دنا ہمیں تو ہا	محنت ہاتھ پاؤں کی گڑنی ہاتھ آئے دیکھو جسے دکھ رہا ہی زور دے دے
دشمن کا بھی خدا نہ کرے کار و بار بند	
با من بھی سر پہلے تہیں منہ و کج شہر ہیں پر زار بھی اپنے گھر نکلے پج	آمدہ خادوں کی تہیں مقبروں کے پج حیراں ہیں علم کے ابھی منہ نکلے پج
اندرونیاز ہو گئیں سب کیا بار بند	
جس گھریہ جاسواں دے کر تہیں خوا خوا وہاں سے صدیہ آتی ہی پھر گنگا تباہ	اس شہر کے فقیر بھکاری ہیں تباہ بھوکے ہیں کچھ کھلائیو با خدا کی راہ
کرتے ہیں ہونٹ اپنے وہ ہونٹ ساز بند	
رؤزی کے آج ہاتھ سے عاجز ہیں غریب اٹھتے ہیں سب کان سے کدھر کہ یا نصیب	کپا چھوٹے پیشہ واد کا پیشہ درجیب ہوئی تہی بیٹھے بیٹھے ہی شام آریب
نستہ ہماری ہو گئی ہے اختیار بند	

قسمت کے چار پیسے میں تھمے آئے ہیں
البتہ رُوکھی سوکھی نہ مٹنی ٹپکائی ہیں
جو خالی آتے ہیں وہ قرض لینے جاتے ہیں
یوں بھی نہ پایا کچھ تو نقطہ غم نہی کھاتے ہیں

سکوتے ہیں کروڑ لاکھ آہ مار بند

کبوتر بھلا نہ مانگے سو قسے پناہ
محتاج ہو جو پھر نے لگی در بدر سپاہ
یہاں تک اپنا زور سپاہی ہوئے تباہ
جنکی جگہ میں چلتے تھے ہاتھی مگھور آہ

وہ دوسرے قسے اور کے کپڑے سٹکار بند

ہیں جن سپاہیوں کے بندوق اور سناں
کندے کا اٹکنا نام چلے گا ہر نشان
بندھنے کے بند تار تو قسے کہیں کہا
لاچار اپنی زوری کا باعث سمجھ کے ہاں

رستی کے ان میں باندھیں ہیں قسے پناہ

جو گھوڑا اپنا بیچ کے نہیں کوڑو رکھیں
یا تیغ اور سپر کو لیے چوک میں پھریں
پٹکا جو کب آوے تو کبا خاک دیکے لیر
جب پیش قرض بہ کے پڑے وہی سپاہی

پھر انکا کون مول لے نہ کچھ دار بند

جتنے سپاہی یہاں تھے نہ جانے گدھر گئے
دکھن کے تین نکل گئے یا بیشتر گئے
ہتھیار بیچ ہو گئے گدا گھر گھر گئے
جب گھوڑے بھاگے وہ بھی بھول گئے

پھر کون پوچھے انکو جواب ہیں کہا بند

ایسا سپاہی مرد کا دشمن نہ مانا نہی
رُوٹی سوار کو ہی نہ گھوڑے کو دانا نہی
تخوہ نے طلب ہی نہ پناہ کھانا نہی
پیادے دوال بند کا پھر کہا بھگنا نہی

در درخواب ہونے لگے جب نقاب بند	
جتنے ہیں آج اگرے میں کا خاجا کس کس کے دکھ کو دیکھ کس کی کیسے بات	سب پر پڑی ہوئی کنگے وزی کی نور کی آفت کا ہاتھ نہیں ہے با
ایسی ہوا کچھ کے ہوئی کی بار بند	
ہی کو سنا وہل جسے فرسودگی نہیں ہرگز کسی کے حال میں بہبودگی نہیں	وہ گھر نہیں کہ سوئی گئی تو دگی نہیں اب گھر کی خلق میں آسوی نہیں
گودری کی آسے سی ہوئی بگڑا بند	
ہیں باغ جتنے یہاں کے سوائے بچاں شوکلے ہوئے کھڑے ہیں درختاں	کانے کا ان میں نام نہیں پل در کنا کباری میں خاک ڈھول دس پڑا بند
ایسی خزاں کے ہاتھوں میں ہی ہوا بند	
دیکھ کوئی حین ٹوٹا ہی اُجاڑ سا آواز قمریوں کی نہ بلبل کی ہی صدا	غنجہ نہ پھل نہ پھول نہ سبزہ ہلہرا نہ حوض نہ آب نہ پانی نہ نہر کا
چادر پڑی ہوئی خشک تو ہوئی آبشار بند	
بے وارثی سے اگرہ ایسا ہوتا ہوتا ہی باغباں سے ہر کج کا بنا	پھوٹی ٹھولیاں ہیں تو ٹوٹی ٹھہرنا وہ باغ کس طرح نہ لے اور نہ جڑے
خسکانہ باغباں ہونہ مالک خار بند	
کیوں یاد دہان میں کیسی چلی جو غلطی سے ہوتی کسی کا نہیں بجا	جو ہی سوا اس ہوا میں دوانہ سا ہوتا سو دوا ہوا مزاج زمانہ کو یا خدا

تو ہی حکم کھول سے اب اسکے چار بند

ہی میری حق سے اب یہ عاتق نام سحر
سب کھا دیں پیوں یاد کھینچنے لگے
ہو اگرہ کی خلق پہ پھر مہر کی نظر
اس ٹٹے شہر پر بھی الٹی تو فضل کر

کھل جاویں ایک بار تو سب کار و بار بند

عاشق کہنو کہو اگرہ کا ہی
مفسس کہنو نقیب کہنو اگرہ کا ہی
ملا کہو دب کہنو اگرہ کا ہی
شاعر کہنو نظم کہنو اگرہ کا ہی

اس واسطے یہ اُس نے لکھ پانچ چار بند

دنیا کی ناپایداری اور آخرت کے لیے تیاری

سارے دنیا ہی خوف کی جاہل ایک کو کوچ و مدح
مسافر نہ ٹکے ہو اٹھو مقام فردوس ہی ارقم
راہ سکندر سیان دارانہ ہی فریدون اور نہ حم
سفر ہی دشوار خواب بکتانست بٹی منزل عدم

نیم جاگو لمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہی

سور عیش و نشاط و عشرت چنید انفاس کہ چھکڑ
غور و فکر و نوح و چنید انفاس کہ چھکڑ
للال و رنج و غم و مصیبت چنید انفاس کہ چھکڑ
جلانی و حسن و جاہ و دولت چنید انفاس کہ چھکڑ

اہل ہی استادہ سے یہ نوید نصیحت ہر ایک مہم جو

مثال بت سکے سب بہن چین دیکھو غور و فکر کی تین
پڑے ہیں کیسے یہ اغانی جٹھی ہیں کس کس کی تین
یہ جاگے تھے ابتدا میں کس دھج سو ہیں انتہا کی تین
نیم غفلت کی چل ہی ہو مند ہی ہیں تقصا کی تین

کچھ ایسے سوتے ہیں سوئیو کہ گناہ کرتے قسم	
معلق عیشِ زندگانی کبھی نہیں ایک قاعدہ پر	قیامِ عمرِ دوزخِ جانی کبھی نہیں ایک قاعدہ پر
بہارِ گلِ لطفِ نوجوانی کبھی نہیں ایک قاعدہ پر	مالِ کارِ جہانِ فانی کبھی نہیں ایک قاعدہ پر
جو چاروں ہیِ وفورِ رحمت تو بے اس کے غم واکم	
شبابِ شبابِ بیل کی عمرِ گدازِ نواں آیا	گئے وہ عیش و نشاط کے دنِ بانیِ رنج و آں آیا
یہ مصرعِ مخبرِ مصیبت پسند ہم کو محال آیا	کیے ہوئے سبھی ہیِ بند، تو مگر کیا کیاں آیا
نسیم جاگو کہ باندھو اٹھاؤ بسترِ کرات کہو	

نویں فصل

ترجیع بندوں میں

ترجیع بند وہ نظم ہے جس میں پہلے چند شعر غزل کی طرح ایک وزن اور قافیہ پر بنتے ہیں اور وہ ایک خانہ کے طور پر قرار پا کر اُس کے بعد دوسرا ایک مطلع دوسرا قافیہ کا آتا ہے جو اگلے اُن شعروں کا ہوزن ہوتا ہے اور اُس کے مطلب سے علاقہ رکھتا ہے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے خانوں کے اشعار بھی پہلے خانہ کے وزن پر اور اُنکی مانند غزل کے طور پر جدے جدے قافیوں پر کہے جاتے اور ہر خانہ کے بعد وہی ایک مطلع گرہ کھاتا ہوا بار بار آتا ہے *

وہ خانہ بند کہلاتے ہیں *

اکثر لوگ خمس کے پانچویں مصرع کو اوستیس کے تیسرے شعر کو ترجیع بند کے طور پر سمجھتے ہیں مگر یہ بھی لائق ہے *

ترجیع بند

جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے

ہی دنیا جسکا نام مایاں یہ اور طرہ کی بستی ہے
 یہاں ہر دم جھگڑے اٹھتے ہیں ان کی آواز بھی
 جو مہنگوں کو تو مہنگی ہے اور سستوں کو سستی ہے
 اگر سست کرے تو سستی ہے اور پست کو پستی ہے

نظیر

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
 اس بات سمجھ کر اور اس بات سمجھ کر یہاں جو دوست بدی ہے

جو اور کسی کا مان سکے تو اسکو کبھی مان ہے
 نقصان کے نقصان کے احسان کے احسان ہے
 جو بان کھلا دیاں ہے جو چوٹی دلو مان ہے
 جو جیسا جسکے ساتھ کہے پھر جیسا اسکو آن ہے

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
 اس بات سمجھ کر اور اس بات سمجھ کر یہاں جو دوست بدی ہے

جو اور کسی کی جان سکے تو اسکی بھی حق جان ہے
 جو اور کسی کی آن سکے تو اسکی بھی حق آن ہے

جو یہاں کھینے والا ہی رہی میں بچا جان کچھ	پر رت پھرت کا نقشہ ہی اس نقشہ کو چھان کچھ
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل رستی ہو اس بات تھ کہ رو اس بات تھ ملے یہاں سو دوست رستی ہو	
جو پار آتا ہے اور نہ کو اسکی بھی آواز نہی ہو شمشیر پر بندوق و سنان اور شتر تیر نہ نہی ہو	جو غرق کرے پھر اسکو بھی بکڑ بکڑا کر نہی ہو یہاں جیسی جیسی کس نہی ہو چڑی سی چڑی نہی ہو
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل رستی ہو اس بات تھ کہ رو اس بات تھ ملے یہاں سو دوست رستی ہو	
جو اکل کھلا چاہوں کسے تو اسکا بول بھی بالائی ہو بے ظلم و خطا جس ظالم نے مظلوم کو زنجیر کر دیا ہو	اور بس پٹکے تو اسکو بھی کوئی اور پٹکے والا ہو اس ظالم کے بھی خون کا یہاں پھر بہتا نہی لائی ہو
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل رستی ہو اس بات تھ کہ رو اس بات تھ ملے یہاں سو دوست رستی ہو	
جو اور کسی کو ناحق میں کوئی جھوٹی بات لگاتا ہو وہ کب بھی لوٹا جاتا ہو اور لاٹھی باٹھی کھاتا ہو	اور کوئی غریب سچا رہے ہی حق ناحق میں لٹ جاتا ہو جو جیسا جیسا کرتا ہو وہ ویسا ویسا پاتا ہو
کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل رستی ہو اس بات تھ کہ رو اس بات تھ ملے یہاں سو دوست رستی ہو	
ہی کھٹا اس کے ساتھ لگا جو کسی کو دے کھٹا چمے کچھ مین چہرہ ہی کچھ کے چم میں ہی بٹا	اور غریب سے جھٹکا کھاتا ہی جو اور کسی کو دے کھٹا کیا کیے اور نظر اگے ہی زور تماشا جھٹ پٹکا

<p>کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور دل پرستی ہو اس بات تھ کر داس بات تھ ملے یہاں نہاوست سستی ہو</p>	
<p>بھلائی کرو تو بھلا پھل پاؤ گے برائی نہ کرو تو بر پھل کھاؤ گے</p>	
<p>دنیا عجیب بازار ہے کچھ جنس یہاں کی ساتھ اکرم دے اکرم لے دیکھ درود و آفات لے</p>	<p>نیل کی کا بد رنگ ہے بد سے بھی کی بات لے میوہ کھلا میوہ ملے پھل کھول دیکھ پال لے</p>
<p>کھجک نہیں کر جب ہی یہاں دنگو دے اور رات لے کیا خوب سودا نقد ہی اس بات تھ دے اس بات لے</p>	<p>اسے نفع کیو اسطے مت اور کا نقصان کر کھا نادرہ کھا دیکھ کر بانی پیا کجھان کر</p>
<p>کھجک نہیں کر جب ہی یہاں دنگو دے اور رات لے کیا خوب سودا نقد ہی اس بات تھ دے اس بات لے</p>	<p>تیرا بھی نقصان ہوو گیا اس بات تو چھان کر یہاں یا نور کھ تو چھونک کر اور خوف گداز کر</p>
<p>کھجک نہیں کر جب ہی یہاں دنگو دے اور رات لے کیا خوب سودا نقد ہی اس بات تھ دے اس بات لے</p>	<p>کرے جو کچھ کرنا ہی یہاں دیم تو کوئی آنی ہو احسان میں احسان ہی نقصان نہیں نقصان ہو</p>
<p>کھجک نہیں کر جب ہی یہاں دنگو دے اور رات لے کیا خوب سودا نقد ہی اس بات تھ دے اس بات لے</p>	<p>تہمت ہے ہی تہمت لگی عُرفان سے طوفان ہو رحمت میں رحمت ہی عیاش طیان میں شیطاں ہو</p>
<p>کھجک نہیں کر جب ہی یہاں دنگو دے اور رات لے کیا خوب سودا نقد ہی اس بات تھ دے اس بات لے</p>	<p>کھجک نہیں کر جب ہی یہاں دنگو دے اور رات لے کیا خوب سودا نقد ہی اس بات تھ دے اس بات لے</p>
<p>جواور کو پھل دیو گیا وہ بھی سد پھل پائیگا</p>	<p>گیہوں سے گیہوں جو سے جو چال سے چال ہو</p>

نظم

۲

<p>یہاں آج جیسا دیوگیا ویسا ہی اُن کل پٹکا</p>	<p>کل دیوگیا کل پٹکا کلیا پٹکا کل پٹکا</p>
<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>	<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>
<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>	<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>
<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>	<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>
<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>	<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>
<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>	<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>
<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>	<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>
<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>	<p>کلیجک نہیں کر جب ہی یہ یہاں نہ نکونے اور</p>
<p>جو چاہے لیچاں اس گھڑی جس ہات تیار ہو</p>	<p>احسان میں احسان ہی آزار میں آزار ہو</p>
<p>دنیا نہ جان اسکو میاں ریا کی میخ چھڑا</p>	<p>تو آئینا میرا پار کر تیرا بھی بیٹا پار ہو</p>

	<p>کھجک نہیں کر جب تک یہاں نہ گودے اور رات کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ داس ہاتھ</p>	
<p>جواور کا کیلے ہی موندہ اسکا بھی نہ کھجک جواور کا چیلے ہی دل اسکا بھی ل چل جگا</p>		<p>جو کل کھلاوے اور کا اسکا بھی کل کھجک جواور کا چیلے ہی دل اسکا بھی ل چل جگا</p>
	<p>کھجک نہیں کر جب تک یہاں نہ گودے اور رات کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ داس ہاتھ</p>	
<p>نیکوں کو نیکی کا مہرہ مودی کو ٹکڑے مودی جو دے مودی سے تھیں تھیں دیکھ لے</p>		<p>یہاں نہ دیوے ہر شکر میں شکر دیکھ لے گر تھجو یہ باد نہیں تو تو بھی کر دیکھ لے</p>
	<p>کھجک نہیں کر جب تک یہاں نہ گودے اور رات کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ داس ہاتھ</p>	
<p>دلشاد رکھ دلشاد رکھ غمناک کھ غمناک یہ وہاں ہیکامیاں ہاں پاک وہ بیباک</p>		<p>غفلت کی یہاں کا نہیں یہاں صاف دیکھ سب حال میں تو بھی نظیر ہر اک کے گنگناک</p>
	<p>کھجک نہیں کر جب تک یہاں نہ گودے اور رات کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ داس ہاتھ</p>	
<p>تندرستی و عزت ہزار نعمت و نہایت غنیمت</p>		
<p>حزمت اھصول کے وسطے جتنا چل دے</p>		<p>ہیں مرداب ہی کہ جھٹوں کا ہی فن دور</p>

رہتا نہیں کسی کا سد مال دھن درست	دولت رہی کسی کی نہ بلغ و چین درست
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست	
دنیا میں اب اٹھو کتنیں کیسے بادشاہ	سجنگے بدن درست ہیں دن رات سال ماہ
جن پاس تندرستی و حرمت کی ہوا پہ	ایسی پھر اور کون سنی دولت ہی واہ واہ
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست	
جو گھڑیں اب میری وحشت پناہی تکی	بن تندرستی سب وہ خرابی تباہی تکی
یہ تندرستی یا زوہر ہی بادشاہی تکی	سچ پوچھیے تو عین فیض الہی تکی
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست	
گرد و لٹوں سے اُسکا بھرا ہی تمام گھر	بہار ہی تو خاک سے بدتر ہی سب ہزار
ہو تندرست گرچہ مفلس ہو سرب	پھر نہ کسی کا خوف نہ ہرگز کسی کا ڈر
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست	
اس میں تمام ختم ہیں غالم کی خوبیاں	ہو تندرست اور ملے حرمت نیم نان
قسمت سے گریہ و نوں دیکھوں پھر نوہاں	بھڑکی اور کون ہی لغمت ہی میری جان

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن بہت امداد آبرو سے رکھے اور تندرست	
تو اسکو جانو یہ گدا سے بھی ہی تباہ اب جسکا تندرستی و حرمت ہو نباہ	بیمار گر یہ لاکھ طرح سے ہو بادشاہ ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور جہاں پناہ
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن بہت امداد آبرو سے رکھے اور تندرست	
جب تک یہ کل بنی ہی تھی تک پہنچ کر کل پھر نہ خوشی نہ عیش نہ کچھ زندگی کا بھل	قدرت یہ جو تن کی بنی ہی ہر ایک کل گر ہو خدا نخواستہ اک کل بھی جان کل
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن بہت امداد آبرو سے رکھے اور تندرست	
یا بادشاہ شہر کا یا ملک کا وزیر جو ٹوٹے اب کہا سو ہی سچ ہی نظیر	اعلیٰ ہو یا کہ ادنیٰ تو انگہ نہ فقیر ہی سب کو تندرستی و حرمت ہی پیر
جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن بہت امداد آبرو سے رکھے اور تندرست	
گرمی میں کورے برتن کا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی	
جس سے کھلتی ہی ہر کلی تن کی	کورے برتن ہیں کپاڑی گلشن کی

کونڈ پانی کی اُن میں جب کھنکی	کیا وہ پیاری صدا ہے سنسن کی
تازگی جی کی اور تری تن کی	واہ کیا بات کورے برتن کی
پانی کی آپ اب بڑی ہی ذات	قطرہ قطرہ ہی جسکا آب حیات
کورے برتن میں جبکہ آیا بات	پھر تو آب حیات بھی ہی بات
تازگی جی کی اور تری تن کی	واہ کیا بات کورے برتن کی
کھورے کورنوں کو دیکھ عالم میں	کورے مصری کے بھر گئے غم میں
یون وہ رستے ہیں آب کی نم میں	جیسے ڈوبے ہوئے پھول شبنم میں
تازگی جی کی اور تری تن کی	واہ کیا بات کورے برتن کی
وہ جو کور اسفید جھمڑ ہی	جسکی جاگ پر ملک جھمڑ ہی
بیل بوٹے سے اس جھمک پڑی	طاش کش خواب یا شجر ہی
تازگی جی کی اور تری تن کی	واہ کیا بات کورے برتن کی
جس صراحی میں سر دپانی ہی	موتی کی آب پانی پانی ہی
زندگی کی یہی نشانی ہی	دوست کو یہ بھی بات پانی ہی

تازگی جی کی اور ترسی تن کی
واہ کہا بات کورے برتن کی

جتے نذر و نیاز کرتے ہیں
جبکہ لا پان پھول دھرتے ہیں
اور جو پیروں سے پیٹے ڈرتے ہیں
وہ بھی کوری ہی ٹھلیاں بھرتے ہیں

تازگی جی کی اور ترسی تن کی
واہ کہا بات کورے برتن کی

کوروں پر جو نظیرِ بخوبن ہو
جس گھر و بچی یہ کور ابرتن ہو
بھڑوے میں کہاں دکھنکھن ہو
وہ گھر و بچی نہیں ہی گلشن ہو

تازگی جی کی اور ترسی تن کی
واہ کہا بات کورے برتن کی

اگرہ کی پتی پتی کلڑیاں

پہونچے نہ اسکو ہرگز کاہل درگی کلڑی
نرین کے پرے کی اور نر درگی کلڑی
نرین باورچیم خوبی بھر کی کلڑی
نر دھن اور نہ ہرگز اس پرے کی کلڑی

کیا خوب نرم و نازک اس کے کی کلڑی
اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی کلڑی

چھوئے زمین گل گل ہو کھائیں کرکری
گرمی کے مارنیکو اک تیر کی سری ہو

انگٹوں میں سُکھ کلیجے ٹھنڈک ہری پھٹی	گکڑی نہ سکتیہ سکو گکڑی نہیں ہی ہر
کبا خوب نرم و نازک اس گرے کی گکڑی	اور جس میں خاص کا فر اسکندرے کی گکڑی
پٹھی ہر جب کو برنی کہیے گلابی کہیے	یا حلقہ دیکھ اُسکے تازمی حلقہ
تل شکر یوں کی پھا نکلیں اب یا ام ہئی	سج پوچھیے تو اسکو دزدان مصری کہیے
کبا خوب نرم و نازک اس گرے کی گکڑی	اور جس میں خاص کا فر اسکندرے کی گکڑی
مشہور حبیبی ہر جاہاں کی جمالیاں ہیں	وہی ہی گکڑی نے بھی ہویت ڈالیاں ہیں
میٹھی ہیں سو نو گو یا شکر کی تھالیاں ہیں	کڑوی ہیں سو بھی گویا شادی کی گالیاں ہیں
کبا خوب نرم و نازک اس گرے کی گکڑی	اور جس میں خاص کا فر اسکندرے کی گکڑی
جوا یکا باریا رو اس جا کی کھائے گکڑی	پھر جا کہیں کی شکوہ ہرگز نہ بھاگکڑی
دل تو نظیر غش ہی یعنی منگائے گکڑی	گکڑی ہی یا قیامت کبا کہیے ہاککڑی
کبا خوب نرم و نازک اس گرے کی گکڑی	اور جس میں خاص کا فر اسکندرے کی گکڑی
ایک بھوجال کا حال	
بھوجال کا جو حق نے نقشہ جا دیا	قدرت کا اپنی نور جہاں کو دکھا دیا

روشن دلوں کو نورِ نظر کا بڑھا دیا غفلت زدوں کو مار کے ٹھوکر بگا دیا

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

سندِ بارہ سوا سٹھارہ میں یہ وارد ہوئی تھی
اولِ جمادی بارہویں تاریخ سات تھی
دنِ بدھ کا جمعرات کی وہ آدھی رات تھی
بھوجپال کا تھا قدرتِ حق کی یاد تھی

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

اخر بے ارضِ قاف سے تاقانِ ہل چکا
اگر اٹلِ راجل کے کلیجے بھل چکے
انسان گھر سے دشت کے وحشی بھل چکے
طاؤز بھی آشیانوں میں اپنے بھل چکے

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

گر گڑھ کوٹ قلعہ روز میں یرہل گئے
کانہیں انگلیں برج کے کنگور بھل گئے
سنگیں مکاں محلِ خوب نے تھے ٹوکھل گئے
اینٹوں کے زہرے بھٹ پتھر گھل گئے

دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا
اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا

باہم کو اڑا کر پڑے زنجیریں بھل گئیں
کڑیاں کڑک کڑک کے چھتوں بھل گئیں
چھچھے ستونِ کاسے منڈیریں بھل گئیں
دیواریں جھوم جھوم کے پنکھے بھل گئیں

<p>دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور بچھڑا دیا</p>	<p>لرزے میں آ کے ڈالیاں نکل گئی ہیں تھر کے گاؤں ماہی کی چولیں اُس گیس دہشت سے چلن بھلن ہو گئیں جل تھل کے ہوش اُٹ گئے پرخین</p>	<p>دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور بچھڑا دیا</p>	<p>قدرت کی تیغ کی ہی یہ کچھ آبِ دروہی دارائی کام آئی نہ کچھ یہاں سکندری کھینچے ہی سکتے پگنی سینوں میں تھری اک دم میں تھر تھر گئی سب خشکی دہری</p>	<p>دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور بچھڑا دیا</p>	<p>بھو چال کی دھمک کا وہ سنتے ہی کھڑا اوروں کے دل کی کبا کہوں جاوے خدا جی دھک سے تن میں ہو گیا اور دم پر میں توجانا موروں سر فیل بچک گیا</p>	<p>دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور بچھڑا دیا</p>	<p>ہنسی کے مارے پہلے تو دل ہو گیا دوپ پھر قدر تو نکلی شان کی ایک لبِ مسد و بیم جب تھم گیا تو ہو گیا پھروں ہی مستقیم سر کو جھکا کے میں نے کہا وہ ہی اک پریم اک آن میں ہلا دیا اور بچھڑا دیا</p>	<p>دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا</p>
---	--	---	---	---	--	---	--	---

بھوجپال میں کہاں تھا یہ نقشہ مجال کا اک پل میں یوں بڑھا دیا شعبہ مجال کا	سب حکم تھا یہ حضرت ایزد تعال کا اک دم میں پھر گھٹا دیا نقشہ خیال کا
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا	
بھوجپال کا تو کہنے کی خاطر ہی نام تھا ان حکام ذوالمن کا جہاں ہتھام تھا	یہ زور و شور اور کی قدرت کا کام تھا یہ لرزہ تو وہاں کا یہ ادنی غلام تھا
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا	
دستِ قضا کی انگلی کی چھوٹی یہ پوری تھی بھوجپال کا تو یارو یہ ادنی سا شور تھی	ہلنے سے جسکے کانیا ہر اک مارو تھی سودر جہاں سے اُسکی تو قدرت میں تھی
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا	
بھوجپال کے تو ہم کو خیالات خاتم تھے تھا دول تو وہی کہ نہ حاصل اور نہ عام تھے	یہ چھوڑنے یہ روکنے قدرت کے کام تھے رحم آگیا وگرنہ وہیں سب تمام تھے
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور پھر تھما دیا	
سجسے کر و خدا کے تپس یار و مدد م	آخر کہ ہم تھا تو کیا اُسے پھر کر م

باقی تو کچھ رہی نہ تھی پتھم گئے قدم	در نہ اسی گھڑی میں پتھر تم تھے آئیم
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور پتھر تھا دیا	
بھوجاں کبا وہ چلے تو اک پل گئے اڑنے لگیں ہیاڑ رونی کی طرح پڑے	کر ڈک لے آسمان زمین کو اوپر سے قادر دست پر دم میں کچھ چا سو کرے
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور پتھر تھا دیا	
محکوم سب ہیں اُسکے ہی حاکم وہی الہ جب اُسکا حکم آوے تو ہوں کون سا نہ	تابع ہیں اُسکے حکم کے ماہی گامباہ کبا حکم ہی غریب و ذرہ دیکھو واہ وا
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور پتھر تھا دیا	
حاکم وہی حکیم وہی حق وہی کبیر مالک وہی ملک وہی قادر وہی قدیر	خالق وہی خدا وہی دانا وہی جہیر قدرت کا اُسکی ایک ریشم تھا انظر
دریا و کوہ و جنگل و صحرا ہلا دیا اک آن میں ہلا دیا اور پتھر تھا دیا	
ہیں اس ہوا میں کبا کبا رسات کی ہوا سبز و نیلی لہلاوٹ باغات کی ہوا	برسات کی خوبیاں اور برسات

بوندوں کی رمجھا ہٹ قطرات کی تہا	ہر بات کے تماشے ہر گھات کی بہا
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہا	
بادل ہوا کے اوپر ہونٹ ہے ہیں بڑتے ہیں پانی ہر جا جل تھل بنا رہے ہیں	جھڑیوں کی سسکیوں دھوئیں چاڑھیں گھڑا رکھتے ہیں سبزہ ہمارے ہیں
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہا	
مارے ہیں مچھلیاں ابر دریا اُٹھ رہے ہیں جھڑ کر رہی ہیں جھڑیاں مار اُٹھ رہے ہیں	مور اور پیسے کبا کبا یار و برسات برسے ہی مینہ جھڑ جھڑ بادل گھنڈ رہے ہیں
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہا	
جنگل سب اپنے تن پر ہرالی سچے ہیں بجلی چمک ہی ہو بادل گرج رہے ہیں	گل جھول جھاڑ بونے کر اپنی جگہ ہیں اسد کے نقارے نوبت کبج رہے ہیں
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہا	
بادل لگا ٹو ریں نبت کی گت لگا دیں کر مور نشور بگے جھڑیوں کا منہ بلا دیں	جھینگڑ جھنگڑ اپنی شناسیان بجا دیں پی پی کریں سپیے مینڈک ملا کر گوا دیں
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہا	
ہر جا بچھا رہا ہی سزا ہے بچھوئے جھکڑوں میں ہو رہے ہیں پیدا ہر بچھوئے	قدرت کے بچھ رہے ہیں ہر جا ہر بچھوئے بچھو دیے ہیں حق نے کبا کبا ہر بچھوئے
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہا	

سبزوں کی لہلہا ہٹ کچھ ابر کی سیاہی	اور چھارہ ہی گھٹائیں مسخ اور سفید
سب بھیکتے ہیں گھر گھر لے رہے تباہی	یہ رنگ کوں رنگے تیرے سوا انہی
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
کبا کبا رکھے ہو یارب سامانِ تیری قدرت	بدلے ہو رنگ کبا کبا ہر تیری قدرت
سبست ہو رہے ہیں سچاں تیری قدرت	تیرے بکار رہے ہیں سچاں تیری قدرت
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
کوئل کی گوگلیں بھی تیرا ہی نام ہینگا	اور مٹور کی زل میں تیرا پیام ہینگا
یہ رنگ سو مزے کا جو صبح و شام ہینگا	یہ اور کانہیں ہی تیرا ہی کام ہینگا
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
بولیں بیے بیٹریں قمری بچاریں گوگلا	پی پی کریں سپیے بگلے بچاریں ٹوٹو
کبا ہڈوں کی حق حق کبا فاختوں کی توتو	سب رٹ رہے ہیں بچو کبا بیکھ کبا بیکھ
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
جو مست ہیں ادھر کے گزشتور ناچتے ہیں	پیارے کلام لے کبا زور ناچتے ہیں
بادل ہوا کے اوپر گھنگھور ناچتے ہیں	مینگا دھچکل ہے ہوں درختور ناچتے ہیں
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
کشتوں کو محلوں اندر ہی عیش کا نطا	یا سایاں ستھرا یا بانس کا اُسارا
کرتا ہی سیر کوئی کوٹھے کا گھرا	مفلس بھی کر رہا ہی کوئے تے گڈرا

کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
دپوار کا دھڑکا کچھ ہوش گھوٹا ہے	چھت گرنے کا کسی جاغل شوہوتا ہے
مفسس سو جھونپڑے میں نشا دہوتا ہے	رور ورجیلی والا عسکر آن کر رہا ہے
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
گرتی تہی چھت کی مٹی اور سائبان کا	کوئی پکارتا ہی تو یہ مکان ٹپکا
باقی تھا اک اسار اسودہ بھی لکھن کا	چھلنی ہوئی اناری کو ٹھانڈا ٹپکا
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
پسو سے پتھروں سے سسکے کوئی سوسے	سیداں میں سر بہوئی ٹیلوں اور بھونک
آنگن میں کنسلانی کونوں میں لکھجور	بچھو کسی کو کاٹے کٹر کسی کو گھوڑے
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
بھاتی پہ گرمی دے نے اور پیٹھ پر دودھ	پھنسی کسی کے تن میں سر پہ کسی پھوڑے
آئے ہیں مست جیسے دھڑیل اتنی گھوڑے	کھا آرویاں کسی کو ہیں لگ کر مروڑے
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
یاسا تھیون میں اپنے پانوں سے پانوں	کوئی تو جھوٹے لٹے کو جھوٹے کی دھوڑے
بوندوں سے بھیسکتے ہیں لال اور گلابی جودے	بادل کھڑے ہیں سر پر ہیں ٹھوڑے ٹھوڑے
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریں	
وہ اس ہوا میں خائے پھریں میں کوئی	ہیں جنکے تن ملائم سید کی جیسی کوئی

اور جنگی مفلسی نے شرم حیا کھوئی	ہو ان کے سر پر کی یا بوری کی کھوئی
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریا	
کتنے پھریں ہیں اور بانی میں کھوئے کتنوں کے گاڑی تھیں کتنے کھوئے	جو دیکھ سُرخ بدلی ہوئی ہوئی جس میں کچھ نہیں ہو وہ ہسا ہنسی کھوئے
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریا	
جو اس میں یار و دولت میں کچھ نہیں ہم سے غریب غیا کچھ میں گر پڑے ہیں	ہم انکے سر پر چھتری ہاتھی اوچڑھے ہیں ہاتھوں میں جوتیاں ہیں اور پانچے چڑھے
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریا	
ہم جن کے متیا پکا پکا کھانا جنگو نہیں ہو گھر میں یا کون تیل لانا	انکو لینگ بیٹھے جھڑوں کا خطا کھانا ہم سر پر انکے پکھایا چھاج ہو پانا
کبا کبا مچی ہیں یار و برسات کی بہاریا	
غفلت کی نیند سے جاگو اور ہو او ہوس بھاگو	
کہوں مبتلا حرم ہو جان انکی دنیا کی کوئی بات نہیں پادار ہو راحت پر بس نہ رنج نہ کچھ اختیار ہو تھکے سنبھالو ابھی غفلت شعار ہو	بیچ اس جہان فانی کا سب کھار ہو یہاں روز کو قیام نہ شب کو قرار ہو ہر شے یہ حق کے فضل کا دار و مدار ہو ملک غور کر اجل ترے سر پر سوار ہو

کچھ دل میں تیرے خطرہ روز شمار ہو
سن بے زبان مغ سحر سے بچار ہو

گذری جوانی پری ہوئی آسٹھا ہوئی
اب چیت بھپلی رات کا کہا اعتبار ہوئی

کس بات پر گھمنڈ کریں چار دن کہ ہم
اسخ کو پیش ہونا ہی اک دن و عدم
ساز جہاں وہاں نہ دلا ہو دیگا ہم
کر غور یہاں کا یہاں ہی جہنم جا ہم
چھوٹیکا ساتھ ساتی و محی کا جب اک قلم
پروقت نزع جام سے ہوگی یہ چشم نم
منظور ہو جو شاہد مقصود کا کرم
رکھ پہلے راہ عشق حقیقی میں قدم
کہو نہ کہ کوئی جس صبح سے ہو ہم
آواز گو شنید ہی ہوئی ہی دم دم

گذری جوانی پری ہوئی آسٹھا ہوئی
اب چیت بھپلی رات کا کہا اعتبار ہوئی

خافل نہ دار فانی میں ای دل ہو سقا
ہر دم لگا ہوا ہی یہاں سخت کا خطر
یہ صورت سراہی کپکا نہیں بھر
تو بھی مسافر نہ در دم لے ٹھیکر
شاہ و گدا و مفلس و گنہگار و نامور
ذمی اقسام و صاحب فرمان اہل زور
خیز خیز کوئی نہ یہاں کر سکا گذر
حسرت کا بار کیسے بھولے کیا سفر
بس جاگ سوچا ہی بہت باندھ اب کر
دم میں صد ایسی تجھے دینے پہ گھر

گذری جوانی پری ہوئی آسٹھا ہوئی
اب چیت بھپلی رات کا کہا اعتبار ہوئی

طاقتِ جوابِ دی گئی باقی رہی تباہ	ہوئی تھی فطرِ ضعف سے مٹی دلا خراب
وہ حُسنِ کہا ہوا کہاں جاتا رہا شباب	ایامِ زلیستِ ڈھل گئے چوں مرا شباب
رنگِ سپید کا ہی جوانی یہ کہا عتاب	موسیٰ کیے کو اب تھوئی حاکمِ خفا
آنکھیں نہ غم سے کھولتے ہیں اپنی آپ	بحرِ جہاں میں چشم بھی تھی صوتِ حباب
وہ جوشِ طبعِ آبِ نظر آتا ہی شعلِ خواب	ہر ایک عضو تن کی طرف سے ہی تھو

گذری جوانی سپری ہوئی آشکار ہی
اب چیت بچھیلی رات کا کہا اعتبار ہی

کھوتا ہی کسی سیر میں تو عمر بے بقا	ہی باغِ دہریا کہ دلا دادے فنا
رہتا نہیں ہمیشہ یہاں کا ہی گل کھلا	سرِ سبز یہ جن نہیں رہتا ہی دانا
صرصر کے ظلم کا اسے ہر دم ہی دغا	بے برگ یہاں کا رہتا ہی ہر نخلِ دعا
کاٹا ہی ایک دامن گل میں یہاں لگا	داغِ اس چمن کے لالہ کے دل میں سدا
کبتک بہارِ زلیست کی کھائیگا تو ہوا	ہشیار نہ ہو کہ وقتِ سحر کہتی ہی صبا

گذری جوانی سپری ہوئی آشکار ہی
اب چیت بچھیلی رات کا کہا اعتبار ہی

ہر دم ہی بارگاہِ الہی میں یہ سوال	غفارِ عاصیاں ہی تو یاربِ دُکھِ کمال
غم سے ہی ہر گھڑی دلِ مضطر کا غیرِ حال	دمِ مین گذرتے عمر کے ہیں اپنے نہاں
کوئی نہ کارِ خیر ہوا اسکا ہی ملال	ایامِ زندگی ہوئے سب قیل و قال

<p>افسوس ہے کہ جانِ اہلِ لگی گنجال جس دم کتابِ بہت میرے تائہوں میں خیال</p>	<p>رہنا جہاں میں جسم کا بھی ہو گا مجال اسی منفعیل نکلتا ہے مضمونِ شعرِ فال</p>
--	---

گزری جوانی پیری ہوئی آشکار ہوئی
 اب چیت بھپھلی رات کا کہا اعتبار ہوئی

دسویں فصل

ترکیب بندوں میں

ترکیب بند مثل ترجیع بند کے ہوتا ہی فرق ہی تو اتنا کہ ترجیع بند
میں ہر خانہ کے بعد ایک ہی مطلع پھر آتا ہی مگر ترکیب بند میں ہر خانہ
کے بعد جدے جدے مطلع آتے ہیں *

ترکیب بند

بہار یہ

وزیر ہوا ہی اک بکفی فیضِ طیبِ ابر بہار
 رہا چین میں نہ آزار دیدِ بلبل کو
 دُورِ عیش سے یزیدِ نشاط ہی گلشن
 عجب نہیں پر پروانہ ہو پرِ طوطی
 یہ فیضِ بادِ بہاری ریاضِ ہر میں ہی
 گماں غلط ہی کہ بارِ شمر سے ہو گئے خم
 چین میں نامِ خدا ہی ہجومِ گل ایسا
 جہن میں دیدہ نرس تک نہیں بیمار
 پلایا جامِ گل تر نے شربتِ پدا
 کلی چوچک کی تو آئی صدا سے نعمتِ نار
 نہالِ شمع تک سبز ہوا لے با
 بنے وہیں زرِ گل سنگ سے جو نکلا شرا
 بٹھکے ہیں شکر کے سجدہ کو باغ میں اشجا
 جگہ نہیں جو کرے عنایتِ ہنقا

ہجومِ لالہ و گل آن قدر شدہ است فریہ

نماذ جاے کہ بلبل کش در سیدہ مصفیہ

یہی بہار کا اب حکم ہی گلستاں پر
 کہ سایہ گل تر بھی ہو مثلِ گلِ دھرم

لگائیں مہم کا فوریا سمن لیکر
 بغیر لطف پریشاں نہو کے شنبل تر
 ہزار گلشن عالم خاکدروں جس پر
 چمن کے سیر کو آئیگا آج وہ گل تر
 نہ کوئی لکے نہ دھڑلے نہ کوئی جھاو
 یہاں تک نہ رہے شست غنچیں بھی

نرہنے پائے ذرا داغ دل میں لاکہ
 رہے چمن میں نہ بیمار آج نرگس بھی
 خدا کے فضل سے صحت ہوئی ہی آج
 صیلا سے کند و کاب برگ گل کا فرش کرے
 رہیں قرینہ سے مرغانِ باغ ہر جا
 ہر اک شاکر کو آج مال و زرا پنا

جو بید آن قد و قامت چنان شود لاشاد
 بسانِ بندہ کند سروا چمن آزاد

بھڑے چمن نے گل اشرفی سے حبیب کنا
 ہر اک فقیر کا گھر سطر سے ہو تیرا
 خریدیں سونے کی اینٹیں بنائیں گھر عمار
 اُبھجھ کے چاک کرے خار دامن کُسا
 تو اپنے پوست بھاگے کھل کے صُور
 کبھی نہو تو مسیحی کی طرح سے ہمار
 نہ کوئی یار نہ مولس نہ کوئی ہی غمخوار

ترے بہارِ کرم سے ہر ایک ہی زردار
 ترادہ حکم وہ ثروت ہی تو اگر چاہے
 ابجا ہے اب ہو آبِ گہرا صرف انہیں
 ضعیف ایسے قوی ہیں ترے زمانہ میں
 جو دیکھ لے ترے تلووار ماہی دریا
 دعایہ میری ہی مثلِ خضر ہو عمر ترے
 سوار ترے کرم و لطف کے یہاں پنا

فتادہ ام بدرت اسی سپہر جو دو کرم
 بلے نام و زہر م و لے فقیر تو ام

گیارہویں فصل

مستزادوں میں

مستزاد اوپر کی دس قسموں میں سے کسی طرح کی نظم جسکے ہر ایک مصرع یا بیت کے آخر میں کوئی ایسا فقرہ بٹھایا جاتا جو لفظوں میں اُسکے وزن سے یعنی مصرع کے اول اور آخر رکن کے برابر ہو اور معنی میں بھی اُسکے مطلب سے میل کھاتا ہو۔ اس طرح کے فقرے کبھی ڈوبھی بٹھائے جاتے ہیں *۔

* رکن کی تعریف اور مثال فصلِ عروض میں دیکھو *۔

* اُس فقرہ کی بابت اکثر لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ زائد بھی ایسا ہو کہ وہ مصرع اور بیت جسکے ساتھ وہ لگایا جاتا اُسکا معنی میں محتاج بھی نہ ہو یعنی کہ اگر وہ فقرہ نہ ہو تو وہ مصرع اور بیت اپنے معنی میں پوری ہو مگر اردو کے کئی شاعروں کے کلام میں یہ بات پائی نہیں جاتی اب اس بات کی قید باتی نہیں ہے اور مناسب بھی نہیں تھا *۔

مسترد

دنیا کی چاہ میں آدمی لٹکے کونہ بھٹو

رباعی دنیا کی طلب میں دیں کھو کر بیٹھے ہو کر گمراہ
 کرنا نہ تھا جو کام ہیں سو کر بیٹھے اسی عقل تباہ
 ہی عارضی خانہ جسم خاکی سودا ہمیشہ مشک
 سو مالک ہی اسکے آپ ہو کر بیٹھے سبحان اللہ

امیر فقیر کو حقیر نہ جانے

قطعہ مت خاک نشینوں کی طرٹ دیکھو تو ستم با چشم حقارت
 چاہے ابھی اک آن میں کر دے مرے لڑائی کو بھی پتہ
 رکھو نہ کمال اب تو ہوس کچھ بھی جہانگی رضی ضیاع
 لے دستِ طمع کھینچ کے دیا نوں کو بھلا درگوشہ عزت

سودا

کمال

صاف صاف بیان کی جاے جیسے (بارہ سو بہتر)۔ اسکو تاریخ
صوری کہتے ہیں *

دوسرے یہ کہ کوئی لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر اس وقت اور حال کے مناسب
ایسا کہا جاے جسکے حرفوں سے بحساب جمل اسوقت کے سنہ یا سمت
کی تعداد نکل آئے۔ اسکو تاریخ معنوی کہتے ہیں اور اس لفظ یا فقرہ
وغیرہ کو مادہ تاریخ *

حساب جمل یا حساب ابجد یہ ہے کہ عبرانی حرفوں کی ترتیب اور طرح پر
عربی کے اٹھائیس حرفوں کو بھی حسب شرح ذیل ترتیب دیا ہو جن میں سے
پہلے نو حروف کو ایک سے لیکر نو تک احاد یعنی اکائیاں قرار دیا ہو اور
ان کے بعد کے نو حرفوں کو دس سے لیکر نو تک عشارت یعنی دہائیاں
اور ان کے بعد کے نو حروف کو سو سے لیکر نو سو تک ارباب یعنی سینکڑے اور سب ان پر کہ حرف
کو ایک زار مانا ہو۔ اور ان حرفوں کو ترتیب یاد رکھنے کے لیے اس طرح اٹھ لفظوں میں تقسیم کیا ہو

ابجد	ہتوز	خطی	کلین
۱-۲-۳-۴	۵-۶-۷-۸	۹-۱۰-۱۱-۱۲	۱۳-۱۴-۱۵-۱۶
سقف	قرشت	شخ	ضنطع
۱۷-۱۸-۱۹-۲۰	۲۱-۲۲-۲۳-۲۴	۲۵-۲۶-۲۷-۲۸	۲۹-۳۰-۳۱-۳۲

* فارسی اور ہندی کے خاص حرف انکے ہم شکل حرفوں کے ساتھ اس طرح برابر گئے ہوتے ہیں

پ = ب	ژ = ز	ط = ت
چ = ج	گ = ک	
ڈ = د	ڑ = ر	

عز منکھ شاعر مادۂ تاریخ ایسا تجویز کرتے ہیں جس کا مطلب اُس حال کے مناسبت
ہوتا ہے اور اُس کے حروف ملتوتی کے عدد جوڑنے سے اُس واقعہ کے سنہ
پورے نکل آتے ہیں۔ مثلاً کوئی لڑکا جو ۵۷۲ ہجری میں پیدا ہوا اُس کا
تاریخی نام منظر علی رکھا گیا۔ یا کوئی سنہ ۱۰۰۰ میں مرا تو غم
مادۂ تاریخ کا

۱۰۰۰ + ۹۰۰ + ۵۰ + ۲۰۰ + ۴۰ + ۳۰ + ۱۰

۱۰۰۰ + ۲۰

۴ یعنی جب قدر اور جس صورت کے حروف لکھے جاتے ہیں اُن سے ہی اور ہی شماریں آتے ہیں۔ پھر
حرف پڑھنے میں تو آئے مگر لکھے نہیں جاتے یا موت کے خلاف دوسری طرح پڑھے جاتے ان کا اعتبار اور شمار
مادۂ تاریخ میں نہیں ہوتا۔ مثلاً خان و خواہش و تو و خود وغیرہ لفظوں کے داو اور کہ بیانیہ
و کد میہ کی بنا پر معالہ التثنیل کے الف لام کے اعداد شماریں آتے ہیں۔ اس طرح صلوات و زکوٰۃ
کی داو اگر چاہے پڑھی جائے اور ان کی ہے تے پڑھی جاتی مگر تاریخ میں داو اور ہے
کے ہی عدد شماریں آتے ہیں۔ اس طرح علی اور حتیٰ اور تعالیٰ وغیرہ کی یہ اگرچہ
الف پڑھی جاتی ہے مگر عدد اُس کے یہی لیے جاتے ہیں۔

حرف مستند کو بھی ایسا ہی سمجھو کہ رسم خط میں وہ ایک ہی حرف لکھا جاتا ہے جیسے نکر تم اور
معظم میں ایک ہی رسم اور خط کے عدد لیے جاتے۔ مگر لفظ اللہ میں دو لام کے عدد
شمار ہوتے ہیں کہ نسخ کے رسم خط میں دو لام جدا جدا لکھے جاتے ہیں۔

الف محدودہ ایک ہی الف گنا جاتا ہے آیات اور آب میں کہ مل لکھا جاتا ہے مگر وہ کوئی

حرف نہیں ہے۔

ہمزہ اگر کسی مرکز پر ہو جیسے کوئی اور کھوئی وغیرہ تو اُس کو الف کے برابر سمجھا جاتا ہے اور اگر تنہا
ہو جیسے انشاء اللہ تعالیٰ تو بعض اُس کا عدد ایک شمار کرتے ہیں اور بعض نہیں۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مادہ تاریخ مناسب حال شاعر کے ہاتھ آتا ہے مگر اُس کے
 عدد اُس سنہ کے عددوں سے گھٹتے ہیں تو کوئی اور لفظ ایسا تلاش کر کے
 شعر میں لاسکتے ہیں جس کے کسی حرف کا پورا عدد یا اُس کا کوئی حصہ اُس کی کوپڑا
 کر دیتا ہے اُس کی طرف اشارہ ضرور کیا جاتا ہے مگر اُس خوبی کے ساتھ کہ وہ لفظ
 بھی مناسب اُس حال کے ہو اور اشارہ بھی بہت پوشیدہ۔ جیسے اگر خوشی کی
 تاریخ ہو اور اُمیں دو کم ہوتے ہیں تو بشارت کہتے اور غمی ہو اور ایک
 کم ہوتا ہو سہراہ وغیرہ کے ملائے کا اشارہ کرتے ہیں۔ اسکو تسمیہ اور تذخلہ
 کہتے ہیں +

اور کبھی مادہ تاریخ کے عدد اُس کے عددوں سے زیادہ ہوتے ہیں تو
 اُسی طور اشارہ کر کے زائد عددوں کو خارج کرتے ہیں۔ مثلاً اگر مادہ تاریخ میں
 چھ زائد ہوں تو بے بدکم کم کریں۔ اسکو تخریج کہتے ہیں +

+ تسمیہ حادثک کا جائزہ۔ عشرات کا عیب سے خالی نہیں۔ بات کا بہت معیوب +

+ تخریج عشرات تک کا معیوب نہیں +

تاریخین شادی کد خانی

خداوند

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی
کما غالب سے تاریخ اسکی کتاب
ہوا بزم طرب میں قفس ناب
تو دلا لاشیخ حشمت شہید

الض

جوہر

بنے راجہ بہاری لال نشہ بخش غریب
کما یہ مصرع جبریت تاریخ جوہر نے
بہادر کو مرے شادی مبارک ہو
الہی خانہ آبادی مبارک ہو مبارک ہو

ولادت

رند

الہی چلی کہاں ہم بہاری
چمن ڈھلے ہیں چمکے ہیں
جو ہر غنچہ دل شکفتہ ہوا آج
نیرا شہر فی کا چلن اسقدر
ملا خلعت فاخرہ ہر شب کو
جسے دیکھتے ہو وہ نکھر ہوا آج
یہ سامان کہا بار الہا ہوا آج
سب مجھ پہ کھٹا نہی کچھ ابھی تک

<p> یگانگیں ہی کیوں نہ بیٹھا ہوا آج کہ اسبابِ عشرت مہیا ہوا آج شہنشاہِ عالم کے بیٹا ہوا آج جوزنگِ زمانہ ہی بدلا ہوا آج جو مقصود ہی تیرے دکا ہوا آج میں آمادہ جاں سرا ہوا آج </p>	<p> یگانگیں یہ مژدہ دیا آخر میں نے جل اٹھے جلد دربارِ جاذبِ لیکر مبارکِ سلامت کا غلِ طرہی اُسی کے تو میں قدم کا ہی پاش لکھ اک قطعہ تاجِ کائنات میں یہ سنکر بے فکرِ سالِ ولادت </p>
	<p> سرنل سے لٹنے فوراً صدادی خوش اقبال مسعود پیدا ہوا آج </p>
<p>اِیضاً</p>	
<p> کہا ہی چکا ہی خستِ مومن کسی تارِ سچ و خستِ مومن </p>	<p> دختِ روشن وں ہوئی پیدا نال کٹنے کے ساتھ ہانٹنے </p>
<p>وفاتِ شاہِ عبدالغنی صاحبِ محدثِ دہلوی</p>	
<p> بیعدیل و بے نظیر و بیشال و بیشل اگیا تھا کہا کہ میں دوتے اپاں میں خنل کہا کیا یہ ظلم تو نے بکیوں پر یہ خنل ڈالنا تھا خاکِ سر پر ہر غریب و مبتدل </p>	<p> انتخابِ نسخہ دین مولوی عبدالعزیز جانبِ ملکِ عدم تشریفِ ناک ہوں ہو ہی ستمِ امی جیج تو کہ کو یہاں سے لگیا کہا کس دنا کس پہ تھا صد کیا جت و فن </p>

مومن

مجلس درد آفرین تقریریں میں بھی تھا دست بیدار جاگ رہا ہوں گے	جب پڑھی تاریخِ مومن نے یہ اگر بے بدل فقر و دینِ فضل و ہنر لطفِ کرمِ علمِ عمل
قلندر بخشِ حُرَّتِ تخلص	
جب میاں جڑت کا باغ دہر سے مصرعِ تاریخِ ناسخ نے نکھلا	گلشنِ فردوس کو جانا ہوا ہاے ہندوستان کا شاعر ہوا
شیخِ امام بخشِ ناسخ	
اٹھا مرگِ ناسخ کا غل چار سوسے کہا رشک نے مصرعِ سالِ حلت	گیا لطفِ تحتِ پتہ کا گفتگو سے دلا شعرِ گوئی اٹھی لکھنؤ سے
مزارِ ضیع الدین سودا	
اے مزارِ ضیع دنیا سے درِ ذوق سے اُسکے مثلِ قلم سالِ تاریخ کی تھی جھگڑناش اسمیں پہنچنے سے از سرِ ہوش	جا کے جنت میں جب مقیم ہوا اہلِ معنی کا دل دوپہم ہوا کہہ دوں کہ بس حادثہِ غظیم ہوا یہ کہا اب سخنِ بیتِ ہم ہوا
عباس مزار	
جبکہ عباس میرزا مرحوم دی نہ اعیب سے یہ ہالفت	ہوا بزمِ جہاں سے ناپیدا آج داغِ جگر ہوا پیدا

پیر گھسٹا

جب پیر گھسٹا مر گئے تھے
ہر ایک نے اپنے منہ کو میٹھا
ہاتھ نے کھی یہ اسکی تاریخ
اٹھ سو کہ موت نے گھسٹا

ناسخ

گوہر

و اے اس منہ مخرم کو
سیرہ سالہ اٹھ گئی گوہر
جوہر اس غم سے یہ کھوتا تاریخ
بحر رحمت میں اب ملی گوہر
ایک طوطے کے مرنے میں

جوہر

میاں مٹھو جوذا کر حق تھے
رات دن نام حق رٹا کرتے
گر بہ موت نے جو آ دابا
مضطرب ہو گئے اور گھبر گئے
جو پنج میں داب کر سر کھلیا
کچھ نبوے رسوا ہے

شب

نہر شکر کہ نواب کو ہوئی صحت
ہر ایک دور بلا ہو گئی شفا پائی
کہا میں نے بے نذر مصیبت تاریخ
دعاے خلق دوا ہو گئی شفا پائی

اس

تقرر عمدہ

اس عمدہ پاک دوست ہو میں مامور
جوہر لکھو کہ بخشے سلطان نور

جوہر

تقریر بنائے مدرسہ سہیلون

در عید کمرانی میل انجیل
ہی جسکی ذات باعث غرور و قاعلم

سحر

<p>ہی جو کہ اس نوح میں گویا مدارِ علم کہا خوب ہی نہ دیر سے اقرارِ علم ۱۹۶۱ء</p>	<p>اسکول سسٹون میں تعمیر ہو از روئے وصفِ تحریر ہائے کی ندا</p>
سبیل	
<p>قادر علی جو خان ذوی الاحترام دل سے پسندِ طبعِ شہِ تشنہ کام ہی ہر آنخورہ پانی کا شربتِ کجام ہی شاعر ہوں میں بھی مذہبی میر کام ہی پانی پیو سبیل کا نذرِ امام ہی</p>	<p>بانی وہ کربلا میں ہوا ہی سبیل کا مقبول کہوں نہ ساقی کوثرِ کریں سے شہرِ بنی اسکے آب کی کہو نکر بیان ہو ایا خیال کیجئے تاریخِ اسکی نظم ہاتھ پٹا کر کے سرِ جانِ زار دو</p>
ایضاً	
<p>مقبول بارگاہِ شہِ مشرقین ہی آبِ سبیل نذرِ جنابِ حسین ہی ۱۹۶۱ء</p>	<p>نوشہروانِ عصر ابو الفتح شاہِ ہند رکھو اسی ہی سبیل تو تاریخِ یوں ہی</p>
ایضاً	
<p>نہیں کوئی بھی اس سے بہتیل جو کہتے ہیں سب تشہیرِ سبیل</p>	<p>جہاں میں پے چارہ تشنگی یہی سال ہی اسی تفضلِ حسین</p>
تبیحِ خانہ	
<p>عبادِ تنہائے تبیحِ خانہ فلک ہو کہوں نہ اسکا آستانہ</p>	<p>زہے عالی بناغی خُمرانہ شنشادِ جہاں بانی ہوا ہی</p>

ابوالفتح معتز الدین غازی	بہ از نو شہزاد شاہ زمانہ
جوہری شہج میں شمشاد ہنیش	نجوم آسمانی جا کے دانہ
یہی تاریخ مسعود بنائے	جلیل پاک ہی تسبیح خانہ

باغ

وزیر ہند دستور معظم	کہ قاصر مدح میں جسکی قلم ہی
کریم بامروت جسکی ہی ذات	وہ بحر جود ہی ابر کریم ہی
بنایا ہی مبارک باغ اُسے	بہار باغ ہستی جس کے کم ہی
کہا دل نے کہ اس گلشن کی تاریخ	یہی منقح فضل رنج و غم ہی
یہ سنگد فکر کی میں جو ای زند	نذاہات نے دی باغ ارم ہی

زند

تصنیف و تالیف یا طبع کتاب

دیوان غالب

کہا ہی دیوان چہا غالب کا	دیکھ کر سبے کہا خوب ہی یہ
بسکہ ہر ایک کو مرغوب ہوا	ٹھہری تاریخ کہ مرغوب ہی

طالب

دیوان شکر

چہا دیوان نسیم موجد طرز فصاحت کا	کہ جوئے غیرت فردوسی سعدی مخافت
ہر اک صوفی غزل کا سر و گلزار معانی کو	بہار طبع رنگیں سے نخل کلمہ بستانی

عیش

<p>سراپا ہر غزل تصور ہی کہتا ہی یہ مانی چھپا کہا ہی کلامِ دلکش استادِ لسانی</p>	<p>نئے مضمون سے معنی نئی بندشِ نغظین حروفِ مجھ میں عیش نے تاریخِ نواں لکھی</p>
	<p>ایضاً</p>
<p>جسے کہتے ہیں اہل فن مستند چھپا دستِ ربِ مثالِ ابد</p>	<p>ہوا طبعِ دیوانِ استاد کا لکھو سالِ تاریخِ تم اسی ملال</p>
	<p>ایضاً</p>
<p>جس سے روشن ہو اجنحِ نسیم کیسے دیوانِ ہی یا کہ باغِ نسیم</p>	<p>واہ کہا خوب یہ چھپا دیوان طبع کا سال اسکے اسی نیر</p>
	<p>کلیاتِ شاہِ تراب</p>
<p>قابلِ دید و انتخاب ہی یہ صوفیوں میں عجب کتاب ہی یہ ریختہ میں رستمِ جواب ہی یہ نطقِ کبوں تک جو بیچ و تاب ہی یہ وارداتِ دلِ تراب ہی یہ</p>	<p>ہوا انجامِ طبعِ دیوانِ خوب حق سے راز و نیاز ہی رہیں گو یادِ دیوانِ خواجہ حافظ کا فکرِ تاریخِ طبعِ دیوان میں بس ملک کہتے ہیں زرومی دہ</p>
	<p>دیوانِ محمدِ مسیحِ مری</p>
<p>کہا ہی اس دیوان نے رنگِ طبعِ کھلیا</p>	<p>ناظمِ دیوانِ موجودات کی تائید سے</p>

ملال

نیر

نطق

شاکر

خامہ جادو زبانی شاکر سکا سال طبع	یوں لکھا دیوانِ سحر مری چھاپا بہ خوب
معیارِ البلاغت	
ختم کی اس سالہ کے تاریخ عسویٰ صوری معنوی حبری	خامہ بروا شتہ لکھی فی الحال اک ہزار اٹھ سو چھاپا سال ۱۳۸۱ھ
دیوانِ نمون	
جب چھاپا کلیاتِ مومن خاں جو شش کہ اقتسامِ طبع کے سال	ہوئے اہل سخن بہت شاداں چھپ چکا کلیاتِ مومن خاں
دیوانِ جرأت	
ہو احبِ منطبع دیوانِ جرأت جواب اسکو دیا تاریخ میں یہ	کہا اک دوست نے چھاپا ہو گیا کہ دیکھو خوب چھاپا خوب چھاپا ۱۳۸۵ھ
ہدیہ انظار	
کہانی خوب اچھی نظم کی تھی لکھو تاریخ اسکی پیش نویس تم	کم ایسی مثنوی عالم میں تھی عجائب ہدیہ انظار چھاپا ۱۳۸۶ھ
آرایشِ محفل	
اس قصہ پر بطور کے اتمام کی تاریخ کر دور سر ریاس کہا پر خستہ	میں دل میں سمجھتا تھا نہایت ہی یہ شکل کہ چونکہ نہ کہیں ہم اسے آرایشِ محفل ۱۳۸۲ھ

سحر

جو شش

تسلیم

عیش

حیدری

	گلیاتِ ناسخ	
ولی	ہر سمت سے مشتری ہن بجیاں جھاپے یہ بے نظیر دیواں ۱۲۶۹ھ	نخوش وضع چھپا کلامِ ناسخ ہاتھ لے کر ولی یہ تاریخ
	فسانہ عجائب	
نہ	کہ بخشش کا ہو جبکہ ہر طرف مشہور فستا مے ہر صاحبِ ہوش کو دینا ہو کہ بیکانہ لکھا اب تپسری باری چھپا مقبول فستا	کہاں اب منشی عالی ہم ایسا زمانہ میں اجازت ہو کہ افسانہ چھپا بار سوم بھی چھپا وہ اور ہوا تاریخ کا استاد بیکانہ بھی
	دیوانِ اسپر	
عیش	مثل اسپر کوئی دیکھنا نہ عیش مہنے کہا بے نظیر چھپا دیواں لکھا فلم ۱۲۶۹ھ	مہر سپر معنی استاد فن سخنور دیواں چھپا جو انکا تو سالِ طبع فوراً
	ایفا	
اس	ہمارے حضرت استاد اسپر کا دیواں کہ بے نظیر ہو استاد بے نظیر کلام ۱۲۶۹ھ	چھپا بمطبع عالی منشی نریشاں اسد نے سالِ مسیحی کہا بشوقِ تمام
	دفترِ فصاحت	
بحر	ہی ہر مصرع میں بادِ نو کی تو پر ہی نسخہ بے گزیدہ دیوانِ وزیر ۱۲۶۹ھ	ہی مطلعِ خوش چہ کا ہر شعر نظم ای بحیر سالِ طبع لکھا میں نے

ایضاً

ہر سخنور مثل بلبل ہی ثنا خوانِ وزیر
بخیراں گلزارِ زیبا ہی یہ دیوانِ وزیر

وہ کہ اباباغِ سخا ہیں جو کچھ مطبوع آج
کھلک شاخِ نکل سے یہ پانچ ایسی بخود لکھو

ایضاً فصلی سال میں

رطب اللسان ہیں جسکی صفت میں گدِ شاہ
کہتے ہیں کسبِ نوردِ اجن سے مہرِ شاہ
برسوں نہ آپ گوہرِ مضمون کی پائیں تھاہ
کہوں نہ نہ روحِ خسر و شاہی باجِ خواہ
اڑتے ہیں ہوشنِ بادِ صبا میں گلِ شاہ
بے اختیار کہتے ہیں حاسد بھی واہ واہ
جو دائرہ ہی یوسفِ دل کے لیے ہی چاہ
ہوتا ہی سبکو عقدِ ثریا کا اشتباہ
گویا یہ ہی تسلیمِ معنی کی شاہراہ
فصلی کا سال خوبیِ دیوانِ پہ ہی گواہ
ہی رنگِ شاہنامہ کلامِ وزیر واہ

صدِ شکر وہ کلامِ بلبل آج چھپ چکا
ایسے بندے ہیں اس میں مضامین ٹوڑے
ہوں آشنا بے بحرِ سخن غوطہ نہ انگر
مضمون ہر اک شہنشاہِ تسلیمِ نظم ہی
باندھی ہو ایہ فیضِ بہارِ کلام نے
کہتے ہیں اسکو سحرِ بانی کہ وقتِ بید
خوشحرف کس قدر ہی یہ دیوانِ لغزِ بید
پُر نور اس قدر ہیں نقاطِ حروفِ شعر
صفحوں پہ خطِ عیاں نہیں ہیں اسطور
بخود لکھو گے اسکی صفت تم کہاں تک
خودوسی دے باہی لبِ گور سے صد

ایضاً بیسویں سال میں

سند جانتے ہیں سخنور جسے

چہا ہی وہ دیوانِ بے مثل آج

<p>عجب کہا جو صفحہ بہ دل سے کچھ کہ قصرِ سخن میں ہیں نصیب آئے یہ تعویذِ حُب کے ہیں گویا لکھے پڑھے کلیر جاسا اگر دیکھ لے عجب نقشِ تخب چھپا گئے</p>	<p>نہایت ہی مطبوع یہ نظم ہے مضامین کی ہیں بندشیں صاف صاف نقوشِ معانی دلکش نہیں وہ تاثیر اس نقشِ مضمون میں ہے اسی میں بخود یہ لکھ لے لے</p>
<p>ایفاست میں</p>	
<p>کحلِ لہجہ سخن ہوا جسکا سواد اک قطعہ دلکش ہے یہ دیوان گویا دی خامہ بایوت تم غاں کو شکست دل نے کہا سمت میں کہ سوال تم یہ خوب ہی دقت فصاحت چھاپا سم ۱۹۳۳ کی راجت</p>	<p>کہا خوب چھپی نظم جناب استاد خوش قطع ہر اک حرف ہی ایسا آکا اس رنگ کی ہر حرف پانی ہر نشست اس حسن کا دیوان نظر آیا جسم ناگاہ سنی ہاتھِ فیبی کی صدا</p>
<p>بہ خود</p>	

تیسرا باب فصل ملفوظوں میں

مرثیہ وہ اشعار کہلاتے ہیں جن میں کسی شخص کی وفات یا شہادت کا حال اور اُس کے رنج و غم کا بیان کیا جاتا ہے۔ اب اکثر انھیں اشعار کو کہتے ہیں جن میں اہم حصہ اور اہم حسین کی شہادت اور اہل بیت کی مصیبت اور کربلا کے واقعات حادثات غم انگیز بیان کیا جاتا ہے جیسے کسی قسم کی نظم میں ہو۔

اگر وہ بیان رباعی یا قطعہ یا غزل یا قصیدہ کی طرز پر ہوتا ہو تو اسکو مثنوی اور سلام کہتے ہیں اور اگر نظم اسکا بھی کیا جاتا ہو کہ مطلع یا اول شعر میں لفظ مجرایا سلام یا بحرئی یا سلام ضرور لاتے ہیں۔ اور اگر مستزاد کی وضع پر ہو تو اسکو اکثر نوحہ کہتے ہیں۔ اور مستط یا ترجیع بند یا ترکیب بند کے طور پر ہو تو اسے مرثیہ کہتے ہیں۔ ❖

❖ چونکہ مضامین مرثیوں کے عام لوگوں کے لیے مفید نہیں اسلئے ایک ہی مثال پر گفتگو کی گئی۔

مرثیہ

سلام

چرخ پرناوہ محترم جب نمایاں ہو گیا
 اسی سلامی ہر ستارہ چشم گریاں ہو گیا
 گردِ صحرا کی پُری جب چہرہ شب بیز
 مثلِ مدِ ابرِ غبار می میں وہ نہاں ہو گیا
 کچھ خوشی اپنی سہائی کی نہ تھی سجاو
 غم ہی تھا خانہ زنجبیریاں ہو گیا
 اسقدر عباس نے کھلے تھے خیمِ بیت
 دم میں وہ گلِ سابدن شکِ گلستان ہو گیا
 زینب و کلثوم نے سر سے دھن بھینک
 چاک جب صبحِ شہادت کا گریاں ہو گیا
 حضرتِ مسلم نے کوفہ سے یار میں لکھا
 دوست ہم سمجھے تھے جسکو دشمن جان ہو گیا

یک قلم کٹ کر گرے جب نہالا حسین
 عاقبت باغِ اہانت صاف میاں ہو گیا

مش

گرمی کا روزِ جنگ کے کبوتر کڑویں
 وہ لٹوں کہ اکھڑوہ حرارت کہ اکھڑوں
 دھڑکی کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
 رن کی زمیں کو سوخ تھی اور زرد آسمان

آبِ خشک کو غرقِ رستی تھی خاک پر
 گویا ہوا سے اگل برستی تھی خاک پر

وہ لٹوں وہ آفتاب کی حدتِ تاب
 خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے
 کالاستھانگِ صوبے دن کا شالِ شب
 خیمے جو تھے جالوں کے تپتے تھے سب

اُڑتی تھی خاک خشک تھا چشمِ حیات کا
 کھولا ہوا تھا دھوپِ پانی فزات کا

گوئوں کسی شجرِ پین گل تھے نہ بگنہ بآ
 ہنستا تھا کوئی گل نہ ٹھکتا تھا نثرِ آ
 اک ایک نخلِ حل ہا تھا صوتِ چنار
 کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہشاخِ بارِ آ

گرمی یہ تھی کہ زیت سے دل سبکے سرو تھے
 پتے بھی مثلِ چہرہ مدقون زرد تھے

جھیلوں سے جاریاں اُٹھتے تھے شام
 مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
 آہو جو کالے تھے تو چپے سیاہِ فام
 پتھر گھیل کے رہ گئے تھے مثلِ موخام

سرخِ اُڑتی تھی پھول سے سبزی گیا
 پانی کنوئیں میں اُترا تھا سایہ کی چلہ

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ ہار کچھارے
 آہونہ مومنہ نکالتے تھے سبز و زارے
 آئینہ مہر کا تھا اکدہ رعبارے
 گرمی سے مضطرب تھا زانہ زمین پر

بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

گرداب پر تھا شعلہ جلا کا کچال
 انگارے تھے حباب تو پانی شیشال
 مومنہ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی بنا
 تہہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لہو بجنا
 پانی تھا آگ گرمی روز حساب تھی

ماہی جو سیخ آب تک آئی کباب تھی

آبِ دِہاں سے مومنہ نہ اُٹھاتے تھے لہو
 جنگل میں اُڑنے پہرتے تھے طائر اُدھر
 مردم تھے سات پدوں کے اندر حق میں
 خسانہ قرہ سے نکلتی نہ تھی نظر

گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے وہیں

پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں

